http://ataunnabi.blogspot.in

فقہ حنفی کے مشہور فقیہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ترین کتاب "کتاب المسائل" کا ترجمہ اور اردو شرح

موسوم بہ

شرح

کتاب المسائل

مصنف

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و شرح

علامہ وسیم القادری

پروگریسو بکس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فقہ حنفی کے مشہور فقیہہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کی مسلمانوں

کے اہم دینی مسائل سے تعلق رکھنے والی فقہ کی مشہور ترین

کتاب "کتاب المسائل" کا ترجمہ اور اُردو شرح

موسوم بہ

شرح

کتاب المسائل

مصنف

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وشرح

علامہ وسیم القادری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اُردو بازار ○ لاہور

Tel:042-37124354
Fax:042 37352795

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق اشاعت برائے
ملت پبلی کیشنز محفوظ ہیں

86952

شرح کتاب المسائل

نام کتاب ——— شرح کتاب المسائل

مصنف ——— امام قدوری

مترجم ——— علامہ قاری محمد وسیم اکرم القادری

اشاعت اول ——— جون 2011ء

پرنٹرز ——— حاجی حنیف پرنٹرز

قیمت ——— /- روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز فیصل مسجد اسلام آباد فون 051-2254111

اسلام بک ڈپو ۱۲ گنج بخش روڈ لاہور 042-37112941

پروگریسو بکس یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انتساب

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جن کی شہرہ آفاق کتاب ''قدوری'' کے ذریعے لاکھوں حضرات مسائل دین سے آگاہی حاصل کر چکے ہیں۔

محمد فیضان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست

❀ ترجمة المولف: امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ ۹
باب: ۱ ...... وضو کے بیان میں ۱۴
❀ فرائضِ وضو کا بیان ۱۵
❀ سنن وضوء کا بیان ۲۷
❀ مستحباتِ وضو کا بیان ۵۴
❀ نواقض وضو کا بیان ۶۲
باب: ۲ ...... غسل کے بیان میں ۷۳
❀ غسل کی دینی اور طبّی اہمیت ۷۴
❀ غسل کے فرائض ۷۹
❀ سنن غسل ۸۱
❀ مسنون غسل ۱۰۹
❀ موجباتِ غسل ۱۱۳
باب: ۳ ...... پانیوں کے بیان میں ۱۱۸
❀ پانی کی کیفیت ۱۱۹
باب: ۴ ...... تیمّم کے بیان میں ۱۲۹
❀ مشروعیت تیمم اور طریقہ ۱۳۰
❀ ضرورت وفرائض تیمّم ۱۳۳
❀ نواقض وشرائط تیمّم کا بیان ۱۴۳
باب: ۵ ...... موزوں پر مسح کے بیان میں ۱۵۱

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

❀ المسح على الخفين ۱۵۲
❀ جوازِ مسح علی الخفین اور شرائط ۱۵۵
❀ موزوں پر مسح کی مدت ۱۵۸
❀ اوصافِ موزہ اور نواقضِ مسح ۱۶۳
باب:۶ ...... غلیظہ وخفیفہ نجاست کے بیان میں ۱۷۱
❀ غلیظ وخفیفہ نجاست کا بیان ۱۷۲

کتاب:۲ کتاب الصلوٰۃ

❀ تقسیم کتاب ۱۷۹
❀ نماز ...... فرضیت وفضائل ۱۸۳
باب:۱ ...... اوقاتِ نماز کے بیان میں ۲۱۵
❀ اوقاتِ نماز اور فقہاءِ کرام ۲۱۶
❀ وقتِ نمازِ فجر ۲۱۸
❀ وقتِ نمازِ ظہر وعصر ۲۲۰
❀ وقتِ نمازِ مغرب، عشاء ووتر ۲۲۵
❀ نمازوں کے مستحب اوقات ۲۲۹
باب:۲ ...... اذان کے بیان میں ۲۳۴
❀ اذان فضیلت واہمیت ۲۳۵
❀ اذان مسائل وشرائط ۲۴۳
باب:۳ ...... نماز سے پہلے کی شرائط ۲۶۳
❀ شرائطِ نماز ۲۶۴
❀ نماز میں دخول کی شرائط ۲۶۵
باب:۴ ...... نماز کی ادائیگی کی کیفیت ۲۷۵

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

❀ اندرونِ نماز کی شرائط ۲۷۶

❀ ارکان وسنن نماز ۲۸۳

باب: ۵ ...... قرأت کا بیان ۳۰۵

❀ قرأت کے اہم مسائل ۳۰۶

❀ قرأت کا بیان ۳۰۸

باب: ٦ ...... جماعت کا بیان ۳۱٦

❀ امامت کے اہم مسائل ۳۱۷

❀ امامت و جماعت کا بیان ۳۲۱

باب: ۷ ...... نماز کے منافی اُمور ۳۳۴

❀ نماز کے منافی امور ۳۳۵

❀ مکروہات ومفسدات نماز ۳۳۸

باب: ۸ ...... فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنے کے بیان میں ۳۵۱

❀ فوت شدہ نمازوں کے احکام ۳۵۲

❀ فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ اور مسائل ۳۵۳

باب: ۹ ...... وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ۳۵٦

❀ مکروہ اوقات ۳۵۷

❀ نماز کے مکروہ اوقات کا بیان ۳۵۹

باب: ۱۰ ...... سنت اور نفل نمازوں کا بیان ۳٦۳

❀ مسنون اور نفلی نمازوں کی ادائیگی ۳٦۴

❀ مسنون اور نفلی نمازوں کی ادائیگی کا بیان ۳٦٦

باب: ۱۱ ...... نماز جمعہ کا بیان ۳۷۵

❀ جمعہ کے اہم ترین فقہی مسائل ۳۷٦

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

❀ نماز جمعہ کا بیان ۳۸۰

باب: ۱۲...... عیدین کی نماز کا بیان ۳۹۳

❀ عیدین کے چند اہم مسائل ۳۹۴

❀ عید الفطر کا بیان ۳۹۶

❀ عید الاضحیٰ کا بیان ۴۰۹

باب: ۱۳...... مریض کی نماز کا بیان ۴۲۴

❀ مریض کی نماز کے اہم مسائل ۴۲۵

❀ صلوٰۃ المریض کا بیان ۴۲۷

باب: ۱۴...... صلوٰۃ المسافر کا بیان ۴۳۳

❀ مسافر کی نماز کا بیان ۴۳۴

❀ مسافر کے نماز کے احکام ۴۳۸

باب: ۱۵...... صلوٰۃ الخوف کا بیان ۴۵۲

❀ مسائل نمازِ خوف ۴۵۳

❀ نماز خوف کا بیان ۴۵۷

باب: ۱۶...... سجودِ سہو کا بیان ۴۶۱

❀ سجدۂ سہو کا بیان ۴۶۲

❀ سجود السہو کا بیان ۴۶۴

باب: ۱۷...... صلوۃ الکسوف کا بیان ۴۷۳

❀ صلوۃ الکسوف کا بیان ۴۷۴

❀ سورج گرہن کی نماز کے اہم مسائل ۴۷۵

باب: ۱۸...... صلوٰۃ الاستسقاء کا بیان ۴۷۹

❀ صلوۃ الاستسقاء کے اہم مسائل اور شرعی ثبوت ۴۸۰

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

❀ صلوٰۃ الاستسقاء کا بیان ۴۸۲
باب:۱۹......صلوٰۃ فی الکعبہ کا بیان ۴۸۶
❀ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں ۴۸۷
باب:۲۰......صلوٰۃ الجنازۃ کا بیان ۴۹۰
❀ نمازِ جنازہ کے مسائل کا بیان ۴۹۱
❀ نماز جنازہ کا بیان ۴۹۵
باب:۲۱......شہید کا بیان ۵۱۲
❀ شہید کے مسائل کا بیان ۵۱۳
❀ باب الشہید ۵۱۵
باب:۲۲......سجدۂ تلاوت کا بیان ۵۲۰
❀ سجدۂ تلاوت کے اہم فقہی مسائل ۵۲۱
❀ سجدۂ تلاوت کا بیان ۵۲۴

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ترجمۃ المولف :

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب :

ان کا نام احمد' ابوالحسین کنیت' قدوری نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ جائے پیدائش بغداد ہے جہاں آپ ۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ شجرۂ نسب یہ ہے: ابوالحسین احمد بن ابی بکر محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی القدوری۔

لفظ قدوری کی تحقیق :

مشہور مورخ ابن خلکان اپنی کتاب ''وفات الاعیان'' میں لکھتے ہیں کہ لفظ قدور (بضم قاف والدال وسکون الواو) قدر کی جمع ہے جس کے معنی ہانڈی یا دیگ کے ہیں۔ مصنف کے اس لقب سے ملقب ہونے کا سبب مجھے معلوم نہیں۔ البتہ صاحب مدینۃ العلوم نے اس بارے میں دو قول پیش کئے ہیں اور وہ یہ کہ یا تو قدر اس گاؤں کا نام ہے جس کے امام موصوف باشندے تھے دوسرے یہ کہ آپ کے آباؤ اجداد دیگ سازی کے پیشے سے منسلک تھے اس لیے وہ اس سے منسوب ہو کر قدوری کہلائے۔

تحصیل علم :

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے علم فقہ اور علم حدیث رکن الاسلام ابوعبداللہ محمد بن یحیٰ بن مہدی جرجانی متوفی ۴۱۸ھ سے حاصل کیا۔ جو امام ابوبکر احمد جصاص کے شاگرد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں اور ابوبکر جصاص شیخ ابوالحسن عبیداللہ کرخی کے شاگرد رشید ہیں اور امام کرخی شیخ ابوسعید بروعی کے خوشہ چیں ہیں اور ابوسعید بروعی علامہ موسیٰ رازی کے فیض یافتہ ہیں اور موسیٰ رازی امام محمد شیبانی کے علم پرورده اور مایۂ ناز فرزند ہیں۔ گویا امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ واسطوں سے امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا ہے۔

حدیث محمد بن علی بن سوید اور عبیداللہ بن محمد جوشنی سے روایت کرتے ہیں ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی صاحب تاریخ' قاضی' القضاۃ ابوعبداللہ محمد بن محمد وامغانی' قاضی مفضل بن مسعود بن محمد بن یحییٰ بن ابی الفرج تنوخی متوفی ۴۴۳ھ صاحب اخبار النحویین وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے حدیث لکھی ہے۔ آپ صدوق تھے اور حدیث کی روایات کم کرتے تھے۔ علامہ سمعانی فرماتے ہیں:

''کان فقیھا صدوقا انھت الیه ریاسة اصحب ابی حنیفة بالعراق وعز عندھم قدرہ وارتفع جاھه وکان حسن العبارۃ فی النظر مدیم التلاوۃ القرآن''۔

''آپ فقیہ اور صدوق تھے آپ کی وجہ سے عراق میں ریاست مذہب حنفیہ کمال پر پہنچی اور آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ آپ کی تقریر تحریر میں بڑی دل کشی تھی۔ آپ ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے تھے۔''

ابومحمد القاضی نے طبقات الفقہاء میں آپ کا تذکرہ کیا اور پرزور الفاظ میں آپ کی تعریف کی ہے۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے چھ واسطوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۵۰ھجری) سے علم حاصل کیا۔ ان کے اور شیخ ابوحامد اسفرائینی (متوفی ۴۰۸ھ) کے درمیان مدت تک مناظرے ہوتے رہے۔ انہوں نے متعدد تالیفات یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے ''کتاب التجرید'' بہت اہم ہے۔ یہ سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اصحاب حنفیہ اور شافعیہ کے اختلافی مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ باقی کتابوں میں کتاب التقریب، مسائل الخلاف، شرح ادب القاضی اور شرح مختصر الکرخی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ مسائل الخلاف میں علامہ قدوریؒ نے علل و دلائل کا ذکر کیے بغیر محض یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور اصحابِ ابو حنیفہ کے درمیان فروعی اختلافات کی نوعیت و ماہیت کیا ہے۔ جبکہ کتاب التقریب میں علامہ قدوریؒ نے فقہی مسائل کو دلائل و براہین کی کسوٹی پر رکھ کر واضح کیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی امام قدوریؒ کے بارے میں ''رسم المفتی میں رقم طراز ہیں کہ ''فقہاء کا پانچواں طبقہ اصحاب الترجیح کا ہے جیسے کہ علامہ ابوالحسن القدوری اور صاحب ہدایہ وغیرہ۔ ان اصحاب کبار کی امتیازی شان یہ ہے کہ یہ بعض روایات کو بعض پر یہ کہہ کر ترجیح دیتے ہیں کہ یہ روایت دیگر کے مقابلے میں زیادہ اولیٰ، زیادہ واضح، زیادہ صحیح اور قیاس کے زیادہ موافق ہے۔ چنانچہ اس میں لوگوں کے لیے زیادہ آسانی ہے۔

اہل کمال کی قدردانی:

اختلاف عقائد واختلاف جزئیات کے باوجود مخالفین سے حسن سلوک اور اہل کمال کی قدردانی ہمارے اسلاف کا عام شیوہ رہا ہے۔ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو حامد اسفرائنی شافعی کے مابین ہمیشہ علمی اور حدیثی مناظرے رہے ہیں، مگر امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ پھر بھی ان کی نہایت تعظیم کرتے تھے۔

فقہی مقام:

ابن کمال پاشا نے امام قدوری اور صاحب ہدایہ کو پانچویں طبقہ میں شمار کیا ہے جن کی کارکردگی صرف اتنی ہی ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے جو مختلف روایتیں ہوں ان میں سے کون افضل ہے اور کون مفضول اس کے متعلق وضاحت سے بتاتے ہیں:

'' کقولھم ھذا اولیٰ. ھذا اصح روایۃ''

لیکن اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حضرات قاضی خاں وغیرہ سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بڑھے ہوئے ہیں اور بالغرض بڑھے ہوئے نہ ہوں تو برابر کے ضرور ہیں۔ پس امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تیسرے طبقہ میں شمار کرنا چاہے۔

کرامت عجیبہ:

زیر نظر کتاب ''مختصر القدوری'' کا خلاصہ ہے۔ مختصر القدوری آج سے قریباً ایک ہزار برس پیشتر کی تصنیف ہے۔ اس کے مؤلف نے بیسیوں کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل اخذ کر کے اسے ترتیب دیا ہے۔ اس کی مقبولیت اور عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ کم وبیش تیس علماء نے اس کی شرحیں لکھیں جن میں حنفی فقہ کی شہرہ آفاق کتاب الھدایہ نہایت بلند مقام کی حامل اور مستند تصور کی جاتی ہے۔ کتاب مختصر القدوری کا متن بالعموم تمام دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ شارح کتاب الھدایہ علامہ بدرالدین عینی نے اس کے بارے میں ایک حیرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی تالیف سے فارغ ہوئے تو اسے ہمراہ لے کر سفر حج پر چلے گئے۔ جب فریضۂ حج ادا کر چکے تو حق تعالیٰ سے دعا کی: ''بارالہا! اگر مجھ سے اس کی تالیف کے دوران کوئی بھول چوک یا خطا ہوگئی ہے تو مجھے اس پر مطلع فرمادے۔'' اس کے بعد جب انہوں نے کتاب کھول کر اس کے ایک ورق کا معائنہ کیا تو پانچ چھ مقامات سے متن کا کچھ حصہ غائب ہو چکا تھا۔

بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر
ہنرپرور اپنے بھی عیب وہنرکو دیکھتے ہیں

مختصر القدوری انتہائی قدیم اور معتبر ترین متن ہے۔ اس میں علامہ نے بڑی عرق ریزی اور دیدہ وری سے چھان بین کر کے اکٹھ کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل کا انتخاب ہے۔ یہ کتاب عہد تصنیف سے آج تک پڑھی جارہی ہے۔ رب کریم نے اس کتاب کی عظمت حنفی مسلمانوں میں اس بڑھا دی ہے کہ طاش کبریٰ زادہ نے لکھا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے:

”ان هذا المختصر تبرك به العلماء حتی جرّبوا قرأته اوقات الشدائد و ایام الطاعون۔“

”علماء نے اس کتاب سے برکت حاصل کی ہے، مصائب اور طاعون میں اس کو آزمایا ہے۔“

صاحب ”مصباح انوار الادعیہ“ نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اس کو حفظ کر لے وہ فقر و فاقہ سے مامون رہے گا۔ نیز جو شخص اس کو کسی صالح استاد سے پڑھے اور وہ ختم کے وقت برکت کی دعا کرے تو ان شاء اللہ! وہ اس کے مسائل کے شمار کے موافق دراہم کا مالک ہوگا۔

کشف الظنون وغیرہ میں اور چیزیں بھی اس سلسلہ میں نقل کی گئی ہیں۔ کم ازکم اتنا تو ہمیں بھی ماننا چاہئے کہ مصنف کے تقویٰ اور تقدس کا اثر پڑھنے والوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

رحلت:

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے شہر بغداد میں بعمر 66 سال اتوار کے روز ۵ رجب ۴۲۸ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اسی روز درب ابی خلف میں مدفون ہوئے لیکن بعدازاں آپ کی نعش کو شارع منصور کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ اب آپ ابوبکر خوارزمی حنفی کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ مادہ تاریخ وفات ”لامع الغور“ ہے۔

ہزاراں فیض برجان وتنش باد
بجاناں دیدۂ جاں روشنش باد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۱

وضو کے بیان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۱

فرائضِ وضو کا بیان

''قال اللہ تعالیٰ: ((یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ)) (المائدۃ :۵/۶) ''ففرض الطھارۃ غسل الاعضاء الثلثلۃ ومسح الراس والمرفقان والکعبان یدخلان فی فرض الغسل عند علمائنا الثلثلۃ خلاف الزفروالمفروض فی مسح الراس مقدارالناصیۃ وھو ربع الراس لماروی المغیرۃ بن شعبۃان النبیﷺ اتی سباطۃ قوم فبال وتوضاومسح علی الناصیۃ وخفیہ۔''

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:'' اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ دھولو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔ فرائض طہارت میں تینوں اعضاء کا دھونا اور سر کا مسح کرنا شامل ہے۔ کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے فرض میں داخل ہیں۔ ہمارے تینوں علماء کے نزدیک برخلاف امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے۔ فرض سر کے مسح میں پیشانی کی مقدار ہے اور وہ چوتھائی سر ہے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک قوم کی روڑی پر تشریف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لائے اور پیشاب کر کے وضو کیا اور مقدار ناصیہ کا مسح کیا اور دونوں موزوں پر بھی مسح کیا۔"

مفردات:

"**اذاقمتم الی الصلوٰۃ**: ای اردتم القیام الی الصلوٰۃ وانتم محدثون."

"جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ کا معنی ہے کہ جب تم نماز کی طرف قیام کا ارادہ کرو اور تم بے وضو ہو تو وضو کرو۔"

"**فاغسلوا**: غسل بفتح غین لغت میں کسی چیز پر بہا کر میل کچیل دور کرنے کو کہتے ہیں اور غسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو کہتے ہیں۔ غسل اس پانی کو بھی کہتے ہیں جس سے غسل کیا جائے اور غسل بکسر غین خطمی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے سر دھویا جاتا ہے۔ شرعاً پانی بہانے کو غسل کہتے ہیں اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے۔ شیخ برہان الدین کی کتاب "الفیض" میں ٹپکنے کا کمتر درجہ یہ ہے کہ دو بوندیں ٹپکیں۔

وجوھکم: وجوہ وجہ کی جمع ہے بمعنی چہرہ

ایدیکم: ایدی ید کی جمع ہے بمعنی ہاتھ۔

الی المرافق: مرافق جمع ہے بمعنی کہنی۔

وامسحوا : مسح کے معنی بھیگا ہوا ہاتھ پھیرنا۔

برؤسکم :رؤس رأس کی جمع ہے بمعنی سر۔

ارجلکم: ارجل رجل کی جمع ہے بمعنی پاؤں۔

الی الکعبین: کعبین کعب کا تثنیہ ہے بمعنی اُبھری ہوئی ہڈی یعنی ٹخنہ اس سے لفظ کاعب ہے بمعنی نوخیز اور اُبھری ہوئی پستان والی لڑکی۔

ناصیہ: پیشانی۔ سر کے چار حصے ہیں...... ناصیہ ، قذال اور فودان۔ پس سر کے جس حصہ کے بالوں کی روئیدگی آگے کی جانب ہے اس حصے کو ناصیہ کہتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مغیرہ بن شعبہ: کا تلفظ بضم میم و کسر غین ہے۔ یہ مشہور صحابی ہیں۔ غزوۂ خندق کے سال مشرف باسلام ہوئے آخری عمر میں کوفہ میں قیام فرمایا اور وہیں پر 50 یا 51 ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے 136 حدیثیں مروی ہیں۔

سباطہ: روڑی۔

فبال: یہ باب نصر سے واحد مذکر غائب فعل ماضی مطلق مثبت معروف کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: بول اور پیشاب کرنا۔

خفیہ: خف کی تثنیہ ہے بمعنی موزہ۔ یہ اصل میں خفین تھا تثنیہ کا نون ہا ضمیر کی طرف اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔''

مسائل و دلائل

اقسام طہارت:

طہارت کی دو قسمیں ہیں:

1: طہارت صغریٰ (وضو)

2: طہارت کبریٰ (غسل)

وضو کا بیان مقدم کیوں:

مصنف نے وضو کے بیان کو بیان غسل پر مقدم کیا ہے کیونکہ آیت وضو اور تعلیم جبرائیل علیہ السلام میں وضو ہی مقدم ہے۔ نیز بمقابلہ غسل وضو کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے۔ پھر صاحب کتاب نے تیمناً اور تبرکاً بحث کی ابتدا قرآن کریم کی آیت سے کی ہے۔ نیز دلیل چونکہ رتبے کے اعتبار سے مقدم ہوتی ہے۔ اس لیے اولاً آیت کریمہ کو ذکر کیا۔ اس کے بعد فرضیت وضو کے دعوے کو اس پر مرتب کیا۔

آٹھ چیزیں:

آیت مقدسہ ایسی آٹھ چیزوں پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک مثنی یعنی دو دو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے:

1: **طہارتین** (وضواور غسل)

2: **مطرین** (پانی اور مٹی)

3: **حکمین** (دھونا اور مسح)

4: **موجبین** (حدث اور جنابت)

5: **مبیحین** (مرض اور سفر)

6: **دلیلین** (وضو میں دلیل تفصیلی کہ غسل و مسح اعضاء کو بالتفصیل بتایا اور غسل میں دلیل اجمالی کہ اس میں بطریق اجمال صرف " **فاطھروا** "فرمایا۔

7: **کنایتین** (غایت جو قضاء حاجت بشریٰ سے کنایہ ہے اور ملامست جو جماع سے کنایہ ہے)

8: **کرامتین** (تطہیر ذنوب اور اِتمام نعمت)

اِذا اور اِنَّ:

جب وقوع شرط کا یقین یا امید قوی ہو تو لفظ "**اذا**" استعمال ہوتا ہے اسی لیے وضو کی بابت کلمہ " **اذا**" آیا ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نماز امور لازمہ ثابتہ میں سے ہے اور بنظر دیانت مسلم غالب الوجود ہے اور جب وقوع شرط کا یقین نہ ہو یعنی اس کے ہونے اور نہ ہونے میں "تردد ہو تو کلمۂ "**اِنَّ**" استعمال کرتے ہیں۔ جنابت کی بابت اسی لیے کلمہ " اِنَّ" آیا ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنابت امور عارضہ میں سے ہے اور قلیل الوجود ہے۔

آیت کے نزول سے پہلے وضو تھا؟:

سوال : آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ آیت باتفاق مفسرین مدنی ہے یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اور نماز کی فرضیت اس سے بہت پہلے مکہ میں ہو چکی تھی ۔معلوم ہوا کہ آیت کے نزول تک آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بلا وضو نماز پڑھی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جواب : اس سے بلاوضو نماز پڑھنا لازم نہیں آتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وضو کا ثبوت وحی غیر متلو کے ذریعے سے ہو یا اس سلسلے میں شریعت سابقہ پر عمل ہو۔ جس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ نے اعضاء وضو کو تین تین بار دھو کر ارشاد فرمایا:

''هذا وضوئی ووضؤ الانبیاء من قبلی''

''یہ میرا وضو ہے اور ان پیغمبروں کا وضو ہے جو مجھ سے پہلے تھے۔''

پاؤں دھونا:

☆ : ''اپنے پاؤں دھولو۔''

''**ارجلکم**'': کو حضرت نافع، ابن عامر، کسائی، یعقوب اور امام حفص نے لام کے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر قراء کی قرأت جر (زیر) کے ساتھ ہے۔ پہلی قرأت کا مفاد یہ ہے کہ دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے کیونکہ قرأت نصب کے مطابق اس کا عطف ''**وجوه**'' پر ہے اور اعضاءِ مغسولہ میں داخل ہے۔ سنت متداولہ عمل صحابہ اور اجماع اہل سنت اسی پر ہے۔ اکثر ائمہ کے اقوال اور ''**الی الکعبین**'' کے ساتھ تحدید اس کی مؤید ہے کیونکہ مسح کا محدود ہونا معہود نہیں بلکہ تحدید مغسولات ہی میں وارد ہے۔

دوسری قرأت کا مفاد یہ ہے کہ پاؤں پر مسح کرنا کافی ہے۔ رافضیوں کا مذہب یہی ہے۔ یہ لوگ ''**ارجلکم**'' کو ''**رؤس**'' پر معطوف مانتے ہیں اور ر کے کسرہ کی قرأت کو اپنی حجت کہتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ کسرہ محض محاورۃً اور قرب کے لحاظ سے ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور قرآن پاک واشعار عرب میں اس کے نظائر بکثرت موجود ہیں۔ صاحب کشاف نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ پاؤں چونکہ پانی بہا کر دھوئے جاتے ہیں جس میں اسراف مذموم کا امکان ہے اس لیے ''**ارجلکم**'' کا عطف ممسوح پر کیا گیا تا کہ اس بات کی تنبیہ ہو جائے کہ پانی بہانے میں اسراف نہیں ہونا چاہیے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نصب کی صورت اثباتِ غسلِ رجل کے لیے ہے اور جر کی صورت اثباتِ جوازِ مسح علی الخفین کے لیے ہے۔''

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس آیت کی بابت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول احسن الاقوال ہے۔ ابن الجوزی نے بھی اس کی تحسین کی ہے۔''

بہرکیف احادیث صحیحہ سے یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت ہے کہ پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف کو واپس ہوئے۔ راہ میں ایک چشمہ پر پہنچے تو لوگ جلدی جلدی عصر کے لیے وضو کر کے واپس ہو گئے۔ اس حال میں کہ ان کے ٹخنے چمک رہے تھے یعنی ان پر پانی نہیں پہنچا تھا۔ یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ویل للاعقاب من النار اسبغوا الوضوء۔''

''جہنم کی آگ ہے ان پاؤں کے لیے جو وضو میں خشک رہ جائیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میرے نزدیک پاؤں کاٹ ڈالنا پسندیدہ تر ہے اس سے کہ میں پاؤں میں موزے نہ ہونے کی حالت میں قدمین پر مسح کروں۔

امام محمد باقر بطریق زین العابدین بواسطہ حسن بن علی حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے وضو کیا اور دونوں پاؤں دھوئے پھر فرمایا:

''میں تمہیں یہ دکھانا چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کرتے تھے۔ آپ کا طریقہ بھی یہی تھا جس طرح میں نے وضو کیا ہے۔''

اسی طرح حارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ کہتے تھے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم دونوں پاؤں دھوڈالا کرو جیسا کہ تمہیں حکم ہے۔''

(کلینی)

مولانا نظام الدین کیرانوی نے ''التنقیح الضروری'' میں نقل کیا ہے کہ رافضیوں کا ایک مجتہد کلینی پڑھا رہا تھا اور اس کے اردگرد بہت سے طلبہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یکا یک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہی پاؤں دھونے والی حدیث کلینی میں نکل آئی۔ اس پر تمام طلبہ ازراہِ تعجب ایک دوسرے کو تکنے لگے کیونکہ وہ اہل سنت و جماعت کے مذہب کے موافق تھی۔ پس سب نے یک زبان ہوکر مجتہد سے سوال کیا۔ اس نے کہا:

''اس کی شرح لاؤ۔''

وہ شرح لائے تو اس میں یہ نکلا کہ ان دنوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر رکھا تھا۔ اس جواب سے خود مجتہد کو بھی تعجب ہوا اور اس نے سر جھکالیا اور بہت دیر تک سوچ کر بولا کہ میرے خیال میں تو اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس حدیث کے راویوں میں جرح قدح کی جائے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

وضو کے چار فرائض:

''طہارت کے فرائض۔''

اس عبارت میں بتایا جارہا ہے کہ فرائض وضو چار ہیں۔ چہرہ کا اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت اور دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

چہرہ:

☆: ''اپنے چہرے دھولو۔''

چہرہ کی حد ہدایہ اور کنز وغیرہ میں یوں مذکور ہے:

''ھو من قصاص شعرہ الی اسفل ذقنہ والی شحمتی الاذن''

''چہرہ کی حد لمبائی میں سر کے بالوں کی آخری حد سے ٹھوڑی کے نیچے تک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے۔"

اس تعریف پر **اغم**' **اصلع** اور **انزع** کا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ **اغم** وہ شخص ہے جس کے بال سر سے اُتر کر پیشانی پر جمے ہوں۔ **اصلع** وہ ہے جس کے مقدم سر پر بال نہ ہوں۔ **انزع** وہ ہے جس کی پیشانی کی دونوں جانبیں بالوں سے خالی ہوں۔ اب تعریف مذکور سے **اصلع** اور **انزع** کو سر کا دھونا اور **اغم** کی پیشانی کے دھونے کا ساقط ہونا لازم آتا ہے۔ اس لیے **وجه** کی تعریف میں صاحب درمختار وغیرہ کا قول:

"من مبدأ سطح وجهه الى اسفل ذقنه۔"

بہتر ہے کیونکہ یہ تعریف **اغم** اور **اصلع** وغیرہ سب کو شامل ہے۔

اعضائے ثلاثہ:

☆: "تین اعضاء کو دھونا۔"

یہاں اعضاء ثلاثہ سے مراد چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ہیں۔

سوال: اعضاء مغسولہ تو درحقیقت پانچ ہیں نہ کہ تین؟

جواب: صاحب کتاب نے ان کو تین اس لیے کہا ہے کہ **یدین** (دونوں ہاتھ) اور **رجلین** (دونوں پاؤں) حکم میں بمنزلہ عضو واحد ہیں۔ کیونکہ جب اشیاء متفرقہ خطاب واحد کے تحت میں داخل ہوں تو وہ شئے واحد کے درجہ میں ہوتی ہیں۔

کہنیوں اور ٹخنوں کو دھونا:

☆: "ہاتھ دھونا کہنیوں سمیت اور پاؤں دھونا ٹخنوں سمیت۔"

اس عبارت کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

"وایدیکم الی المرافق"

"دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے جائیں۔"

"وارجلکم الی الکعبین"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''اور پاؤں دھوئے جائیں ٹخنوں سمیت۔''

اس آیت میں ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ہاتھ پاؤں کے دھونے میں کہنیاں اور ٹخنے داخل ہیں اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خارج ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جب کسی چیز کی انتہا بیان کی جاتی ہے تو اس میں خود انتہا داخل نہیں ہوتی جیسا کہ روزے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''فاتموا الصیام الی اللیل'' (البقرۃ :۲/۱۸۷)

''روزے کو رات تک پورا کرو۔''

اس میں غایت یعنی رات مغیا یعنی روزہ میں بالاتفاق داخل نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی کہنیاں اور ٹخنے ہاتھ پاؤں کے حکم داخل نہیں ہونے چاہئیں۔

ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک دونوں غاتیوں میں فرق ہے۔ لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ ہاتھ پاؤں کا اطلاق پورے اعضاء پر ہوتا ہے۔ اگر یہ حد نہ بتائی جاتی تو بظاہر تمام اعضاء ہی مراد ہوتے۔ اس لیے یہاں الی اسقاطِ غایت کے لیے نہیں بلکہ اسقاط اور غایت کے لیے ہے یعنی کہنیاں اور ٹخنے حکم غسل (دھونے کے حکم) میں داخل ہیں اور ان سے باہر کا حصہ خارج، بخلاف روزہ کے کہ اس کا اطلاق ایک گھڑی کھانے، پینے اور جماع سے رکنے پر بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے وہاں ''اِلیٰ'' مدِ حکم کے لیے ہے نہ کہ اسقاط کے لیے یعنی روزہ کا حکم صبح سے کھینچ کر شام تک لانا ہے اور رات کو اس حکم سے خارج کرنا ہے۔

اقسام غایات:

غایات کی چار قسمیں ہیں:

1: غایتِ مکان

2: غایتِ زمان

3: غایتِ عدد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

4: غایتِ فعل

غایتِ مکان کی مثال جیسے:

''من هذا الحائط الی هذاالحائط ''

غایتِ زمان کی مثال جیسے:

''ثم اتمواالصیام الی اللیل'' (البقرة : ۱۸۷/۲)

ان دونوں میں غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی۔

غایتِ عدد کی مثال جیسے:

''انت طالق من واحدةالی ثلاث''

اس میں **رأسها** کو منصوب پڑھا جائے تو غایت مغیا میں داخل ہوگی اور حتی واؤ کے معنی میں داخل ہوگا اور اگر مجرور پڑھا جائے تو داخل نہ ہوگی اور حتی الی کے معنی میں ہوگا۔

سر کے مسح کی مقدار:

☆: ''فرض سر کے مسح میں پیشانی کی مقدار ہے اور وہ چوتھائی سر ہے۔''

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ مسح رأس میں ناصیہ کی مقدار پر مسح کرنا ضروری ہے جس کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی روڑی پر تشریف لائے اور پیشاب سے فراغت کے بعد وضو کرتے ہوئے بقدر (ناصیہ) پیشانی سر پر اور دونوں موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح مسلم۔ سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، طحاوی، سنن دارقطنی، سنن بیہقی، طبرانی کبیر، مسند احمد)

یہ حدیث بلا اختلاف صحیح اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت ہے جو تین بالوں کے مسح کو کافی سمجھتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بھی حجت ہے جو تمام سر کے مسح کو فرض کہتے ہیں۔

سوال: حدیث مغیرہؓ اخبار آحاد میں سے ہے اور خبر واحد کے ذریعے سے کتاب اللہ پر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زیادتی جائز نہیں۔ لہٰذا اس سے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت ثابت کرنا صحیح نہیں۔

جواب: یہ کتاب اللہ پر زیادتی نہیں ہے بلکہ کتاب اللہ اس سلسلہ میں مجمل ہے اور حدیث مذکور اس کی تفصیل بیان کر رہی ہے۔

مسح رأس کی مقدار کے سلسلہ میں احناف سے تین روایتیں منقول ہیں:

1: پہلی روایت جو سب سے زیادہ مشہور اور فقہ کے معتبر متون میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔

2: دوم یہ کہ مقدار ناصیہ فرض ہے۔ صاحب کتاب کے نزدیک یہی مختار ہے۔ اسی کو صاحب کتاب اور صاحب ہدایہ نے سر کا چوتھائی حصہ کہا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ ناصیہ چوتھائی سر سے کچھ کم ہے۔

3: سوم یہ کہ تین انگلیوں کی مقدار ہے۔ بدائع میں ہے کہ یہ اصول کی روایت ہے اور ظہیریہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لیکن خلاصہ میں ہے کہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ اس لیے بعض متاخرین نے کہا ہے کہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہر الراویہ ہے نہ کہ امام اعظمؒ سے۔

حدیث حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے چھ باتیں مستفاد ہوتی ہیں:

1: غیر کی مملوکہ جگہ جب کہ وہ خراب وویران ہو تو اس میں مالک کی اجازت کے بغیر داخل ہوا جا سکتا ہے۔

2: اس طرح کی جگہ میں پیشاب کر سکتا ہے پاخانہ نہیں کر سکتا کیونکہ پیشاب زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور اس کا اثر باقی نہیں رہتا۔

3: پیشاب ناقض وضو ہے۔

4: پیشاب کے بعد فوراً وضو کر لینا مستحب ہے۔

5: مسح رأس میں ناصیہ کی مقدار پر مسح کرنا ضروری ہے۔

6: موزوں پر مسح کرنا ثابت وجائز ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سوال : حدیث مغیرہؓ سے دلیل پکڑنا دلیل مطابق دعویٰ نہیں ہے کیونکہ دعویٰ مقدار ناصیہ ہے اور دلیل اس پر دال ہے کہ مسح بعینہٖ ناصیہ پر ہے۔

جواب: مدعا رُبعِ رأس ہے اور مسح علی الناصیہ ظاہراً رُبع رأس کے موافق ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا دلیل مدعا کے موافق ہے۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۲

سنن وضوء کا بیان

وسنن الطهارة غسل اليدين ثلٰثا قبل ادخالهما الاناء اذااستيقظ المتوضی من نومهٖ وتسمية اللّٰه تعالیٰ فی ابتداء الوضوء والسواك والمضمضة والاستنشاق ومسح الاذنين وتخليل اللحية والاصابع وتكرار الغسل الى الثلٰث۔"

"اور وضو کی سنتیں یہ ہیں: دونوں ہاتھ تین بار دھونا ہے برتن میں ڈالنے سے پہلے جب بیدار ہو وضو کرنے والا نیند سے، بسم اللہ پڑھنا وضوء کے شروع میں، مسواک اور کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، دونوں کانوں کا مسح کرنا، داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا اور اعضاء کو تین تین بار دھونا۔"

مفردات:

سنن: سنت کی جمع ہے۔ سنت کا معنی ہے: دستور اور طریقہ جبکہ سنن سے مراد ہیں "طریقے"۔

ادخال: داخل کرنا۔ یہ باب افعال کا مصدر ہے۔

الاناء: برتن۔

استیقظ: بیدار ہونا۔

نوم: نیند۔

تسمیه: بسم اللہ پڑھنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

السواک : مسواک کرنا۔

مضمضة : کلی کرنا۔

استنشاق: ناک میں پانی ڈالنا۔

اذنین: اذن کا تثنیہ ہے بمعنی کان۔

تخلیل: خلال کرنا۔

لحیة: داڑھی۔

الاصابع :اصبع کی جمع ہے بمعنی انگلی۔

مسائل ودلائل

سنت کا مفہوم:

سنن سنت کی جمع ہے۔ازروئے لغت سنت مطلق طریقہ کو کہتے ہیں۔وہ پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ اس میں کوئی فرق نہیں۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''من سن سنة حسنة کان له ثوابها وثواب من عمل بها الی یوم القیامة ومن سن سنة سیئة کان علیه وزرها و وزر من عمل بها الی یوم القیامة.''

''جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس کے عمل اور اس کے عمل پر عمل کرنے والے کے عمل کا ثواب قیامت تک ملتا رہے گا اور جس نے برا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس کے عمل کا گناہ اور اس کے عمل کی موافقت عمل کرنے والے کے عمل کا گناہ قیامت تک ملتا رہے گا۔''

اس حدیث مبارکہ میں اچھے اور برے دونوں طریقوں کے لیے لفظ ''سنت'' استعمال کیا گیا ہے۔

عرف شرع میں سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جس پر آنحضرت ﷺ نے بطریق عبادت مواظبت (ہمیشگی اختیار) کی ہو۔گا ہے گا ہے کم کرنے کے ساتھ عبادت کی قید

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے وہ طریقہ خارج ہوگیا جس پر مواظبت بطریق عادت ہو جیسے دائیں جانب کا خیال کہ یہ مفید استحباب ہوتا ہے۔

بعد از فرائض وضو:

مصنف نے وضو کے فرض بیان کرنے کے بعد سنتوں کو ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وضو میں کوئی شئے واجب نہیں اگر ہوتی تو اس کو سنتوں سے پہلے اور فرضوں کے بعد ذکر کرتے اس واسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہے تو غایت تصنیف اس کی تقدیم کی مقتضی ہے پھر مصنف سنت کو بصیغہ جمع لائے ہیں اس واسطے کہ سنت از روئے دلیل واز روئے حکم ہر دو لحاظ سے جداگانہ ہے۔

سنت اور فرض میں فرق:

چنانچہ ارکان وضو کی دلیل صرف ایک ہے یعنی آیت وضو اور سنتوں کی ادلہ احادیث جداگانہ ہیں نیز ہر سنت کا حکم یعنی ثمرہ وثواب بھی جداگانہ ہے۔ بایں معنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کردی تو جس سنت کو ادا کیا ہے اس کا ثواب ملے گا۔ بخلاف ارکان وضو کے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کردیا تو کچھ ثواب نہ ہوگا۔

ہاتھ برتن میں ڈالنے سے پہلے دھونا:

☆: ’’دونوں ہاتھ تین بار دھونا سنت ہے برتن میں ڈالنے سے پہلے جب بیدار ہو وضو کرنے والا نیند سے۔‘‘

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ابتدائے وضو میں دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک تین بار دھونا ضروری ہے کیونکہ ہاتھ آلۂ طہارت ہے۔ لہٰذا ابتداء اس کی پاکی سے ہونی چاہئے نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’اذا استیقظ احدکم من منامه فلیغسل یدیه قبل ان یدخلهما

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الاناء فی وضوءہ فان احدکم لایدری این باتت یدہ۔‘‘

(الصحیح البخاری)

’’جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہوتو چاہئے کہ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھولے کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا۔‘‘

مصنف نے اس کو’’استیقاظ من النوم‘‘ کے ساتھ جو مقید کیا ہے (اور حدیث میں بھی یوں ہی ہے) یہ قید اتفاقی ہے نہ کہ احترازی کیونکہ یہ غسل (دھونا) خواب سے بیدار ہونے والے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر وضو کرنے والے کے لیے سنت ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے اپنے وضو میں غسل یدین کی تقدیم بلا تقیید نوم مروی ہے۔ پھر بعض حضرات کے نزدیک یہ غسل قبل از استنجاء سنت ہے اور بعض کے نزدیک بعداز استنجاء لیکن مجتبیٰ میں ہے کہ اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں سنت ہے۔ قاضی خاں نے اسی کی تصحیح کی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک استیقاظ من النوم برابر ہے رات میں ہو یا دن میں۔ البتہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’اگر دن میں سوکر اُٹھا تو مستحب ہے اور رات میں سوکر اُٹھا تو واجب ہے۔‘‘

ہاتھ تین مرتبہ دھونے کی حدیث صحاح ستہ میں منقول ہے۔ البتہ بخاری میں تین دفعہ دھونا مذکور نہیں۔ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی اور دارقطنی نے تین مرتبہ اور امام ترمذی وابن ماجہ نے دو یا تین دفعہ اور طحاوی نے باسناد جید ایک، دو اور تین دفعہ دھونا روایت کیا ہے۔ نیز بزار کی روایت میں ’’**فلا یغمسن**‘‘ نون تاکید کے ساتھ بھی مروی ہے۔

تسمیہ پڑھنا:

☆: ’’وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھی سنت ہے۔‘‘

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے کیونکہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''**لاوضو لمن لم یسم اسم اللہ تعالیٰ**''۔

''بسم اللہ کے بغیر وضو نہیں ہوتا۔''

منشاء حدیث نفی فضیلت ہے مگر تسمیہ سے مراد خاص کر **بسم اللہ الرحمن الرحیم** نہیں ہے بلکہ مطلق ذکر مراد ہے۔ محیط میں ہے کہ اگر **لاالہ الااللہ ،الحمدللہ** یا **اشھدان لاالہ الااللہ** کہہ لیا جائے تو سنت ادا ہو جائے گی۔

البتہ دبوسی رحمۃ اللہ علیہ نے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کو اور اکمل و خبازی نے **بسم اللہ العظیم والحمدللہ علی دین الاسلام** کو افضل کہا ہے۔ پھر صاحب ہدایہ نے آغاز وضو میں تسمیہ کو مستحب مانا ہے اور اسی کو واضح کہا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس کو مستحب کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے جب کہ اس کے مسنون ہونے پر احادیث کثیرہ شاہد ہیں۔ اگر ان کے معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہوتی تو ان کا اقتضاء وجوب ہوتا جیسا کہ علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی بھی ہے۔''

لہٰذا اس کو سنت ہی کہنا صحیح ہے جیسا کہ صاحب کتاب نے کہا ہے۔

مسواک کرنا:

☆: ''وضو کے شروع میں مسواک کرنا بھی سنت ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے مسواک کو پابندی کے ساتھ کیا ہے۔ نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''**لولاان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل وضو**۔''

(سنن نسائی، ابن خزیمہ، موطا امام مالک عن ابی ہریرہ)

''اگر مجھے امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو ہر وضو کے لیے مسواک کا حکم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دیتا۔ پھر مسواک کے مسنون ہونے میں تین قول ہیں:

1: مسواک سنت وضو ہے۔ اکثر احناف اسی کے قائل ہیں۔

2: مسواک سنت نماز ہے۔ شوافع اسی کے قائل ہیں۔

3: سنت دین ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہی منقول ہے۔

اسلام جہاں مسلمانوں کو روحانی پاکیزگی کا حکم دیتا ہے، وہاں اس کی تعلیمات مسلمانوں کے جسم ولباس کی تطہیر کا بھی درس دیتی ہیں۔ اگر اسلامی طہارت کے طریقوں پر غور کیا جائے تو اس کا معیار سائنس کے طریقوں سے بھی اعلیٰ وارفع نظر آئے۔ نماز سے پہلے مسواک اور وضو کا حکم دیا گیا۔ یہ روحانی و جسمانی دونوں فوائد پر حاوی ہے، اسی وجہ سے خود مسواک کو روحانی عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

ایک مسلمان پنج گانہ نماز میں ایک دن میں پندرہ مرتبہ منہ کو صاف کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان نمازی آدمی کا منہ اندر سے بالکل صاف رہتا ہے۔ نمازی نے نماز میں بزرگ وبرتر خالق ومالک کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اس کی حمد وثناء بیان کرنا ہوتی ہے لہٰذا منہ کا صاف وپاک ہونا ازحد ضروری ولازمی ہے۔ منہ صاف نہ ہو تو بدبو آتی ہے، ساتھ والے نمازی بھی متنفر اور بیزار ہوتے ہیں، نیز گندے منہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور عبادت کا انسان کے دل ودماغ پر اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی نماز میں خشوع وخضوع حاصل ہوتا ہے۔ اگر مسواک اور پانی سے منہ کو اچھی طرح صاف کر لیا جائے تو منہ میں ایسی شعاعیں (Rays) بن جاتی ہیں جن کے باعث تلاوتِ قرآن اور حمد وتسبیح میں حلاوت وسرور پیدا ہوتا ہے۔

منہ کی صفائی کے لیے مسواک کرتے رہنے سے دانت مضبوط اور چمکدار ہو جاتے ہیں۔ دانتوں کے متعدد امراض کا خطرہ نہیں رہتا۔ جبڑے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ آدمی کی قوتِ ذائقہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور آدمی گلے وغیرہ کی بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔

احادیث میں مسواک کے بڑے فضائل ذکر ہوئے ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

1: رسول اللہ ﷺ نے مسواک کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ فرمایا!

''مسواک کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس میں پندرہ خوبیاں ہیں:

(1): منہ کو پاک وصاف کرتی ہے۔

(2): اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے۔

(3): شیطان ناخوش ہوتا ہے۔

(4): فراخدستی اور خوشحالی حاصل ہوتی ہے۔

(5): میری (رسول اللہ ﷺ کی) سنت ہے۔

(6): ناخونہ (آنکھ کی) بیماری دور ہو جاتی ہے۔

(7): بینائی میں صفائی پیدا ہوتی ہے۔

(8): حرارت کی تکلیف دور ہو جاتی ہے۔

(9): سر کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

(10): منہ خوشبودار ہو جاتا ہے۔

(11): بلغم قطع ہو جاتی ہے۔

(12): مسوڑھے مضبوط ہو جاتے ہیں۔

(13): فرشتے مسواک کرنے والے سے محبت کرتے ہیں۔

(14): افلاس اور تنگدستی دور ہو جاتی ہے۔

(15): مسواک کرکے جو نماز ادا کی جائے اس کا ثواب ساٹھ سے زیادہ نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔''

2: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''مسواک سے غفلت نہ کرو کیونکہ یہ داڑھ کے درد کو دور کرتی ہے، اس کے ساتھ دانت چمکدار رہتے ہیں اور اس کے استعمال سے قوتِ حافظہ زیادہ ہو جاتی ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

3: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''جمعہ کے دن مسواک کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔''

4: آنحضرت ﷺ نے فرمایا!

''پیغمبروں کی صفات میں سے ایک صفت مسواک کرنا بھی ہے۔''

5: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

''کھانا کھانے کے بعد مسواک کرنا دو کمسن غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔''

6: حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا ارشادِ عالی شان ہے!

''مسواک کر کے نماز پڑھنا اس نماز سے ستر درجہ افضل ہے جس کے وضو میں مسواک نہ کی گئی ہو۔''

7: نبی رحمت ﷺ نے فرمایا!

''جبرائیلِ امین علیہ السلام نے مسواک کی اتنی فضیلت بیان کی اور اس کے استعمال کی اتنی تاکید کی گویا کہ مجھے خوف محسوس ہوا کہ کہیں مسواک مجھ پر اور میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔''

8: نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

''تم لوگ مسواک سے اپنے منہ پاک اور صاف رکھو کیونکہ یہی منہ کا حق ہے۔''

9: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لولا ان اشق علیٰ امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوۃ''

(الصحیح المسلم، باب السواک، صفحہ نمبر 589)

''اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

10: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''مسواک کرنا پیغمبروں کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(سنن ترمذی، باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیہ، صفحہ نمبر 1080)

11: رسول اللہ ﷺ نے مسواک کرنے کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا!

(1): ''مسواک کرنا طریقِ انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہے اوران کی ہدایت کا گویا طالب ہونا ہے۔

(2): مسواک کرنے والے سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں اور عظمت و نور کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے رہتے ہیں۔

(3): مسواک سے دانت صاف و چمک دار رہتے ہیں۔

(4): مسواک کرنے والے کے گھر سے مسجد تک فرشتے اس کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔

(5): تمام فرشتے اور حاملانِ عرش مسواک کرنے والے کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

(6): مسواک کرنے والے کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں تاکہ وہ جس دروازے سے چاہے بغیر حساب و کتاب کے داخل ہو جائے۔

(7): قیامت تک جس قدر لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے مسواک کرنے والے کو ان کی تعداد کے موافق قیامت کے دن نیکیاں ملیں گی۔

(8): مسواک کرنے والے پر دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

(9): تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام مسواک کرنے والے کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

(10): مسواک کرنے والی کی قوتِ حافظہ بڑھتی ہے۔

(11): اللہ تعالٰی مسواک کرنے والے کے دل میں حکمت و دانائی کی باتیں القا فرما دیتا ہے۔

(12): مسواک کرنے والے پر کھانے کے وقت سخت سے سخت گوشت بھی نرم ہو جاتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(13): مسواک کرنے سے دانتوں کے درد کی شکایت جاتی رہے گی۔

(14): مسواک کرنے والے کی قبر مسواک کی برکت سے وسیع کردی جائے گی۔

(15): اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت مسواک کرنے والے کے گھر میں نازل ہوتی ہے۔

(16): مسواک کرنے والے کی ہر حاجت پوری ہوگی۔

(17): ہر ایک دانت اور انگلیوں کے پوروں کے عدد پر پانچ پانچ نیکیاں مسواک کرنے والے کے اعمال نامہ میں مسواک کو مس کرنے کی وجہ سے لکھ دی جاتی ہیں۔

(18): مرنے کے وقت موت کا فرشتہ روح قبض کرنے کے لیے مسواک کرنے والے کے پاس نہایت اچھی صورت میں آتا ہے جس طرح انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے پاس آتا ہے۔

(19): ملکُ الموت مسواک کرنے والے کی روح کو ایسی حالت میں لے جائے گا کہ وہ پاک وصاف ہوگی۔

(20): دنیا سے اُٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ مسواک کرنے والے کو جنت کی سربمہر شرابِ طہور سے سیراب فرمائے گا۔

(21): مرنے کے بعد مسواک کرنے والے کی قبر میں دنیا کے برابر وسعت پیدا کردی جائے گی۔

(22): زمین کے کیڑے مکوڑے اور موذی جانور مسواک کرنے والے کو تکلیف نہ دیں گے۔

(23): قیامت کے دن مسواک کرنے والے کو انبیاء علیہم السلام کی طرح لباس پہنایا جائے گا۔

(24): اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسواک کرنے والے کی انبیاء علیہم السلام کی طرح عزت ہوگی۔

(25): اللہ تعالیٰ مسواک کرنے والے کو نبیوں اور شہیدوں کے ساتھ جنت میں داخل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرمائے گا۔

(26): میزانِ عمل میں مسواک کرنے والے کی نیکیوں کا پلّہ بھاری رہے گا۔

(27): مسواک کرنے والے کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہمسائیگی میں جنت کا محل عطا ہوگا۔

(28): مسواک کرنے والا میری (رسول اللہ ﷺ) کی شفاعت سے بہرہ یاب ہوگا۔

(29): اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسواک کرنے والا دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوگا۔"

12: رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کرام کی دس سنتوں کو بیان فرمایا اور ان میں سے ایک سنت مسواک کرنا بھی ہے۔

(الصحیح المسلم، باب خصال الفطرۃ، صفحہ نمبر 604)

13: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔"

(سنن نسائی، باب الترغیب فی السواک، صفحہ نمبر 5)

14: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ دن یا رات کو جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے۔

(سنن ابوداؤد، باب السواک لمن قام اللیل، صفحہ نمبر 57)

15: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"جب بندہ مسواک کر کے نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی تلاوت خوب دھیان سے سنتا ہے۔ پھر اس کے بہت قریب آ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے۔ قرآن مجید کا جو بھی لفظ اس نمازی کے منہ سے نکلتا ہے سیدھا فرشتے کے پیٹ میں جاتا ہے۔ اس لیے تم اپنے منہ قرآن کی تلاوت کے لیے صاف ستھرے رکھو۔"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ نمبر 26)

16: اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''مسواک کر کے دو رکعت نماز پڑھنا بغیر مسواک کیے ستر رکعتیں پڑھنے سے افضل ہے۔''

(مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ نمبر 263)

17: حضرت شریح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلے کون سا کام کرتے۔؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔''

(الصحیح المسلم، باب السواک، صفحہ نمبر 590)

18: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے کسی نماز کے لیے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے جب تک مسواک نہ فرما لیتے۔''

(مجمع الزوائد جلد 2، صفحہ 266)

پیغمبر اسلام علیہ السلام دنیا میں بے مثل و بے مثال راہنما کی حیثیت سے تشریف فرما ہوئے۔ تاریخ آپ ﷺ کی مثال دینے سے قاصر تھی، قاصر ہے اور قاصر رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے جو اصول عطا فرمائے ہیں وہ بھی بے مثل و بے مثال ہیں۔ آپ ﷺ نے انسانی زندگی کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف زبانی (Theoraticaly) ہی ہدایات نہیں فرمائیں بلکہ خود عملی (Practicaley) طور پر ان کی افادیت سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خود عمل کر کے تمام لوگوں کے لیے اپنے عمل کو سنت قرار دیا اور پھر اپنی سنت پر عمل کرنے والوں کو بڑے اجر و ثواب کی بشارت بھی دی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسواک سے متعلق مذکورۃ الصدر ارشادات پر آپ نے خوب غور کیا ہوگا کہ کس قدر ترغیب وتاکید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے مسواک کا ذکر فرمایا اور اس کے استعمال پر کس قدر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

آج کل برش (Tooth Brush) اور پیسٹ (Paste) کا استعمال نئی تہذیب کی اختراع ہے۔ یہ پیسٹ اور برش سادہ مسواک جیسے فوائد سے عاری ہے بلکہ نقصانات کی حامل ہے۔ اسی نئی تہذیب کی چمک دمک سے مرعوب لوگ سستی، آسان، مفید اور فطری چیز مسواک کو ترک کر کے متعدد امراض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ لوگ دانتوں، مسوڑھوں اور گلے کی بیماریوں کا شکار ہو کر جسم کے دیگر حصوں میں مختلف امراض کا سبب خود اپنے عمل سے بنتے ہیں۔

اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی کماحقہ پیروی کی جاتی تو دنیا میں دانتوں کی بیماریاں اور ڈینٹل سرجنز (Dental Surgeons) وجود میں ہی نہ آتے اور نہ ہی لوگ ان امراض کا شکار ہو کر تکلیف اٹھاتے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسواک کے استعمال پر اتنی تاکیدات اس لیے فرمائیں کیونکہ اس میں کئی طبی اور سائنسی فوائد موجود ہیں۔ اب قارئین مسواک کے طبی اور سائنسی فوائد ملاحظہ فرمائیں:

1: مسواک قاتلِ جراثیم (Anti Septic) ہے۔ یہ منہ سے تعفن کو دور کرتی ہے۔ اس کے استعمال سے منہ کے اندر کے جراثیم مر کر ختم ہو جاتے ہیں اور اس طرح مسواک کرنے والا شخص منہ کی بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق کچھ ایسے جراثیم بھی ہوتے ہیں جو مروجہ برش (Tooth Brush) اور پیسٹ (Paste) سے دور نہیں ہوتے بلکہ ان کو صرف مسواک ہی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔

2: طب اور میڈیکل سائنس نے ثابت کر دکھایا ہے کہ مسواک سے دماغ کو قوت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حاصل ہوتی ہے اوراس سے دماغ کی صحت برقرار رہتی ہے۔دماغ مسواک کرنے سے تیز ہوتا ہےاورطویل عرصہ تک تندرست رہ سکتا ہے۔

اگرمسواک سے دانتوں کوصاف نہ کیاجائے تودانت گندے ہوجاتے ہیں۔جس کی وجہ سے جبڑوں اورمسوڑھوں میں پیپ بن جاتی ہے جودماغی امراض کا سبب بنتی ہے۔نفسیاتی بیماریاں بھی اسی سے لاحق ہوتی ہیں۔

3: انسان کھانا کھاتا ہے،پانی پیتا ہےاورکئی ایک دیگراشیاءبھی کھاتا رہتا ہےجس سے کھانے کے چھوٹے چھوٹے ذرے دانتوں کے درمیان پھنستے رہتے ہیں جو معمول کے مطابق صرف کلی کرنے سے خارج نہیں ہوتے جس کی وجہ سے دانتوں میں تعفن پیدا ہوجاتا ہے جوکئی بیماریوں کاموجب بنتا ہے۔

ظاہراًبھی اگرآدمی کے دانت گندے ہوں تو منہ سے بوآنے لگ جاتی ہے۔قریب بیٹھنے والے لوگ بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ان تعفن زدہ دانتوں کی وجہ سے مسوڑھے بھی متعفن ہوجاتے ہیں۔مسوڑھوں میں پیپ پڑجاتی ہےجس کی وجہ سے ناقابلِ برداشت دردشروع ہوجاتا ہے۔اس کااثرفقط دانتوں پرہی نہیں پڑتا بلکہ یہ تعفن اور پیپ مزید بڑھ کرگلے پربھی اثرڈالتی ہے۔اس کے اثر سے گلاخراب ہونے لگتا ہےاورساتھ ہی ساتھ کھانسی،نزلہ،زکام اوربخاروغیرہ کی آمدہوجاتی ہے۔چھاتی پربلغم بنناشروع ہوجاتی ہے جس سے دماغ متاثرہوجاتا ہےاوراس کے اثر سے بینائی بھی کمزورہوجاتی ہے۔جب آنکھیں خراب ہوجاتی ہیں تو اس پیپ اورتعفن کی وجہ سے کان اورمعدہ بھی متاثرہوجاتے ہیں بلکہ یہ جراثیم سارے بدن پرنقصان دہ اثرڈالتے ہیں۔

یوں مسواک سے دانت صاف نہ کرنے کے باعث انسانی زندگی بربادہوکررہ جاتی ہے۔زندگی توصحت اورتندرستی سے ہے اگرآدمی تندرست ہی نہ رہےتوکیازندگی پس مسواک کے بغیرچارہ نہیں اوربغیرمسواک کےکسی بھی صورت پیپ،تعفن اورغیرمرئی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جراثیم کو دور نہیں کیا جا سکتا۔

4: جن مریضوں کا گلا خراب ہوتا ہے وہ ٹانسلز (Tonsils) کے مریض ہوتے ہیں۔ ایسے مریض با قاعدہ مسواک کے استعمال سے تندرست ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی مریض کے گلے کے غدود بڑھ گئے ہوں تو وہ شربت شہتوت اور با قاعدہ مسواک کر کے آرام حاصل کر سکتا ہے۔

5: بعض مرتبہ منہ کے اندر گرمی، تعفن، تیزابیت اور غیر مرئی جراثیم کی وجہ سے چھالے ہو جاتے ہیں۔ ان چھالوں میں ایسی قسم کے چھالے بھی ہوتے ہیں جو کبھی نکل آتے ہیں اور کبھی چھپ جاتے ہیں۔ یہ نہایت تکلیف دینے والے اور نقصان دہ ہوتے ہیں۔ ان کے جراثیم پورے منہ میں پھیل کر پورے منہ کو اپنے لپیٹ میں لے لیتے ہیں جس کی وجہ سے کھانا تناول کرنا مشکل و ناممکن ہو جاتا ہے اور مریض بھوک کی وجہ سے کمزور پڑ جاتا ہے۔ اگر روزانہ بلا ناغہ تازہ مسواک کی جائے، اس کے لعاب کو اچھی طرح منہ میں ملا جائے تو یہ مرض پیدا ہی نہ ہوگا اور اگر کبھی سستی کی وجہ سے معدہ خراب ہو گیا تو مسواک کے با قاعدہ استعمال سے مریض تندرست ہو جائے گا۔

6: آنکھوں کی بیماریوں اور نظر کے امراض میں دانتوں کی عدمِ صفائی کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ دانتوں کے خلاؤں میں پھنسے ہوئے خوراک کے ذرّات کی وجہ سے تعفن پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں آنکھوں کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، نظر کمزور ہونے لگتی ہے اور اگر اسی طرح یہ تعفن باقی رہے تو آدمی آنکھوں کی روشنی سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔ کمزور بینائی کے مریضوں میں متعدد مریض ایسے ہوتے ہیں جن کے مرض کے دیگر اسباب کے علاوہ دانتوں کے بارے میں ان کی غفلت سب سے بڑا سبب ہوتی ہے۔

7: بعض ایسے مریض ہوتے ہیں جو کانوں کے ورم، پیپ اور درد میں مبتلا ہوتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں۔ مہنگے سے مہنگا علاج کرانے کے باوجود انہیں اس تکلیف سے نجات نہیں ملتی۔ جب اچھی طرح ایسے مریضوں کی تشخیص کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مسوڑھوں میں پیپ پڑگئی ہے اور سارا منہ تعفن سے بھر گیا ہے۔ جب مسوڑھوں کا علاج کیا جاتا ہے اور باقاعدہ تازہ مسواک کی جاتی ہے تو ساتھ ہی کان بھی بالکل صحتمند ہو جاتے ہیں۔

8: ماہرینِ کے تجربات سے یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ تقریباً اسی (80) فیصد امراض کی وجہ معدے اور دانتوں کے نقائص اور خرابیاں ہوتی ہیں۔ بالخصوص آج کل ہر تیسرا شخص معدے کے امراض میں مبتلا ہے۔

مسواک نہ کرنے کی وجہ سے منہ میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے جس کے ساتھ ہی مسوڑھوں میں پیپ پڑ جاتی ہے اور کچھ غیر مرئی جراثیم بھی منہ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں جب کھانا کھایا جاتا ہے تو غذا کے ساتھ مسوڑھوں کی پیپ بھی معدے میں جاتی ہے، جس کی وجہ سے معدہ ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔ مسوڑھوں کی پیپ کی وجہ سے کھائی جانے والی غذا غلیظ اور متعفن ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے معدہ اور جگر کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر جگر اور معدہ کے امراض کا علاج کرنے سے قبل دانتوں کی صحت و صفائی کی طرف توجہ دی جائے یعنی مسواک بلاناغہ کی جائے تو ان امراض کا فوری، مؤثر اور مستقل علاج ہو سکتا ہے۔

9: دائمی نزلہ اور زکام کے ایسے مریض جن کی بلغم رُک چکی ہو، جب وہ مسواک کرتے ہیں تو وہ بلغم اندر سے خارج ہونا شروع ہو جاتی ہے اور یوں مریض کا دماغ ہلکا ہو جاتا ہے۔

پیتھالوجسٹ (Pathologist) حضرات کے تجربے اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دائمی نزلہ کے لیے مسواک تریاق سے کم نہیں۔ یہاں تک کہ مسواک کے مستقل اور باقاعدہ استعمال سے ناک کے آپریشن اور گلے کے آپریشن کے امکانات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بہت کم بلکہ معدوم ہو جاتے ہیں۔

10: ایک شخص کے منہ سے بو آیا کرتی تھی۔اس بیچارے نے متعدد اچھی اچھی قسم کی ٹوتھ پیسٹ اور منجن استعمال کیے ،اس کے علاوہ متعدد ڈاکٹروں سے مختلف ادویات بھی استعمال کیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

کسی ڈینٹل سپیشلسٹ کے مشورے سے اس نے پیلو کے پودے کی مسواک استعمال کی ۔وہ باقاعدہ مسواک استعمال کرتا اور پرانے ریشوں کو کاٹ کر روزانہ نئے سرے سے مسواک کرتا رہا تو تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اس سنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسے تندرستی عطا فرمادی۔

11: گورونانک کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں مسواک رکھا کرتا تھا،دانتوں کو اس سے صاف کرتا اور نیز کہا کرتا تھا:

''یا یہ لکڑی لے لو اور یا پھر بیماری لے لو۔''

بڑی معتبر اور Authentic بات ہے کہ اگر مسواک لے کر استعمال کرو گے تو مرض جاتا رہے گا اور اگر اس سے غفلت کرو گے تو بیمار ہو جاؤ گے۔

12: ایک شخص کے گلے ،گردن میں درد ہوتا تھا اور ساتھ ہی گردن میں سوجن بھی رہتی تھی۔اس کے ساتھ آواز میں بھی کمی آگئی اور ذہنی یادداشت میں بھی کمزوری واقع ہوئی۔ نیز سر چکرانے لگا۔

یہ آدمی برین سپیشلسٹ اور جنرل فزیشن سپیشلسٹ وغیرہ کے زیرِ علاج رہا مگر سب بے سود ثابت ہوئے۔کسی کے مشورے سے وہ باقاعدہ مسواک کرنے لگا۔ اس طرح کہ مسواک کے دو ٹکڑے کر کے پانی میں اُبالتا اور اس پانی سے غرارے کرتا۔علاوہ ازیں جہاں سوجن تھی وہاں کچھ دوائی بھی لیپ کی گئی۔یہ علاج بڑا مفید ثابت ہوا۔اس کی تحقیق کی گئی تو اس کے تھائی رائیڈ گلینڈز متاثر (Infected) تھے جس کا اثر سارے جسم پر واقع ہوا تھا۔اس مسواک والے علاج سے اس کی یہ بیماری دور ہوگئی اور وہ شفائے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کاملہ سے ہمکنار ہو گیا۔

13: حکیم ''ایس ایم اقبال'' اخبارِ جہاں میں لکھتے ہیں:

''ایک مریض کے دل کی جھلیوں میں پیپ تھی۔ وہ علاج کراتا رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر دل کا آپریشن کیا گیا اور پیپ نکال دی گئی۔ بدقسمتی سے پیپ پھر بھر گئی۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر وہ مریض میرے پاس آیا تو میں نے اس کا معائینہ کرتے ہوئے معلوم کیا کہ اس کے مسوڑھے خراب ہیں اور ان میں بھی پیپ ہے اور یہی پیپ دل کو بھی متاثر کرتی ہے۔ میری اس تشخیص کو ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کر لیا۔ دل کا آپریشن کرنے کی بجائے اس کے دانتوں اور مسوڑھوں کا علاج کیا گیا اور اسے پیلو کی مسواک استعمال کرنے کو کہا گیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔

14: تحقیق تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو ٹوتھ برش ایک مرتبہ استعمال ہو جائے اس میں جراثیم کی تہہ جم جانے کے باعث دوبارہ استعمال کرنے سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ پانی سے صاف کرنے سے بھی وہ جراثیم صاف نہیں ہوتے اور اپنی نشو ونما برقرار رکھتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ برش کے استعمال سے دانتوں کے اوپر والی چمکیلی اور سفید تہہ اتر جاتی ہے۔ بایں سبب دانتوں کے درمیان خلا ہو جاتا ہے اور دانت مسوڑھوں کی جگہ چھوڑتے جاتے ہیں۔ لہٰذا غذا کے جوذرات دانتوں کے خلا میں اڑے رہتے ہیں وہ دانتوں کے لیے نہایت نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں اور بالآخر سارے جسم میں بیماریوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس لیے ان مصیبتوں سے بچنے کے لیے سنتِ مصطفیٰ ﷺ پر عمل کیجئے یعنی مسواک صبح وشام متواتر استعمال کیجئے اور تندرستی برقرار اور قائم رکھیے۔

مسواک کے لیے ہر اس درخت کی شاخ مناسب ہوتی ہے جس کے ریشے نرم ہوں کہ دانتوں میں خلا نہ بنائیں اور مسوڑھوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ بہترین اور اعلیٰ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسواک درج ذیل پودوں کے ہوتے ہیں:

(1): پیلو

(2): نیم

(3): کیکر

(4): کنیر

پیلو کا مسواک تحفہ کے طور پر دینا سنتِ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ چنانچہ حضرت ابوخیرہ صباحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں اس وفد میں شامل تھا جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ السلام نے ہمیں پیلو کے درخت کی لکڑیاں مسواک کرنے کے لیے توشہ میں دیں۔''

(مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 268)

پیلو کا مسواک نرم ریشوں والا ہوتا ہے۔ اس میں کیلشیم اور فاسفورس ہوتی ہے۔ اکثر کلر زدہ، شور اور ویران و بیابان مقامات پر ہوتا ہے۔ جدید سائنسی اور طبی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مختلف اشیاء جو دماغ کی خوراک ہیں اور اس کی صحت کے لیے معاون ہیں ان میں سے ایک فاسفورس بھی ہے۔ پیلو کی مسواک میں موجود فاسفورس لعاب اور مساموں کے ذریعے دماغ تک پہنچتا ہے جس کے ذریعے دماغ کو قوت اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔

نیم کے درخت کا مسواک بھی نہایت مفید ہے۔ اس میں دانتوں کی مجموعی بیماریوں کا علاج ہے۔ یہ درخت پنجاب میں عام پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر کیکر کے مسواک کا درجہ ہے۔ اس سے دانت بڑی اچھی طرح صاف کیے جا سکتے ہیں اور یہ دانتوں کو تعفن اور پیپ سے بچائے رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ ممکن حد تک مسواک تازہ ہونی چاہئے، اگر پہلے سے استعمال شدہ مسواک استعمال کرنا ہو تو اس کے پہلے کے استعمال شدہ ریشے کاٹ دیں اور دانتوں سے نئے سرے سے چبا کر نئے ریشے بنائیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کنیر دو قسم کا ہوتا ہے۔سفید پھولوں والا اور سرخ پھولوں والا۔یہ پودا اکثر پارکوں اور باغات وغیرہ میں ہوتا ہے۔اس کی مسواک استعمال کرنے سے دانتوں کی تمام تکالیف پائیوریا وغیرہ ختم ہو جاتی ہیں اور لاعلاج مریض بھی تندرست ہو جاتے ہیں۔یہ مسواک کڑوی ہوتی ہے مگر اس کی یہی کڑواہٹ دانتوں کے لیے از حد مفید ہے۔اطباء نے اس میں موجود اجزاء کے باعث دانتوں کی چمک،مضبوطی اور پائیوریا جیسے امراض کے لیے اسے اکسیر اعظم قرار دیا ہے۔

خالقِ کائنات نے انسان کو پیدا فرمایا تو ساتھ اس کے استعمال کے لیے وہ اشیاء بھی پیدا فرمائیں جو اس کی صحت وتندرستی کو قائم رکھنے کا باعث ہیں اور اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء ورسل علیہم السلام کو بھیج کر بنی نوع انسان کو ایسی اشیاء کا استعمال بھی بتا دیا۔انہی اشیاء میں سے ایک مسواک بھی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے بنی نوع انسان تک پہنچائی،اس کے فوائد بیان فرمائے اور اس کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت اور کثیر بیماریوں کی شفاء کا درجہ دیا۔

نہر الفائق میں ہے کہ مسواک کے 36 فائدے ہیں۔ادنیٰ فائدہ گندہ ذہنی کا دور ہونا ہے اور اعلیٰ فائدہ مرنے کے وقت تذکیر شہادت ہے۔

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا:

☆: ''کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی سنت ہے۔''

کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے کے دو طریقے ہیں:

1: تین مرتبہ کلی کرے اور ہر دفعہ نئے پانی کے ساتھ کرے پھر اسی طرح ناک میں پانی دے۔

(طبرانی عن کعب بن عمر الیمانی)

احناف کے یہاں یہی افضل ہے اور بروایت بویطی وترمذی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو افضل کہتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

2: ہر چلو پانی سے ایک ساتھ مضمضہ اور استنشاق کرے۔ بروایت مزنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی افضل ہے پس ہر دو طریق کی سنیت وعدم سنیت میں اختلاف نہیں بلکہ افضلیت وعدم افضلیت میں اختلاف ہے۔

مضمضہ اور استنشاق دونوں سنت موکدہ ہیں لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کی فرضیت کے قائل ہیں۔ لہٰذا ان کا ترک کرنا بر مذہب صحیح گناہ ہے اس لیے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہے اور جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے وضو کی روایت کی ہے وہ بائیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے ان دونوں کو ذکر کیا ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ہدایہ میں 23 صحابیوں کے ناموں کی تخریج کی ہے۔

دورانِ وضوتین بار کلی کرنا سنت ہے۔ اس سے گناہ بھی ڈھل جاتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''اذاتوضاالعبدالمومن فتمضمض خرجت الخطایامن فیہ۔''

(مسند احمد، جلد نمبر 5، عربی صفحہ نمبر 263) (سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

''جب مومن وضوکرتے ہوئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے تمام گناہ ڈھل جاتے ہیں۔''

کلی کے ذریعے دانتوں میں کھانے کے پھنسے ہوئے ذرات منہ سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اگر دانتوں سے ان ذرات کو نہ نکالا جائے تو یہ دانتوں، دہن اور گلے کے مختلف امراض کا باعث بنتے ہیں۔

''کلی کرنے سے جہاں منہ کی صفائی ہوتی ہے، وہاں دانتوں کی بیماریوں سے بھی نجات ملتی ہے، جبڑے مضبوط ہوجاتے ہیں اور دانتوں میں چمک دمک پیدا ہو جاتی ہے، قوتِ ذائقہ بڑھ جاتی ہے اور آدمی ٹانسلز کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔''

(روحانی نماز، صفحہ 48، از خواجہ شمس الدین عظیمی، ناشر مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، کراچی)

ناک میں پانی ڈالنا بھی نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔ دائیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہاتھ سے ناک میں تین بار پانی ڈالیں اور بائیں ہاتھ سے صاف کریں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ناک کی صفائی کو بھی کفارۂ سیئات فرمایا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''جب مومن وضو کرتے ہوئے ناک میں پانی ڈالتا ہے اور ناک صاف کرتا ہے تو ناک کے گناہ پانی کے پہلے قطرے سے ہی جھڑ جاتے ہیں۔''

(مسند احمد، جلد نمبر 5، عربی صفحہ نمبر 263)

سنن نسائی اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''فاذا استنشر خرجت الخطایا من انفه''

(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

''بندہ مومن وضو کرتے ہوئے ناک دھوتا ہے تو ناک کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔''

ناک کو دھونے اور صاف کرنے میں جہاں پاکیزگی حاصل ہوتی ہے وہاں طبی فوائد کا بھی حصول ہوتا ہے۔

''کلی کرنے کے بعد ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ ناک انسانی جسم میں ایک نہایت اہم اور قابلِ توجہ عضو ہے۔ ناک کی زبردست صلاحیت یہ ہے کہ آواز میں گہرائی اور سہانا پن پیدا کرتا ہے۔ ذرا انگلیوں سے ناک کے نتھنوں کو دبا کر بات کرنے کی کوشش کیجیے، آپ کو فرق معلوم ہو جائے گا۔ ناک کے اندر کے پردے آواز کی خوبصورتی میں ایک مخصوص کردار ادا کرتے ہیں۔ کاسۂ سر کو روشنی فراہم کرتے ہیں۔ ناک کے خاص فرائض میں صفائی کے کام کو بڑا دخل ہے۔ ناک پھیپھڑوں کے لیے ہوا کو صاف، گرم اور موزوں بناتی ہے۔ ہر آدمی کے اندر روزانہ تقریباً پانچ سو مکعب فٹ ہوا ناک کے ذریعے داخل ہوتی ہے۔ ہوا کی اتنی بڑی مقدار سے ایک بڑا کمرہ بھرا جا سکتا ہے۔ برف باری کے موسم میں منجمد اور خشک دن آپ برف پوش میدان میں اسکیٹنگ (Skating) شروع کر دیں لیکن آپ کے پھیپھڑے خشک ہوا سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ وہ اس کی ایک رمق قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ انہیں اس وقت بھی ایسی ہوا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی ضرورت ہوتی ہے جو گرم اور مرطوب فضا میں ملتی ہے یعنی وہ ہوا جس میں اسی (80) فیصد رطوبت ہو اور جس کا درجۂ حرارت نوے (90) فارن ہائیٹ سے زیادہ ہو۔ پھیپھڑے جراثیم سے پاک دھوئیں یا گردوغبار اور آلودگیوں سے مصفا ہوا طلب کرتے ہیں۔ ایسی ہوا فراہم کرنے والا معمولی ائرکنڈیشنر (Air-Conditioner) ایک چھوٹے ٹرنک کے برابر ہوتا ہے لیکن ناک کے اندر نظامِ قدرت نے اس کو اتنا مختصر مگر جامع (Intergrated) کر دیا ہے کہ وہ صرف چند انچ لمبا ہے۔

ناک ہوا کو مرطوب بنانے کے لیے تقریباً چوتھائی گیلن نمی روزانہ پیدا کرتا ہے۔ صفائی اور دوسرے سخت کام نتھنوں کے بال انجام دیتے ہیں۔ ناک کے اندر ایک خوردبینی جھاڑو ہے۔ اس جھاڑو کے اندر غیر مرئی روئیں ہوتے ہیں جو ہوا کے ذریعے معدے کے اندر پہنچنے والے مضر جراثیم کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جراثیم کو اپنے مشینی انداز میں پکڑنے کے علاوہ غیر مرئی رؤوں کے پاس ایک اور دفاعی ذریعہ ہے جسے انگریزی میں "Lysozinum" کہتے ہیں۔ اس دفاعی ذریعہ سے ناک آنکھوں کو "Infection" سے بچاتی ہے۔

جب کوئی نمازی وضو کرتے وقت ناک کے اندر پانی ڈالتا ہے تو پانی کے اندر کام کرنے والی برقی رَوان غیر مرئی رؤوں کی کارکردگی کو تقویت پہنچاتی ہے جس کے نتیجے میں انسان بے شمار پیچیدہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔“

(روحانی نماز، صفحہ 48-49، از خواجہ شمس الدین عظیمی، ناشر مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، کراچی)

کانوں کا مسح:

☆: ”دونوں کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔“

کانوں کا مسح کرنا سنتِ رسولِ اکرم ﷺ ہے۔ کان کے اندر پانی سے تر کی ہوئی شہادت کی انگلی اور باہر کی طرف سے انگوٹھے سے مسح کرنے سے کانوں کی ہر قسم کی آلودگی دور ہو جاتی ہے اور اس سے سماعت پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ جب کانوں کا مسح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا جاتا ہے تو دل کو عجیب و غریب مسرت میسر آتی ہے۔

سر کا مسح فرض ہے اور دونوں کانوں کا مسح کرنا سنت۔ سر کے مسح سے باقی ماندہ پانی کے ساتھ کانوں کا مسح کر لینا یہ بھی سنت موکدہ ہے۔ امام اعظم اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا یہی مذہب ہے اور بقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اکثر علماء کا قول یہی ہے۔

امام شافعی اور ابوثور رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک علیحدہ پانی سے تین بار کانوں کا مسح کرنا مسنون ہے۔ ان کی مستدل عبداللہ بن زید کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لیا۔

(سنن بیہقی)

احناف کی دلیل حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

''الاذنان من الرأس''

''کانوں کا تعلق سر سے ہے۔''

اس سے مقصود بیانِ حکم ہے نہ کہ طریق پیدائش۔ یہ حدیث متعدد طرق و اسانید کے ساتھ آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بطریق صحت مروی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ابن مندہ نے اور بنت معوذ کی حدیث ابوداؤد و طبرانی نے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نسائی نے نقل کی ہے۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسح الاذنین مع الرأس حضور ﷺ کا فعل تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو دارقطنی میں ہے اس کو ابن القطان نے صحیح اور بزار نے جید کہا ہے۔

داڑھی کا خلال:

☆: ''داڑھی کا خلال بھی سنت ہے۔''

وضو کرتے ہوئے ہلکی داڑھی کے بالوں کو دھویا جاتا ہے اور گھنی داڑھی میں انگلیوں سے خلال کر کے تمام بالوں کو تر کیا جاتا ہے، یہ سنتِ مصطفیٰ کریم ﷺ ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

داڑھی دھونے یا خلال کرنے سے بالوں کی جڑیں تر ہو جاتی ہیں اور انہیں مضبوطی وصفائی حاصل ہوتی ہے۔داڑھی کے خلال کی وجہ سے بالوں میں موجود ہر قسم کے جراثیم (Common germs)اور(Coutagious germs) وغیرہ سب دور ہو جاتے ہیں۔داڑھی کے بالوں پر رُکا ہوا پانی گردن کے پٹھوں کو تقویت دیتا ہے۔ نیز تھائی رائیڈ گلینڈ اور گلے کی دیگر بیماریوں سے بچاتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی ہر بات میں حکمت اور بہتری ہے ۔ وضو اور نماز کے احکامات کو بجالا کر جہاں رضائے الٰہی اور روحانی ترقی وبہتری میسر آتی ہے، وہاں انسان جسمانی اور دنیوی زندگی کے کئی مسائل ومصائب سے بچ جاتا ہے۔

آج دنیا میں انسانیت کی دنیوی اور اخروی زندگی کی بھلائی وبہتری اور کامیابی کی ضمانت صرف اور صرف اسلامی احکامات پر عمل ہی ہے۔کوئی دوسرا مذہب ایسے خصائص کا حامل نہیں ہے،اسی لیے دیگر تمام مذاہب منسوخ ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فقط اسلام کو قیامت تک کے لیے باقی رکھا ہے۔

داڑھی کے خلال کے متعلق علماء کرام کے چار اقوال ہیں:

1: پہلا قول یہ ہے کہ داڑھی کا خلال واجب ہے۔ یہ قول سعید بن جبیر اور عبدالحکم مالکی رحمۃ اللہ علیہما کا ہے۔

2: دوسرا قول یہ ہے کہ داڑھی کا خلال سنت ہے، یہ امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اسی کو اصح کہا گیا ہے کیونکہ سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خلال پر مواظبت ہمیشگی فرمائی ہے۔ نیز ابوداؤد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو ایک چلو پانی سے داڑھی کا خلال کرلیا کرتے اور فرماتے کہ میرے رب نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

3: تیسرا قول یہ ہے کہ داڑھی کا خلال مستحب ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ قتیبہ نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ صاحبین کے نزدیک تخلیل جائز اور امام اعظم کے نزدیک مستحب ہے۔

4: چوتھا قول یہ ہے کہ داڑھی کا خلال بس جائز ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کرنے والا بدعت کی طرف منسوب نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد کی روایت سے گو بظاہر وجوب معلوم ہوتا ہے اور سعید بن جبیر اور عبدالحکم مالکی رحمۃ اللہ علیہما اس کے قائل بھی ہیں جیسا کہ اُوپر مذکور ہوا مگر چونکہ آیت وضو سے ظاہر اللحیہ کا دھونا فرض ثابت ہوا ہے اور خلال کا ثبوت خبر واحد سے ہے جس سے وجوب ثابت کرنے میں زیادتی علی الکتاب لازم آتی ہے۔ اس لیے اسے سنت قرار دینا ہی انسب ہے۔

انگلیوں کا خلال:

☆: ''انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اپنی انگلیوں کا خلال کیا کرو تا کہ ان میں جہنم کی آگ داخل نہ ہونے پائے۔''

(دارقطنی عن ابی ہریرہ)

ہاتھ کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی کن انگلی کو داہنے پاؤں کی چھنگلی میں ڈالے اور ترتیب وار تمام انگلیوں میں خلال کرتا جائے تا آنکہ بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کر دے۔

ہر عضو کو تین تین بار دھونا:

☆: ''ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے وضو میں ایک ایک مرتبہ اعضاء کو دھو کر فرمایا کہ یہ ایسا وضو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرمائے گا اور دو دو مرتبہ اعضاء کو دھو کر فرمایا کہ اس وضو پر اللہ تعالیٰ دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور تین تین مرتبہ دھو کر فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے جو اس سے کم و بیش کرے گا وہ ظلم و تعدّی کا مرتکب ہوگا۔

(سنن دارقطنی)(سنن بیہقی)(سنن ابن ماجہ)(سنن طبرانی عن ابن عمر)(سنن ابن ماجہ عن ابی بن کعب)
(دارقطنی عن زید بن ثابت وابی ہریرۃ والزیادۃ فی الاخیر عند ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ عن عمرو بن شعیب)

اعضاء مغسولہ کا ایک ایک بار دھونا تو فرض ہے اور دوسری بار دھونا سنت ہے اور تیسری بار دھونا اکمل وضو ہے۔ بعض حضرات دوسری مرتبہ کو سنت اور تیسری مرتبہ کو نفل اور بعض اس کے برعکس کہتے ہیں۔ شیخ ابوبکر اسکاف تینوں مرتبہ دھونے کو فرض کہتے ہیں۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۳

مستحباتِ وضو کا بیان

''ویستحب للمتوضی ان ینوی الطھارة ویستوعب راسه بالمسح ویرتب الوضوء فیبتدأ بمابدأاللّٰہ تعالیٰ بذکرہ وبالمیامن والتوالی ومسح الرقبة۔''

''اور مستحب ہے وضو کرنے والے کے لیے طہارت کی نیت کرنا، پورے سر کا مسح کرنا، ترتیب کے ساتھ وضو کرنا، پس شروع کرے اس سے جس کو پہلے ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے، دائیں عضو سے شروع کرنا، پے در پے دھونا اور گردن کا مسح کرنا۔''

مسائل ودلائل

مفردات:

یستحب: مستحب ہے۔ مجہول مذکر غائب از فعل مضارع

المتوضی: وضو کرنے والا۔ اسم فاعل از مزید فیہ

رأسه: اس کا سر۔ ''**رأس**'' مضاف اور ''**ہ**'' ضمیر مضاف الیہ ہے۔

بالمسح: مسح کے ساتھ۔ ''**ب**'' حرفِ جار اور ''**المسح**'' مجرور ہے۔

یرتب: ترتیب رکھنا۔ صیغہ واحد مذکر غائب مجہول، فعل مضارع از مزید فیہ۔

بالمیامن: داہنے طرف سے۔ ''**ب**'' حرف جار اور ''**المیامن**'' مجرور ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

التوالي: لگاتار اور پے در پے۔

الرقبہ: گردن

طہارت کی نیت:

☆: ''وضو کرنے والے کے لیے طہارت کی نیت کرنا مستحب ہے۔''

یہاں سے مستحبات وضو کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ صاحب کتاب نے چھ مستحبات ذکر کئے ہیں جن میں سے پہلا مستحب نیت کرنا ہے۔ نیت کی بابت سات وجوہ سے گفتگو ہے۔ جن کو کسی شاعر نے اس شعر میں جمع کیا ہے:

حقیقة　حکم　محل　و　زمن
کیفیت　شرط　ومقصود　حسن

نیت کا اطلاق لغت کے اعتبار سے دل کے پختہ ارادہ پر ہوتا ہے اور شرعاً کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا تقریب کا ارادہ کرنے کو ''نیت'' کہتے ہیں۔ اب وضو میں کاہے کی نیت کرے؟ چنانچہ لکھا ہے کہ جو عبادت بغیر طہارت درست نہ ہو اس کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یہاں سے مراد ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ وضو میں رفع حدث کی نیت کرنی چاہیے۔

احناف، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی اور امام حسن کے نزدیک وضو میں نیت کرنا ضروری ہے اور امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل' امام ربیعہ، امام زہری، امام لیث، امام اسحاق، امام ابوثور، امام ابوعبید اور امام داؤد ظاہری کے نزدیک فرض ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد ہے:

''انما الاعمال بالنیات''

''تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔''

ہم یہ کہتے ہیں کہ وضو میں دو جہتیں ہیں۔ ایک اس کا مستقل عبادت ہونا اور دوسرے اس کا ذریعہ اور وسیلہ نماز ہونا۔ وضو بایں حیثیت کہ وہ عبادت ہے جو بلا نیت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

درست نہیں یعنی متوضی کو بلانیت عبادت وضو کا ثواب حاصل نہ ہوگا لیکن نماز کا ذریعہ ہونا اس پر موقوف نہیں بلکہ طہارت بلانیت بھی حاصل ہوجائے گی کیونکہ پانی بذات خود پاک کرنے والی چیز ہے ارادہ ہو یا نہ ہو۔

حکم نیت یہ ہے کہ عبادات کے لیے نیت کرنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وماامروا الالیعبدوا اللہ مخلصین له الدین''

''اور انہیں فقط دین کے لیے اخلاص کا حکم کیا گیا تھا۔''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 30، سورہ لم یکن)

والاخلاص ھوا النیة''

''اور اخلاص تو نیت ہی ہے۔''

نیت غیر عبادت میں کہیں سنت ہوتی ہے کہیں مستحب۔

محل نیت قلب ہے اور زبان سے کہہ لینا سنت ہے۔

وقت نیت ابتدائے عبادت ہے یعنی ہر عبادت کے آغاز میں نیت ہونی چاہیے لیکن روزہ، زکوٰۃ، کفارات اور اضحیہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

کیفیت نیت ہر باب کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔

شرط نیت نیت کنندہ کا مسلمان ہونا، صاحب تمیز ہونا اور عالم بالمعنوی ہونا ہے۔

مقصود نیت عبادات کا عادات سے ممتاز ہونا ہے جیسے مسجد میں بیٹھنا کبھی اعتکاف کے لیے ہوتا ہے اور کبھی استراحت کے لیے۔ اب اس کا عبادت ہونا نیت ہی کے ذریعہ سے ممتاز ہوگا۔

سوال: صاحب کتاب نے وضو میں نیت کرنے، تمام سر کا مسح کرنے اور بالترتیب وضو کرنے کو مستحب کہا ہے۔ اس پر صاحب فتح القدیر وغیرہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ روایت و درایت سے اس کی کوئی سند نہیں ہے بلکہ مشائخ کی روایات اس کے سنت ہونے پر متفق ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جواب: متقدمین ومتاخرین کی اصطلاحات کا فرق ہے۔ متاخرین کے یہاں استحباب کا اطلاق سنت کے مقابل پر ہوتا ہے مگر متقدمین کے نزدیک **لفظ استحباب بالمعنی الاعم** ہے جو سنت اور واجب کو بھی شامل ہے۔

پورے سر کا مسح:

☆: ''پورے سر کا مسح بھی مستحب ہے۔''

پورے سر کا ایک بار مسح کرنا بھی برقول صحیح سنت موکدہ ہے۔ یہ استحباب صاحب کتاب کے نزدیک بالمعنی الاعم ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس طرح اعضاء وضو کو تین نئے پانیوں سے دھونا سنت ہے۔ اسی طرح سر کا مسح بھی تین مرتبہ نئے پانیوں سے سنت ہوگا۔''

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سر کے مسح کو دوسرے اعضاء کے دھونے پر قیاس کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ممسوح کا قیاس ممسوح پر ہونا چاہئے نہ کہ مغسول پر۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نقلی دلیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے تین بار سر کا مسح کیا اور فرمایا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(صحیح مسلم)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وضو میں تین تین مرتبہ اعضاء دھوئے اور سر کا مسح صرف ایک بار کیا اور فرمایا:

''یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔''

(المعجم الاوسط)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے سر مبارک کا ایک بار مسح فرمایا۔

(الصحیح البخاری)(الصحیح المسلم)(سنن اربعہ)

سر کے مسح کے کیفیت کے سلسلے میں مشہور تو یہی ہے کہ سر کے اگلے حصہ سے شروع

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کرے۔ علماء کے اقوال اور امام نسائی کی حدیث اس کی مؤید ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسح کے وقت، اپنے دونوں ہاتھ سر سے پیچھے لے گئیں، پھر اُن کو کھینچتے ہوئے کانوں اور رخساروں تک لائیں۔

حضرت طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ کی روایت میں سر کے اگلے حصہ سے گدی تک لے جا کر کانوں کے نیچے ہاتھ نکالنا مذکور ہے۔

(سنن ابی داؤد)(طحاوی)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت (جو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کا مسح کرتے ہوئے پہلے اقبال کیا پھر ادبار کیا اور پھر گدی تک ان کو کھینچا اور پھر گدی سے پچھلے سر تک لوٹایا۔

مگر ابوداؤد کی روایت میں پہلے پیچھے سے پھر آگے سے مسح کرنا منقول ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کے اگلے اور پچھلے حصہ کا مسح کیا۔

بزار کی روایتِ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ انہوں نے سر کے اگلے حصے کا ادبار واقبال کیا یعنی پہلے ہاتھ اس حصے کے آگے سے پیچھے کو اور پھر پیچھے سے آگے کو لے آئے۔

ابن السکین کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے باطنِ لحیہ اور گدی کا مسح فرمایا۔

بہرحال یہ سب صورتیں اختیاری ہیں لیکن ہمارے اصحاب کے نزدیک حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت مختار ہے۔

ترتیب کا لحاظ:

☆: ”اور مستحب ہے اس ترتیب کے ساتھ وضو کرنا جس کی تصریح قرآن مجید نے کی ہے۔“

اس ترتیب کے ساتھ وضو کرنا جس کی تصریح قرآن پاک میں ہے مستحب ہے یعنی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پہلے چہرہ کے دھونے کا حکم ہے پھر دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک دھونے کا، پھر سر کے مسح کا اور اس کے بعد دونوں پاؤں کے دھونے کا ذکر ہے۔ پس اسی ترتیب کے ساتھ وضو کرنا مستحب ہے۔ امام زہری، امام ربیعہ، امام نخعی، امام مکحول، امام عطاء، امام مالک، امام اوزاعی، امام لیث اور احناف کا یہی قول ہے۔ بلکہ بقول علامہ بغوی اکثر علماء کا یہی قول ہے۔

امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ابوثور، امام قتادہ اور امام ابوعبید کے یہاں ترتیب سے وضو کرنا مستحب نہیں بلکہ فرض ہے کیونکہ آیت وضو میں **فاء تعقیب مع الوصل** کے لیے ہے تو نماز کے ارادے اور منہ کے دھونے میں تعقیب اور ترتیب لفظ فاء کے ذریعے ثابت ہوئی اور بقیہ اعضاء کی ترتیب **حرف واؤ** سے مفہوم ہوئی۔ لہٰذا ان کے نزدیک ترتیب کے بغیر وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ **حرف واؤ** باجماع اہل لغت مطلق جمع کے لیے ہے پس فاء تعقیبیہ کا مطلب یہ ہوا کہ وضو کے ان جملہ اعضاء کی تطہیر کا تحقق نماز کے ارادے کے بعد ہونا چاہئے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک ترتیب سے وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ ہمارے نزدیک بغیر ترتیب بھی وضو ہو جاتا ہے۔

داہنی طرف سے ابتداء:

☆: ”داہنی طرف سے ابتدا کرنا بھی مستحب ہے۔“

صحاح ستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر چیز میں داہنی طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ طہارت میں، جوتے پہننے میں، کنگھا کرنے میں اور سب کاموں میں۔

پے در پے:

☆: ”پے در پے اعضائے وضو کا دھونا مستحب ہے۔“

اعضائے وضو کو پے در پے دھونا کہ پہلے عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرا بھی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دھوڈالا جائے۔

صاحب کتاب نے باصطلاح مذکور اس کو بھی مستحب کہا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی سنت ہے۔ شیخ حدادی نے موالاۃ (پے درپے میں) میں اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہے۔ پس اگر ہوا یا بدن کی گرمی سے اثناء وضو میں خشکی طاری ہوگئی یا اثناء وضو میں پابندی ختم ہوجانے کی وجہ سے پانی لینے گیا اور عضو خشک ہوگیا تو یہ پے درپے دھونے کی سنت کے ادا ہونے سے مانع نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موالاۃ (پے درپے دھونا) فرض ہے۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو وضو سے فارغ ہو چکا تھا اور اس کے پاؤں میں بقدر ناخن خشکی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو وضو لوٹانے کے لیے ارشاد فرمایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)(مصنف عبدالرزاق)(مسند امام احمد)

ہماری دلیل وہ ہے جس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بازار میں وضو کر رہے تھے اور سر کا مسح کر چکے تھے کہ آپ کو جنازہ کے لیے مدعو کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور یہاں آکر آپ نے موزوں پر مسح کیا۔ امام نووی نے شرح مہذب میں اس اثر کی تصحیح کی ہے۔ معلوم ہوا کہ پے درپے وضو کے اعضاء کو دھونا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔

گردن کا مسح:

☆: ''گردن کا مسح کرنا مستحب ہے۔''

گردن کا مسح کرنا وضو کے مستحبات میں سے ہے۔ محیط میں ہے:

''**مسح رقبہ** کے متعلق امام محمد نے تو اپنی کتاب میں کچھ ذکر نہیں کیا، البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے **مسح رقبہ** کو **ادب** کہا ہے۔''

فتح القدیر میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کی پشت سے گردن کا مسح کرنا مستحب ہے اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حلق کا مسح بدعت ہے۔ چنانچہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ گردن کے ظاہری حصہ پر مسح فرمایا کرتے تھے۔

مستحبات وضو:

صاحب کتاب امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے مستحبات وضو تعداد میں چھ ذکر کئے ہیں جن میں سے نیت، استیعاب رأس، ترتیب اور توالی کی بابت ہم بتا چکے ہیں کہ یہ امور سنت ہیں اور مصنف کے نزدیک اُن پر استحباب کا اطلاق بالمعنی الاعم ہے۔ تو اب صرف دو مستحب باقی رہے یعنی تیامن اور مسح رقبہ، چنانچہ عام متون میں انہی دو کا ذکر ملتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مستحبات وضو صرف دو ہی ہیں بلکہ صاحب تنویر الابصار نے 15 مستحبات ذکر کئے ہیں۔ جن پر صاحب درمختار نے 8 زائد کئے ہیں اور طحطاوی محشی نے ان پر 14 کا مزید اضافہ کیا ہے، اس طرح کل 47 مستحبات ہوئے۔

من شاء فیراجع الیه

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۴

نواقض وضو کا بیان

''والمعانی الناقضة للوضوء کل ماخرج من السبیلین والدم والقیح والصدید اذا اخرج من البدن فتجاوزا الی مَوضِعٍ یلحقه حکم التطهیروالقی اذا کان ملا الفم والنّوم مضطجعًا ومتکئًا اومستندًا الی شئی لوُازیل لسقط عنه والغلبة علی العقل بالاغماء والجنون والقهقهة فی کل صلوٰةٍ ذاتِ رکوعٍ وسجودٍ ولیس فی المذی والودی غسل وفیها الوضوء۔''

''پیشاب یا پاخانہ کی راہ سے کچھ نکلنا، خون، پیپ اور کچ لہو کا نکل کر ایسی جگہ کی طرف بہہ جانا جس کو (غسل یا وضو میں) پاک کرنے کا حکم ہو، قے کا منہ بھر کر آنا، سونا کروٹ کے بل یا تکیہ لگا کر یا ایسی چیز کے سہارے سے کہ اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو یہ گر جائے، مغلوب العقل ہونا مدہوشی کی وجہ سے، دیوانگی کا ہونا اور کھل کھلا کر ہنسنا رکوع سجدہ والی نماز میں یہ سب چیزیں وضو توڑ دیتی ہیں اور مذی و ودی میں غسل نہیں، ان میں تو صرف وضو ہے۔''

مفردات:

المعانی: معانی

ناقضة : علل مراد ہیں لیکن عام مشائخ اصطلاح فلاسفہ سے احتراز کی خاطر **لفظه علل** استعمال نہیں کرتے یا اس لیے کہ اس میں حدیث کا اتباع مقصود ہے۔ چنانچہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث "**لایحل دم امرء مسلم الاباحدثلث معان**" لفظ **معان** کے ساتھ وارد ہے۔ **الناقضة** نقض سے صیغہ صفت ہے بمعنی توڑ دینے والی چیزیں، نقض کی اضافت جب اجسام کی طرف ہوتی ہے تو اجسام کے اجزائے تالیفیہ کو جدا کردینا مقصود ہوتا ہے اور جب اس کی اضافت معانی کی طرف ہو جیسے نقض وضو نقض عہد تو مراد یہ ہوتی ہے کہ جو فائدہ اس سے مقصود تھا وہ فوت ہوگیا جیسے وضو کا فائدہ نماز کا مباح ہونا ہے، وہ جاتا رہے۔

سبیلین: مقام بول وبراز۔

الدم: خون۔

القیح: پیپ۔

صدید: کچ لہو۔

فتجاوز: بڑھ جائے۔

القئی: قے کرنا۔

ملا: بھرنا۔

الفم: منہ۔

النوم: خواب، نیند۔

مضطجعاً: کروٹ کے بل

متکئاً: تکیہ لگاکر۔

مستنداً: ٹیک لگاکر سونے کی حالت میں۔

اُزِیْلَ: ہٹایا جاتا۔

سَقَطَ: گرجاتا۔

اغماء: مدہوشی

جنون: دیوانگی:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قہقہہ: کھلکھلا کر ہنسنا۔

مذی: ایک قسم کا سفید اور پتلا مادہ ہوتا ہے جو بلوغت کے وقت بلا دقت نکلتا ہے۔

ودی: منی کے مشابہ قدرے گاڑھا ایک مادہ ہے جو پیشاب کے بعد ایک آدھ قطرہ نکلتا ہے۔

مسائل ودلائل

بول و براز:

☆: ''جو چیز سبیلین سے نکلے اس سے وضو ختم ہو جاتا ہے۔''

فروض، سنن اور مستحبات وضو سے فراغت کے بعد مصنف نے نواقض وضو کو بیان فرمایا ہے۔ نواقض وضو تین طرح کے ہوتے ہیں۔ بدن سے خارج ہونے والی، بدن میں داخل ہونے والی چیزیں اور انسانی احوال۔

خارج ہونے والی چیزوں کی دو صورتیں ہیں:

1: صرف پیشاب اور پاخانہ کے مقام سے خارج ہونے والی چیزیں۔

2: دوسرے کسی حصۂ بدن منہ یا زخم وغیرہ سے خارج ہونے والی چیزیں۔

بہر دو صورت ان کا خروج بطریق عادت ہو جیسے خون، پیپ، لہو اور کیڑا وغیرہ۔

غیر سبیلین سے نکلنے والی چیزوں کی دو اقسام ہوں گی:

سبیلین سے داخل ہوں گی جیسے حقنہ وغیرہ یا غیر سبیلین سے جیسے کھانا وغیرہ۔

انسانی ماحول کی دو صورتیں ہیں:

1: بطور عادت ہوں گی جیسے سونا۔

2: بلا عادت ہوں گی جیسے قہقہہ لگانا اور عقل کا مغلوب ہونا۔ صاحب کتاب کی عادت یہ ہے کہ وہ پہلے متفق علیہ مسائل کو بیان کرتے ہیں، اس کے بعد مختلف فیہ مسائل کو اور خارج سبیلین کا ناقض وضو ہونا متفق علیہ ہے۔ اس لیے اس کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مقدم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وضو کو ہر وہ چیز توڑ دیتی ہے جو سبیلین سے نکلے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''او جاء احدمنکم من الغائط''

''یا آئے تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے فارغ ہوکر (تو اس سے بھی حدث لاحق ہو جاتا ہے)۔''

یہاں خروج سے مراد ظاہر ہونا ہے یعنی جب نجاست بول و براز کی راہ سے ظاہر ہوگئی تو خروج متحقق ہو گیا اور وضو ٹوٹ گیا اگرچہ سیلانِ نہ ہو اور **کل ماخرج** میں کلمہ **کل** عموم افراد کے لیے ہے جو معتاد و غیر معتاد ہر دو کو شامل ہے۔ **سبیلین** سے مراد زندہ شخص کا مقام بول و براز ہے جس سے مردہ نکل گیا کہ مردہ سے نجاست کا خروج اس کے وضو کے لیے ناقض نہیں ہے بلکہ موضع نجاست کو دھویا جائے گا۔

(طحطاوی)

معتاد میں پیشاب، پاخانہ، ریح، ودی، مذی اور منی داخل ہیں اور یہ تمام بالا جماع ناقض وضو ہیں۔ غیر معتاد جیسے سنگریزے اور کیڑے کا نکلنا حنفیہ کے نزدیک، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام ابن المبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق اور امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ناقض وضو ہے لیکن امام مالک اور امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ ناقض وضو نہیں ہے۔ بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو ناقض ہونے کے لیے معتاد ہونا شرط ہے۔

مصنف کی عبارت ''**کل ماخرج**'' پر تین صورتیں باعث شبہ ہیں یعنی عورت یا مرد کی پیشاب گاہ سے ریح یا کیڑے کا نکلنا کہ اصح قول پر اس سے وضو نہیں ٹوٹتا حالانکہ تین کے عموم میں یہ صورتیں بھی داخل ہیں۔ صاحب فتح القدیر نے ان تینوں صورتوں کو اس کلیہ سے مستثنیٰ مانا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خون، پیپ یا کچ لہو کا بہنا:

☆: ’’خون، پیپ یا کچ لہو کے بہنے سے بھی وضو ختم ہو جاتا ہے۔‘‘

یہ **ماخرج من غیر السبیلین** کا بیان ہے کہ اگر سبیلین کے علاوہ بدن کے کسی حصہ سے نجاست مثلاً خون، کچ لہو یا پیپ نکلے اور ایسے حصے کی طرف تجاوز کر جائے جس کو (وضو یا غسل میں) پاک کرنے کا حکم لاگو ہوتا ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’الوضوء من کل دم سائل‘‘

(دارقطنی)(ابن عدی)

’’ہر بہنے والے خون کے نکلنے سے وضو واجب ہے۔‘‘

یہاں خروج سے مراد نجاست کا صرف ظاہر ہونا نہیں ہے بلکہ سیلان بھی شرط ہے۔ چنانچہ خون اگر سرخ زخم پر چڑھا مگر بہا نہیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(ظہیریہ)(فتاویٰ رضویہ)(بہار شریعت)(محیط)

البتہ سیلان کے لیے بالفعل بہنا ضروری نہیں بلکہ قوت واستعداد سیلان کافی ہے۔ اگر کسی ترکیب سے خون بہنے نہ دیا جائے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصل میں اس کی تصریح کی ہے کہ اگر خون تھوڑا تھوڑا نکلتا رہے اور بار بار پونچھا جائے کہ بہنے کی نوبت ہی نہ آئے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

قے کا منہ بھر کر آنا:

☆: ’’منہ بھر کر قے آنے سے بھی وضو ختم ہو جاتا ہے۔‘‘

منہ بھر کر قے کرنا بھی ناقض وضو ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

’’من اصابہ قیء اور عاف اوقلس اومذی فلیصرف الخ‘‘۔

(سنن ابن ماجہ عن عائشہؓ)

’’اگر کسی کو قے نکسیر یا بلامتلی قے یا مذی کا عذر پیش آجائے تو اس کو وضو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.com

کرنے کے لیے ہٹ جانا چاہئے اور دوبارہ وضو کر کے نماز کی بناء کرنی چاہئے۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ نماز کی بناء کا حکم خود نقض وضو کو بتارہا ہے کیونکہ بناء نماز وضو ٹوٹ جانے کے بعد ہی ہوسکتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں **خارج من السبیلین** ناقض نہیں ہے اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قے ناقض وضو ہے۔

''منہ بھر قے'' وہ ہے جس کے روکنے پر قدرت نہ ہو۔ منہ بھر کے قے ہونے کی حد یہ ہے کہ وہ بلا تکلیف منہ میں نہ روکی جاسکے۔ صاحب ینابیع کہتے ہیں کہ قول صحیح یہی ہے کہ منہ بھر قے وہ ہے جس کے روکنے پر قدرت نہ ہو۔ بعض کا قول ہے جس کے ہوتے ہوئے کلام نہ کرسکے وہ منہ بھر ہے۔

قے پانچ قسم کی ہوتی ہے:

1: پانی کی قے　　2: کھانے کی قے

3: خون کی قے　　4: پت کی قے

5: بلغم کی قے

سو اگر قے صفرا، پت یا پانی کی ہو تو منہ بھر ہونے کی صورت میں ناقض ہے ورنہ نہیں۔ بلغم کی قے تو امام اعظم اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ناقض نہیں گو منہ بھر ہو لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلغم کی قے منہ بھر ہونے کی صورت میں ناقض وضو ہے۔ یہ اختلاف معدہ کی جانب سے اٹھنے والی قے کی بابت ہے۔ اگر دماغ کی جانب سے قے میں بلغم اُترے تو بالاتفاق ایسی قے ناقض وضو نہیں ہے۔ خون بستہ کی قے منہ بھر ہو تو ناقض ہے اور بہنے والے خون کی قے کے لیے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منہ بھر ہونا شرط ہے لیکن شیخین کے نزدیک شرط نہیں ہے۔

کسی نے بار بار تھوڑی تھوڑی قے اس طرح کی کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو منہ بھر کی مقدار ہو جائے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ قے کا سبب یعنی جی کا متلانا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

متحد ہے یا مختلف اگر مختلف ہوتو ناقض ہے ورنہ نہیں۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جی متلانے کی وجہ کا نہیں بلکہ اتحاد مجلس کا اعتبار کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک ہی مجلس میں ہوتھوڑی تھوڑی قے بار بار آئی اوراس کوملانے سے منہ بھر ہو جائے تو وہ ناقض وضو ہے،ورنہ نہیں۔اس کی چار صورتیں ہیں:

1: مجلس وسبب ہر دو متحد ہوں تو یہ بالا تفاق ناقض وضو ہے۔

2: مجلس وسبب ہر دو مختلف ہوں یہ بالا تفاق غیر ناقض وضو ہے۔

3: صرف مجلس متحد ہوتو یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناقض وضو ہے۔

4: صرف سبب متحد ہوتو یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناقض ہے۔

نیند:

☆: ''کروٹ کے بل سونا یا تکیہ لگا کر سونا یا ایسی چیز کے سہارے سونا کہ اگراس کو ہٹا دیا جائے تو یہ گر جائے ،ایسی نیند سے وضوختم ہو جاتا ہے۔''

اب تک جن نواقض وضو کا ذکر آیا ہے وہ حقیقی نواقض تھے۔ یہاں سے نواقض حکمی کا بیان ہے۔سونے کی کل تیرہ حالتیں ہیں:

1: کروٹ سے سونا۔

2: ٹیک لگا کرسونا۔

3: ایک سرین پرسونا۔

4: تکیہ لگا کرسونا۔

5: چہار زانو ہوکرسونا۔

6: بیٹھ کرسونا۔

7: پاؤں پھیلا کرسونا۔

8: منحنی (ٹیڑھا) ہوکرسونا۔

9: کتے کی ہیئت پرسونا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

10: پیدل چلتے ہوئے سونا۔

11: سوار ہوکر سونا۔

12: سہارا دے کر سونا۔

13: قیام، رکوع یا سجود کی حالت میں سونا۔

پہلی تین حالتیں ناقض وضو ہیں کیونکہ اس طرح سونے میں جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور عادۃً کسی چیز کے نکلنے کا احتمال رہتا ہے اور جو بات عادۃً ہو وہ یقینی سی ہوتی ہے۔ اس بارے میں اصل دلیل یہ حدیث ہے:

''کروٹ کے بل سونے سے وضو جاتا رہتا ہے کیونکہ اس وقت جوڑ بند ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔''

(سنن ابی داؤد) (سنن ترمذی)

پاگل یا بے ہوش ہونا:

☆: ''مغلوب العقل ہونا مدہوشی کی وجہ سے اور دیوانگی کے ہونے کی وجہ سے بھی وضو ختم ہو جاتا ہے۔''

مدہوشی کی وجہ سے مغلوب العقل ہو جانا بھی بہر حال ناقض وضو ہے۔ بحالت قعود، رکوع کی ہیئت میں ہو یا سجدہ کی نماز میں ہو یا غیر نماز میں کیونکہ اغماء تو جوڑ بند ڈھیلے ہونے میں چت لیٹ کر سونے سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا یہ بطریق اولیٰ ناقض ہوگا۔

اسی طرح جنون کا طاری ہو جانا بھی ناقض ہے کیونکہ اس کی وجہ سے امتیازِ شعور اُٹھ جاتا ہے اور اس حالت میں نہ پاکی کی تمیز رہتی ہے اور نہ ناپاکی کی۔ اس لیے اس کو بھی ہر حال میں حدث سمجھا جائے گا۔

اغماء اور جنون دونوں بیماریوں میں قویٰ میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ جنون میں عقل بالکلیہ مسلوب ہو جاتی ہے اور اغماء میں بالکلیہ مسلوب نہیں ہوتی بلکہ مغلوب ہو جاتی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کھلکھلا کر ہنسنا:

☆: کھلکھلا کر ہنسنا رکوع وسجود والی نماز میں یہ سب چیزیں وضو توڑ دیتی ہیں۔"

عاقل بالغ نمازی کا کھلکھلا کر ہنسنا بھی ناقض وضو ہے۔ اگرچہ سلام پھیرنے کے وقت ہو۔

"**فی کل صلوٰۃ ذات رکوع الخ**" کی قید سے نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت خارج ہو گئے کہ ان میں قہقہہ ناقض وضو نہیں ہے۔ قہقہہ میں مقتضاء قیاس تو یہی ہے کہ ناقض نہ ہو کیونکہ قہقہہ سے کوئی ناپاک چیز خارج نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اس سے نقض وضو کے قائل نہیں مگر قہقہہ کے ناقض وضو ہونے میں چھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت ہے اس لیے احناف ترکِ قیاس پر مجبور ہیں۔

حافظ طبرانی نے بواسطہ ابو العالیہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک کم نظر آدمی اس گڑھے میں گر گیا جو مسجد میں تھا، پس بہت سے آدمی ہنس پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"وضو کر کے نماز کا اعادہ کرو۔"

ہنسنے کی تین قسمیں ہیں:

1: **قہقہہ**: اتنی اونچی آواز سے ہنسنا کہ خود بھی اور قریب کے لوگ بھی اس کی آواز سن لیں۔

2: **ضحک**: جس کو خود سن سکے اور دوسرے لوگ نہ سن سکیں۔ یہ ناقض وضو نہیں لیکن مبطلِ صلوٰۃ (نماز کو باطل کرنے والا) ہے۔

3: **تبسم**: جس میں بالکل آواز نہ ہو بلکہ صرف دانت کھل جائیں۔ یہ نہ ناقض وضو ہے اور نہ مبطل صلوٰۃ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مذی اور ودی:

☆: ''مذی و ودی میں غسل نہیں، ان میں تو صرف وضو ہے۔''

مذی اور ودی کے نکلنے پر غسل فرض نہیں بلکہ ان میں صرف وضو ہے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر مرد کو مذی ہوتی ہے، سو اس کی وجہ سے عضو تناسل اور خصیے دھو لینے چاہئیں اور نماز جیسا وضو کرنا چاہئے۔''

(طحاوی، اسحاق بن راہویہ عن علی) (ابوداؤد، احمد عن ابن عبداللہ بن سعد الانصاری) (طبرانی عن معقل بن یسار)

سوال: مذی اور ودی کی وجہ سے وجوب وضو تو مصنف کے قول سابق ''**کل ماخرج من السبیلین**'' سے ثابت ہو چکا ہے پھر یہ الفاظ ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: قول سابق سے وجوب وضو کا استفادہ ضمنی ہے اور یہاں قصدی یعنی ارادی۔

سوال: ودی کی وجہ سے وضو واجب کرنے میں کیا فائدہ جب کہ پیشاب کی وجہ سے وضو واجب ہو چکا کیونکہ ودی تو اسی مادہ کو کہتے ہیں جو پیشاب کے بعد نکلے؟

پہلا جواب: پیشاب کی وجہ سے وضو کا واجب ہونا اس کے منافی نہیں کہ اس کے بعد ودی کی وجہ سے وضو واجب ہو بلکہ وضو دونوں کی وجہ سے لازم ہے۔ اس کی نظیر **رعاف بعد البول** یا **بول بعد الرعاف** ہے۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اُسے نکسیر آئی، پھر اس نے پیشاب کیا یا پہلے پیشاب کیا اور بعد میں نکسیر آئی تو وضو دونوں سے ثابت ہوگا اور اگر وہ شخص وضو کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔

دوسرا جواب: وضو کا فائدہ اس شخص کے بارے میں ظاہر ہوگا جس کو سلسل البول کی بیماری ہو کہ اس کا وضو ودی سے ٹوٹے گا نہ کہ پیشاب سے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تیسرا جواب: جس شخص نے پیشاب کے بعد ودی سے پہلے وضو کرلیا پھر ودی نکلی تو ودی کی وجہ سے اس پر دوبارہ وضو کرنا لازم ہوگا۔

چوتھا جواب: ودی کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ جو پیشاب یا غسل جماعی کے بعد نکلے، اس کی تعریف کی رو سے اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۲

غسل کے بیان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

غسل کی دینی اور طبّی اہمیت

ایک نامور جرمن فاضل اور مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' حفظانِ صحت کے متعلق قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی تعلیمات پر غور وخوض کرنے کے بعد ایک حقیقت کا اعتراف کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''غسل میں تمام جسم اور وضو میں ان اعضاء کا پاک کرنا ضروری ہے جو عام کاروبار یا چلنے پھرنے میں کھلے رہتے ہیں۔ منہ صاف کرنا، مسواک کرنا اور ناک کے اندرونی گرد و غبار وغیرہ کو دور کرنا یہ تمام حفظِ صحت کے لوازم ہیں اور ان واجبات کی بڑی شرط آبِ رواں کا استعمال ہے جو فی الواقع جراثیم کے وجود سے پاک ہوتا ہے۔''

غسل کی افادیت:

اسلام میں جسمانی طہارت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ پانچوں نمازوں سے قبل وضو کو فرض و لازم ٹھہرایا گیا۔ اسی طرح وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی کے بعد زوجین کے لیے غسل کرنا یا حیض و نفاس کے بعد عورت کے لیے غسل کرنا ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادۂ منویہ اور حیض و نفاس کا گندا خون جراثیموں کی آماجگاہ ہوتا ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ ان نجاستوں کو مکمل طور پر جسم سے دور کیا جائے تا کہ مختلف خوردبینی موجودات وہاں پر پرورش پا کر اپنی تعداد میں تیزی سے اضافہ کر کے جسم کو کسی بیماری میں مبتلا نہ کر سکیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس کے علاوہ بدن کو پانی سے دھونے کی وجہ سے جس فرحت کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں لیکن یہاں صرف جسم پہ جراثیمی حملے سے حفاظت کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔

اگر نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد انسان گھریلو اُمور میں مصروف ہو جائے یا ویسے ہی بیکار بیٹھا رہے تو اسے چاہیے کہ وہ غسل کر کے سوئے کیونکہ غسل کر کے سونے سے پرسکون اور گہری نیند آتی ہے اور جسم بھی مکمل طور پر جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔

اگر ہاتھوں پر جراثیم وغیرہ موجود ہوں تو نیند کے دوران وہ با آسانی منہ یا ناک کے راستے جسم میں پہنچ سکتے ہیں۔اس کے علاوہ اگر کھانے کے بعد بغیر ہاتھ دھوئے سویا جائے تو فضا میں موجود جراثیم اور دیگر کیڑے چکنائی اور کھانے کے ذرات پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''جو شخص رات کو اس حال میں سویا کہ اس کے ہاتھوں میں چکنائی کی باس تھی اور پھر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اپنے نفس ہی کو برا کہے کہ اسی کی غفلت سے ایسا ہوا ہے۔''

(ارشادات رسولِ اکرمؐ صفحہ 530،از مولانا حامد الرحمٰن الصدیقی،ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

ڈاکٹر امتیاز رسول کہتے ہیں:

''سونے سے پہلے ہاتھ،منہ اور دوسرے حصوں کو دھونا ضروری ہے کیونکہ دن بھر میں مٹی،گرد وغبار اور جراثیم مساموں میں جمع ہو کر جلد کو خراب کر سکتے ہیں۔منہ دھونے سے آنکھوں میں جمع گرد وغبار بھی صاف ہو جائے گا۔''

(سنتِ نبویؐ اور جدید سائنس،جلد 2،صفحہ 397،از حکیم محمد طارق محمود چغتائی،ادارہ اسلامیات لاہور)

حضور نبی کریم ﷺ نے جسمانی طہارت کی بہت تاکید فرمائی ہے۔جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر مسلمان پر خدا کا یہ حق ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن غسل کرے اور اپنے سر اور بدن کو دھویا کرے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(نقوش، رسول نمبر، بعنوان ''طبِ نبوی''، جلد 4، صفحہ 95-96، ازحکیم سید محمد امین الدین، ناشر ادارہ فروغ اردو، اردو بازار لاہور)

ایک موقع پر سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''ہر شخص روزانہ صبح اٹھ کر کسی کھانے پینے کی چیز کو ہاتھ لگانے سے پہلے کم ازکم تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے۔''

(نقوش، رسول نمبر، بعنوان ''طبِ نبوی'' جلد 4، صفحہ 95، ازحکیم سید محمد امین الدین، ناشر ادارہ فروغ اردو، اردو بازار لاہور)

جسم کو ہر وقت صاف ستھرا رکھنا، صاف کپڑے پہننا اور نہانا یہ سب امور صفائی کا حصہ ہیں۔ یہ اقدامات جسم کی جلد پر ہر وقت موجود جراثیم اور بہت سے دوسرے جراثیم کو دھو کر بہا دیتے ہیں اور جلد صاف ہو جاتی ہے۔ جونہی صفائی ستھرائی میں کمی آئے یہ جراثیم اپنا ہاتھ دکھا جاتے ہیں، قسم قسم کی جلدی بیماریاں آلیتی ہیں اور جلد کے ذریعے جسم کے باقی اعضاء مثلاً ہڈی، پٹھے اور جوڑ وغیرہ کو متاثر کرتی ہیں۔ ان بیماریوں سے بچنے کے لیے آج کل کی میڈیکل سائنس کا اصول یہ ہے کہ بار بار نہایا جائے اور جسم کو صاف ستھرا رکھا جائے، جس سے جلد پر موجود جراثیم دھلتے رہیں گے اور انسانی جلد اور جسم ان جراثیم کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔

مسلمان مردوں اور عورتوں پر بعض صورتوں میں غسل فرض ہو جاتا ہے۔ حالت جنابت میں غسل کرنے میں بھی کئی حکمتیں موجود ہیں:

''طب شاہد ہے کہ جنابت کی حالت میں پسینہ بھی کثیف ہو جاتا ہے اور پسینہ سے جو میل کچیل جسم پر جم جاتا ہے اس کو اگر مَل مَل کر صاف نہ کیا جائے تو وہ موجبِ خارش وغیرہ ہوتا ہے۔ غسل کی پابندی کرنے والے مذکورہ جلدی امراض سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔ امراض کے دفعیہ کے علاوہ غسل کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ غسل سے جسم میں تازگی اور توانائی پیدا ہوتی ہے، افکارِ فاسدہ سے دل و دماغ آزاد ہو جاتے ہیں اور قلب میں فرحت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وانبساط اور فرائض کی ادائیگی کے لیے ایک جوش وخروش انسان محسوس کرتا ہے جس سے صحت بہتر رہتی ہے۔‘‘

(اسلامی اصول صحت، صفحہ 32، از محمد کمال الدین حسین ہمدانی)

نامور جرمن مستشرق ’’جوا کیم دی یولف‘‘ لکھتا ہے:

’’غسل اور وضو کے واجبات نہایت دوراندیشی اور مصلحت پر مبنی ہیں۔‘‘

(الصالح العقلیہ لاحکام النقلیہ، صفحہ 406)

اوپر دیئے گئے حقائق کی وجہ سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ غسل کا مقصد انسانی جسم میں تحفظ مہیا کرنے والے نظام کو تقویت دینا نہیں ہے۔

اقسام غسل:

غسل فرض: یہ چار حالتوں میں ہوتا ہے:

1: جب عضو تناسل (حشفہ) قبل یا دبر میں پہنچ جائے تو فاعل اور مفعول ہر دو پر غسل فرض ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔

2: جب شہوت کے ساتھ انزال ہو جائے، احتلام کی صورت میں ہو یا بوس وکنار کے ذریعہ سے ہو یا مشت زنی سے ہو (اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں)۔

3: غسل حیض۔

4: غسل نفاس۔

غسل مسنون: یہ بھی چار ہیں:

1: غسل جمعہ۔

2: غسل عیدین۔

3: غسل احرام (حج کا احرام ہو یا عمرہ کا)۔

4: غسل یوم عرفہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

غسل واجب: اس کی ایک ہی قسم ہے یعنی مردہ کو نہلانا۔

غسل مستحب: اس کی بہت سی صورتیں ہیں:

1: کافر کا اسلام قبول کرنے کے لیے غسل کرنا۔

2: بچہ کا بالغ ہونے پر غسل کرنا۔

3: جنون سے افاقہ یاب ہونے پر مجنون کا غسل کرنا۔

یہ باب 4 فصول پر مشتمل ہے:

فصل نمبر 1: غسل کے فرائض

فصل نمبر 2: غسل کی سنتیں

فصل نمبر 3: مسنون غسل (دنوں کے اعتبار سے)

فصل نمبر 4: موجبات غسل

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۱

غسل کے فرائض

”وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن۔“

”اور فرائض غسل یہ (تین) ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور پورے بدن کو دھونا۔“

مفردات:

فرض: لازم ۔فرض وہ ہے جس کا حکم نص قطعی سے ثابت ہو۔فرض کا انکاری کافر کہلاتا ہے۔

المضمضة: کلی کرنا۔اچھی طرح منہ صاف کرنا کہ کوئی ذرہ منہ میں نہ رہ جائے۔

الاستنشاق: ناک صاف کرنا۔اس طرح ناک صاف کرنا کہ اس میں کوئی چیز جمی ہوئی نہ رہے۔

سائر البدن: سارا بدن۔

مسائل ودلائل

تذکرہ غسل:

☆:”اور فرائضِ غسل یہ ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور پورے بدن کو دھونا۔“

غسل کی بہ نسبت وضو کی ضرورت چونکہ زیادہ ہوتی ہے اس لیے قرآن حکیم میں وضو کا ذکر بیان غسل پر مقدم ہے۔غسل کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی شان ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

”وان کنتم جنبافاطھروا“

”اگر تم جنبی ہوتو (غسل کر کے) خوب پاکی حاصل کرو۔“

صاحب کتاب نے وضو کا تذکرہ پہلے اور غسل کا بعد میں کر کے قرآن مجید کی اس تقدیم وتاخیر کی رعایت کی ہے۔

فرائض واقسام غسل:

غسل واجب یعنی غسل جنابت، غسل حیض اور غسل نفاس میں تین چیزیں فرض ہیں:

1: کلی کرنا۔

2: ناک میں پانی دینا۔

3: ایک مرتبہ تمام بدن کا دھونا۔

دراصل غسل میں فرض تو صرف ایک ہی چیز ہے یعنی بدن کے ہر اس محل کا ایک بار دھونا جس کے دھونے میں کوئی مشقت نہ ہو۔ اس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا بھی داخل ہے لیکن چونکہ کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے کی بابت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے کہ وہ ان کو سنت کہتے ہیں اس لیے مصنف نے الگ الگ ہر ایک کی تصریح کر دی ہے۔

ہمارے یہاں وضو میں **مضمضۃ** اور **استنشاق** سنت ہے اور غسل میں فرض۔ وجہ فرق یہ ہے کہ وضو کی بابت آیت ”**فاغسلوا وجوھکم**“ میں لفظ **وجوہ** ہے اور **وجہ** اس کو کہتے ہیں جس میں **مواجھت** واقع ہو اور ظاہر ہے کہ منہ اور ناک کے اندرونی حصہ میں مواجہت نہیں ہوتی۔ اس لیے وضو میں ان حصوں کا دھونا فرض نہیں ہوسکتا بخلاف غسل کے کہ اس کی بابت آیت کریمہ ”**وان کنتم جنبا فاطّھروا**“ بطریق مبالغہ ہے۔ لہٰذا جتنے حصے کا دھونا ممکن ہو اس کا دھونا ضروری ہوگا اور منہ اور ناک کے اندرونی حصہ کا دھونا ممکن ہے لہٰذا غسل میں ان کا دھونا ضروری ہوگا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۲

سنن غسل

''وسنة الغسل ان يبدأالمغتسل بغسل يديه وفرجه ويزيل النجاسة ان كانت على بدنه ثم يتوضأ وضوئهٗ للصلوٰة الاغسل رجليه ثم يفيض الماء على راسه وعلى سائر بدنه ثلٰثاثم يتنحّٰى عن ذلك المكان فيغسل رجليه وليس على المرأة ان تنقض ضفائرها في الغسل اذابلغ الماء اصول الشعر''

''اورغسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ غسل کرنے والا اول اپنے ہاتھ اور شرمگاہ دھوئے اوراگراس کے جسم پر نجاست ہوتو اسے دور کرے پھر نماز جیسا وضو کرے مگر پاؤں دھونا ضروری نہیں۔ پھر پانی بہائے اپنے سراور پورے بدن پر۔ بعدازاں اس جگہ سے ہٹ کر اپنے پاؤں دھوئے۔ غسل میں عورت پر مینڈھیوں کا کھولنا ضروری نہیں جبکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔''

مفردات

فرج: شرمگاہ۔

يزيل: دور کرے۔ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع مثبت معروف از ثلاثی مجرد۔

رجليه: دونوں پاؤں۔ یہ رجل کا تثنیہ ہے۔ ن اضافت کی وجہ سے گر گیا ہے۔

يفيض: بہائے، انڈھیلے۔ واحد مذکر غائب، فعل مضارع معروف۔

يتنجى: ہٹ جائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تنقض: بمعنی نقضا یعنی کھولنا یا پھاڑنا۔

ضفائر: یہ ضفیرہ کی جمع ہے۔ زلف، گیسو اور مینڈھی اس کا معنی ہے۔

اصول: جڑ۔ یہ اصل کی جمع ہے۔

الشعر: بال۔

استنجاء:

☆: ''غسل میں ہاتھ اور شرمگاہ کو دھونا اور اگر جسم پر نجاست ہو تو اسے دور کرنا سنت ہے۔''

غسل میں ہاتھوں کا دھونا اور استنجاء کرنا سنت ہے۔ دراصل استنجاء غسل کی سنتوں میں سے ہے نہ کہ وضو کی۔ عمومی کتب فقہ میں استنجاء کو غسل کی سنتوں اور وضو کے مستحبات میں شامل کیا گیا ہے۔ اسلام میں ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ'' کا حکم ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برتر اور نہایت پاک ہے۔ اس کی ذات ہر قسم کی برائی کی آلودگی سے پاک ہے۔ اسی لیے مشہور ہے کہ صفائی میں خدائی جلوے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ چوری چکاری اور مکاری سے پاک ہے۔ کسی قسم کی کوئی فریب کاری، ریا کاری اور حسد و بغض جیسے گمان کا اس کی ذات کے ساتھ امکان نہیں۔ کنجوسی و بخل جیسی صفات رذیلہ سے دائماً اور ابداً وہ ذات بابرکات پاک ہے۔ اس کی صفات پاکیزہ اور محمود ہیں۔ وہ حمید و مجید ہے تو حکم ہے کہ اے مسلمانو! مخلوق ہوتے ہوئے تمہارے لیے جہاں تک ممکن ہے تم بھی اخلاقیات اور اوصافِ الٰہیہ کو اپنی ذات میں راسخ کرو۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ ایک حقیقی اور باعمل مسلمان کی زندگی ہر لحاظ سے پاک، صاف اور برائی کے ہر نوع کے جراثیم سے محفوظ ہوتی ہے۔ وہ ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلودگی سے پاک اور صاف ہوتا ہے۔ اسے حکم ہے کہ وہ حسد و بغض نہ رکھے۔ چوری وڈاکہ زنی نہ کرے۔ گالی گلوچ نہ کرے۔ ہمیشہ سچ بولے اور جھوٹ سے محفوظ رہے۔ ریا کاری سے بچے، فریب اور دھوکا دہی ہرگز نہ کرے۔ اپنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کردار و گفتار کی خوبی میں ہر مسلمان اپنی مثال آپ ہو۔ دوسرے لوگوں کو ہرگز تنگ نہ کرے اور نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچائے۔ بلکہ ہر وقت دوسروں کی مدد اور رہنمائی کے لیے کمربستہ رہے۔ کمزور کی مدد کرے، پڑوسیوں سے بہتر سلوک کرے اور دوسروں کے حقوق کو مجروح نہ کرے۔

ارشادِ مصطفیٰ کریم ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔"

"حقیقی اور کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

ایک اور ارشاد عالی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی کچھ نہ چاہے جس کی وہ خود اپنی ذات کے لیے خواہش کرتا ہے۔"

(الصحیح البخاری، باب من الایمان ان یحب لاخیہ، رقم 13)

ہر مسلمان کے لیے حکم ہے کہ حلال کھائے، حرام سے بچے، اپنے خیالات کو پاک وصاف رکھے، جسم کو پاک رکھے، لباس کو صاف رکھے اور اپنے کلام و کردار کی صفائی پیش کرے کہ بات میں جھوٹ نہ بولے اور کردار کو صاف رکھے۔ گویا کہ یوں محسوس ہو کہ ہر مسلمان مکمل طور پر ظاہری اور باطنی صفائی کا پیکر مجسم ہے۔

اسلامی تعلیمات میں نماز کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نماز ادا کرنے کے لیے شرط ہے کہ آدمی کا جسم پاک وصاف ہو، اس کا لباس صاف ستھرا ہو اور وہ باوضو ہو۔

نماز سے پہلے ہر قسم کی جسمانی طہارت ضروری ہے، اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ۔"

(الصحیح المسلم، جلد نمبر 1، عربی صفحہ 118) (مشکوۃ المصابیح، عربی صفحہ نمبر 38)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''طہارت ایمان کا حصہ ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا!

''اَلطَّھُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ''

(سنن ترمذی، عربی صفحہ 190)

''طہارت نصف ایمان ہے۔''

اس سے واضح ہوا کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے ایمان کے حصے کو ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہیے۔یعنی اسے ہر وقت پاکیزگی اپنانی چاہیے۔اسلام نے ظاہری و باطنی طہارت کا ایسا سبق دیا کہ غیر مسلموں کے رہبر ورا ہنما بھی یہ بات ماننے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام جیسی تطہیر اور کوئی دین و مذہب نہیں سکھاتا۔

چنانچہ ''ڈاکٹر رابرٹ سمتھ'' مشہور سرجن اور مستند متخصص سرجری لکھتا ہے۔!

''ہم نے تطہیر کا عمل اسلام سے سیکھا ہے۔''

سب سے بڑی گندگی وہ ہے جو انسان کے جسم سے پاخانے اور پیشاب کی صورت میں خارج ہوتی ہے۔اسلام نے اس کے خروج کے بعد اچھی طرح استنجا کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ حکم ہے کہ اگر انسان کو پیشاب یا پاخانے کی حاجت ہے تو سب سے پہلے اس حاجتِ ضروریہ سے فارغ ہو جائے پھر طہارت یعنی استنجا کرے۔پہلے اچھی طرح مٹی کے ڈھیلوں سے صفائی کرے اور پھر دوبارہ پانی سے اچھی طرح صفائی کرے۔

صفائی کرتے ہوئے بائیں ہاتھ کو استعمال کیا جائے۔پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کی جائے اور نہ ہی منہ، چاہے میدان ہو یا گھر۔اگر کبھی بھول کر ایسا کر لیا تو یاد آنے پر فوراً رُخ بدل لے۔پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت ننگے سر نہ جائے اور نہ ہی ہوا کے رخ پیشاب کرے۔

پیشاب اور پاخانہ کو جاتے وقت مستحب ہے کہ باتھ روم میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ "

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 1، عربی صفحہ 45)(الصحیح المسلم، جلد نمبر 1، عربی صفحہ 283)(فتح الباری، جلد نمبر 1، عربی صفحہ نمبر 244)

''اللہ کے نام سے، اے اللہ! بیشک میں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

پھر پاخانہ کرنے والا بایاں پاؤں بیت الخلا کے اندر رکھے۔ جب بیٹھنے کے قریب ہوتو کپڑا بدن سے ہٹائے اور ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولے۔ پھر پاؤں کشادہ کر کے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور خاموشی سے سر جھکائے فراغت حاصل کرے۔ جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے آلۂ تناسل کو جڑ کی طرف سے سرے کی طرف سونتے تاکہ جو قطرے رُکے ہوں وہ نکل جائیں۔ پھر پانی، ڈھیلوں یا پتھر کے بعد دیگرے دونوں سے طہارت حاصل کرے۔ یوں کہ پہلے تین ڈھیلوں سے طہارت کرے اور پھر پانی سے یا پھر فقط پانی سے ہی طہارت حاصل کرلے۔

داہنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لوٹا اونچا نہ رکھے تاکہ چھینٹیں نہ پڑیں۔ پہلے پیشاب کا مقام دھوئے، پھر پاخانہ کا مقام، پاخانہ کا مقام دھوتے وقت سانس کا زور نیچے کو دے کر ڈھیلا رکھے اور پھر خوب اچھی طرح دھوئے یہاں تک کہ دھونے کے بعد ہاتھ میں بو باقی نہ رہے۔ پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھ لے اور اگر کپڑا نہ ہو تو بار بار ہاتھ سے پونچھے کہ برائے نام تری رہ جائے اور اگر وسوسہ کا غلبہ ہو تو رومال پر پانی چھڑک لے۔ اس بات کا خیال رکھے کہ کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپالے اور باہر آجائے۔ نکلتے وقت پہلے داہنا پاؤں باہر نکالے اور باہر نکل کر یہ دعا پڑھے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ مَایُؤْذِیْنِیْ وَاَمْسَكَ عَلَیَّ مَایَنْفَعُنِیْ۔''

''اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے مجھ سے اس چیز کو دور فرمادیا جو مجھے نقصان پہنچا سکتی تھی اور اس چیز کو میرے قریب کردیا جو مجھے نفع دیتی ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بیت الخلاء سے باہر نکلنے کے بعد ایک اور دعا بھی احادیث میں مرقوم ہے، وہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فراغت حاصل کرتے تو اس جگہ سے جدا ہو کر کہتے:

''غفرانك''

(اے اللہ! میں تیری)''بخشش کا طلب گار ہوں۔''

(زادالمعاد، جلد نمبر 2، عربی صفحہ نمبر 387)

استنجا پانی یا ڈھیلوں سے یا پھر یکے بعد دیگرے دونوں سے کرنا چاہیے۔ ہڈی اور گوبر وغیرہ سے استنجاء کرنا منع ہے کیونکہ اس کے بہت سے نقصانات ہیں جو عنقریب ان شاء اللہ! استنجا اور جدید سائنس کے تحت بیان ہوں گے۔

استنجا اور جدید سائنس: قضائے حاجت انسان کی طبعی ضروریات میں سے ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے ہر ایک عمل میں نسلِ انسانی کو تحفظ اور سہولت عطا فرمائی۔ اگر نبی کریم ﷺ کی زندگی کو دیکھا جائے تو آپ ﷺ کی زندگی انسانیت کو قدم قدم پر عافیت اور حفاظت دے گی۔

آج دنیا پھر سے انھی طریقوں پر واپس آ رہی ہے جس طریقے سے حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں زندگی گزارنے کا حکم فرمایا اور جس طریقہ سے آپ ﷺ نے خود زندگی گزاری۔ استنجا کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے سائنسی وطبی چیدہ چیدہ فوائد پیش کیے جاتے ہیں:

1: رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔قضائے حاجت کے لیے چل کر دور جانا بہت زیادہ بہتر ہے۔ سائنس اور طب کی رو سے چند حقائق ملاحظہ فرمائیں:

اس وقت جدید سائنس زیادہ چلنے پر زور دے رہی ہے، حتیٰ کہ امریکہ کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں یہ بات نمایاں طور پر لکھی ہوئی ہے:

''پاؤں پہلے پیدا ہوا یا پہیہ؟''

ظاہر ہے کہ پاؤں پہلے پیدا ہوا، اس مقولے کا مقصد قوم کو زیادہ سے زیادہ پیدل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

چلنے کی طرف دعوت دینا ہے۔

بائیوکیمسٹری (Bio-Chemistry) کے ایک ماہر نے نکتے کی بات کہی، وہ کہتے ہیں:

''جب سے شہر پھیلنے لگے ہیں، آبادی بڑھنے لگی ہے اور کھیت ختم ہونے لگے ہیں اس وقت سے اب تک امراض کی بہتات ہوگئی ہے۔ کیونکہ جب سے لوگوں نے دور چل کر قضائے حاجت کرنا چھوڑ دیا ہے اس وقت سے اب تک قبض، گیس، تبخیر اور جگر کے امراض بڑھ گئے ہیں۔''

چلنے سے آنتوں کی حرکات (Intestine Movements) تیز ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے قضائے حاجت تسلی بخش ہوتی ہے۔ آج کل چونکہ ہم بیت الخلاء ہی میں پیشاب کرتے ہیں اور باہر چل کر نہیں جاتے اسی لیے آج حاجت غیر تسلی بخش ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بیتُ الخلاء میں زیادہ وقت گزارنا پڑتا ہے۔

2: رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے کچی اور نرم زمین کا انتخاب فرماتے تھے۔ اس میں بھی بہت زیادہ سائنسی فوائد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

''لیول پاول'' (Louval Poul) اپنی کتاب ''اصولِ صحت'' میں لکھتا ہے:

''انسانیت کی بقا مٹی سے ہے اور فنا بھی مٹی ہے۔ جب سے مٹی پر قضائے حاجت چھوڑ کر ہم نے سخت زمین (فلش، کموڈ اور ڈبلیوسی وغیرہ) استعمال کرنا شروع کی ہے، اس وقت سے اب تک مردوں میں جنسی کمزوری اور پتھری کا رجحان بڑھ گیا ہے اور اس کے اثرات پیشاب کے غدود (Prostate Glands) پر پڑتے ہیں۔''

دراصل جب آدمی کے جسم سے فضلات نکلتے ہیں تو مٹی ان کے جراثیم اور تیزابی اثرات جذب کر لیتی ہے۔ جبکہ فلش وغیرہ اس کیفیت سے عاری ہیں۔ اس لیے وہ تیزابی اور جراثیمی اثرات جو مٹی جذب کر لیتی تھی فلش میں پیشاب کرنے کی وجہ سے وہ جراثیمی اثرات دوبارہ ہمارے جسم پر براہ راست پڑتے ہیں اور جسمِ انسانی صحت سے مرض کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

طرف مائل ہونے لگتا ہے۔

اور ایک ماہر طب لکھتے ہیں:

''نرم اور بھر بھری زمین ہر چیز کو جذب کر لیتی ہے۔ چونکہ پیشاب اور پاخانہ جراثیمی فضلہ ہے اس لیے ایسی زمین چاہیے جو کہ اس کو جذب کرے اور اس کے چھینٹے اُڑ کر بدن اور کپڑوں پر پڑنے کو روکے۔

جبکہ یہ کیفیت فلش (ٹائلٹ) میں نہیں ہوتی۔ وہاں بھی چھینٹوں کا احتمال رہتا ہے اور مزید یہ کہ فضلے کو جذب کرنے کی صلاحیت اس میں نہیں۔ فلش میں پیشاب کرنے کی وجہ سے فضلے کے بخارات جذب نہیں ہو پاتے جس کی وجہ سے فضلے سے اٹھنے والے بخارات صحت کے لیے مضر ثابت ہوتے ہیں۔''

اس مغربی تہذیب نے ''کموڈ'' متعارف کرایا ہے کہ لوگ اس پر کرسی کی مانند بیٹھ جاتے ہیں اور پاخانہ و پیشاب کرتے ہیں۔ کموڈ کو استعمال میں لاکر آدمی اچھی طرح فراغت حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ غیر فطری طریقہ ہے۔ اسی کموڈ کی وجہ سے پاخانہ صحیح خارج بھی نہیں ہونے پاتا بلکہ انتڑیوں میں پھنسا رہتا ہے۔ نیز کموڈ کو استعمال کرنے کے بعد علیحدہ جگہ پر بیٹھ کر شرمگاہ کو دھونا پڑتا ہے۔

''ڈبلیوسی'' (W.C) ایک قسم کی کرسی ہے جو کہ یورپ کے لوگ پیشاب و پاخانہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ڈبلیو۔سی پر کرسی کی طرح بیٹھ کر قضائے حاجت کی جاتی ہے۔ یہ انسانی صحت و تندرستی کے لیے نہایت مضر اور نامناسب ہے۔

اس کرسی نما چیز پر قضائے حاجت کرنے سے کئی ایک مہلک و خطرناک امراض لاحق اور کئی ایک نقائص انسانی جسم میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

(1): ڈبلیوسی (W . C) پر بیٹھ کر قضائے حاجت کرنے سے اعصابی تناؤ اور کھچاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے جسمِ انسانی ڈسٹرب ہونے کا غالب امکان ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(2): ڈبلیوسی (W.C) کی مدد سے پاخانہ کرنے کی وجہ سے حاجت بھی غیر تسلی بخش ہوتی ہے جو کہ انتہائی پیچیدہ بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔ جیسے قبض، تبخیر، معدے کی جلن، شرمگاہ کی خارش، شرمگاہ کی جلن، گیس اور بواسیر وغیرہ۔

(3): ڈبلیوسی (W.C) پر قضائے حاجت کرنے کے لیے کرسی کی طرح بیٹھنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے پاخانے کا صحیح اور طبعی اخراج ممکن نہیں ہو پاتا اور فضلہ بڑی آنت میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ جو بے شمار بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔

(4): ڈبلیوسی (W.C) پر قضائے حاجت کے باوجود بعد میں پیشاب کے قطرات گرنے کا غالب گمان رہتا ہے اور قطرات گرنے سے خارش اور دوسری کئی متعدی امراض وجود میں آتی ہیں۔

(5): ڈبلیوسی (W.C) کی مدد سے قضائے حاجت کرنے سے آنتوں اور معدے پر زور نہیں پڑتا جس کی وجہ سے معدے اور آنتوں کے بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے معدے کی جلن، بدہضمی اور معدے کا السر وغیرہ۔

(6): یہ جدیدیت کی پہچان ڈبلیوسی (W.C) وضعِ جسم کی فطری کیفیت کے خلاف ہے۔ جب سنت کے مطابق قضائے حاجت کی جاتی ہے تو اس وقت دماغ پورے جسم کو ڈھیلے رہنے اور پاخانے کے مقام کو پاخانہ خارج کرنے کا حکم ارسال کرتا ہے۔ لیکن ڈبلیوسی (W . C) کو استعمال کرنے سے پورا جسم ڈھیلا نہیں ہو پاتا اور پاخانے کا مقام بھی کسا رہتا ہے جس کی وجہ سے دل، جگر، معدہ اور دماغ کی بیماریاں لاحق ہوسکتی ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے نہایت مفید ہیں بلکہ کسی مذہب میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ جب تک پیغمبر اسلام ﷺ والا طریقۂ طہارت نہ اپنایا جائے گا تو طہارت واستنجا کا اصل مقصد پورا نہیں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے کس قدر خوبی کے ساتھ انسان کو طہارت وپاکیزگی کا نظام عطا فرمایا کہ آج طبی ماہرین بھی یہ بات کہنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پر مجبور ہیں کہ......

''واقعی پیغمبر اسلام مصطفیٰ کریم ﷺ والا نظامِ طہارت بے مثل و بے مثال ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے اور اپنائے ہوئے طریقے نہایت مفید ہیں۔''

بہر حال اول الذکر (فلش) فطری انداز اور طریقے کے قریب تر ہے۔ اسی لیے اس کے نقصانات کموڈ اور ڈبلیوسی (W.C) کی نسبت بہت کم ہیں...... لیکن جو فوائد کچی زمین اور نرم مٹی پر حاجت کرنے کے ہیں وہ یہاں میسر نہیں ہو سکتے۔ چونکہ مٹی اور میدان ہر جگہ میسر نہیں اس لیے فلش بہر خال بہتر ہے۔

3: رسول اللہ ﷺ پاؤں کشادہ کر کے اور بائیں پاؤں پر زور دے کر خاموشی سے سر جھکائے فراغت حاصل کرتے۔ اس طریقے میں بھی بڑے سائنسی وطبی فوائد مضمر ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

فزیالوجی کے ایک بہت بڑے ہیں:

''میں مراکش میں تھا۔ ایک یہودی ڈاکٹر کے پاس بخار کی دوائی کے لیے جانا پڑا۔ ڈاکٹر کافی بوڑھا تھا۔ جب میں نے اپنا نام لکھوایا تو وہ کہنے لگا:

''کیا تم مسلمان ہو؟''

میں نے کہا!

''جی ہاں! مسلمان بھی ہوں اور پاکستانی بھی۔''

یہودی ڈاکٹر کہنے لگا!

''تمہارے پاکستان میں اگر ایک طریقہ جو خود تمہارے نبی ﷺ کا ہے، زندہ ہو جائے تو پاکستانی کئی امراض سے بچ جائیں۔''

میں حیران ہوا اور میں نے پوچھا!

''ڈاکٹر صاحب! وہ کون سا طریقہ ہے؟''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یہودی ڈاکٹر نے کہا!

”وہ قضائے حاجت کا طریقہ ہے۔اگر قضائے حاجت کے لیے اسلامی طریقے پر بیٹھا جائے تو اپنڈے سائٹس (Appendesitis)، دائمی قبض، بواسیر (Piles) اور گردوں کے امراض پیدا ہی نہیں ہوں گے۔اگر مسلمان اپنے نبی (کریم ﷺ) والا طریقۂ حاجت اپنائیں گے تو وہ ان تمام بیماریوں سے بچ جائیں گے۔“

چنانچہ پاکستانی پروفیسر کہتے ہیں:

”میں اپنے نبی کریم ﷺ کے اس طریقے سے واقف نہ تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے علمِ دین کو تھوڑا سا وقت بھی نہ دیا کہ اتنے اہم اور ضروری مسائل ہی سیکھ لیتا۔اس وقت مجھے اس طریقے سے شناسائی کا اشتیاق ہوا۔میں نے اس یہودی ڈاکٹر سے تو نہ پوچھا،ہاں مراکش میں ہی ایک عالمِ دین تھے، میں ان کے پاس حاضر ہوا اور ان سے طریقہ دریافت کیا۔جب انہوں نے مجھے وہ طریقہ بتایا اور سمجھایا تو میں نے فی الفور اس پر عمل شروع کر دیا۔پہلے پہل تو مجھے کچھ دقت ہوئی لیکن اس کے فوائد جلد ہی میری سمجھ میں آ گئے اور اس وقت سے اب تک میں حاجت کے لیے وہی طریقہ استعمال کرتا ہوں جو میرے نبی ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے۔“

جدید سائنس حضور نبی کریم ﷺ کے اس قضائے حاجت کے طریقے پر مسلسل ریسرچ کر رہی ہے اور اب تو غیر مسلم سائنسدان بھی یہ کہتے ہیں:

”صحت و زندگی کی بقا اور خوشحالی کے لیے پیغمبر اسلام علیہ السلام کے حاجت والے طریقے سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ نہیں۔پیغمبر اسلام ﷺ کے اس طریقے پر عمل کرنے سے گیس، تبخیر، بدہضمی، قبض اور گردوں کے امراض واقعی کم ہو جاتے ہیں اور آپ ﷺ والا طریقہ مستقل اپنا کر ان امراض کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔“

4: رسول اللہ ﷺ استنجا کے لیے پہلے ڈھیلے استعمال فرماتے اور ڈھیلے طاق عدد میں استعمال فرماتے۔رسول اللہ ﷺ کی اس سنتِ مبارکہ میں بھی بہت سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سائنسی اور طبی فوائد ہیں، ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

جدید سائنس کی ریسرچ کے مطابق مٹی میں نوشادر (Ammonium Chloride) اور اعلیٰ درجے کے دافعِ تعفن اجزاء موجود ہیں۔ چونکہ پاخانہ (Stool) اور پیشاب سارے کا سارا فضلہ ہوتا ہے اور جراثیموں سے لبریز ہوتا ہے، اس لیے اس کا جلدِ انسانی کو لگنا انتہائی نقصان دہ ہے۔ اگر اس کے کچھ اجزاء جلد پر چپک جائیں یا ہاتھ پر رہ جائیں تو بے شمار امراض کے پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

''ڈاکٹر بلوک'' لکھتا ہے:

''ڈھیلے کے استعمال نے سائنسی اور تحقیقی دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا تھا لیکن اب یہ حقیقت سامنے آ گئی ہے کہ مٹی کے تمام اجزاء جراثیموں کے قاتل ہیں۔ جب ڈھیلے کا استعمال ہوگا تو پوشیدہ اعضاء پر مٹی لگنے کی وجہ سے ان پر بیرونی طور پر چمٹے ہوئے تمام جراثیم مر جائیں گے۔

بلکہ تحقیقات نے تو یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ مٹی کا استعمال شرمگاہ کو کینسر (Cancer of Penis) سے بچاتا ہے۔ میں نے ایسے مریضوں کو جن کی شرمگاہ پر زخم تھے اور خراش بھی پڑ گئی تھی، مستقل مٹی استعمال کرائی اور انہیں مٹی سے استنجا کرنے کو کہا تو مریض حیرت انگیز طریقے سے صحت مند ہو گئے۔''

الغرض میرا، تمام محقق سائنسدانوں اور اطباء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ مٹی سے بنا ہوا انسان آخر کار مٹی سے ہی عافیت پائے گا۔ چاہے دنیا کے تمام فارمولے استعمال کر لے، اس کو فقط پیغمبر اسلام ﷺ کے طریقوں ہی سے بیماریوں سے تحفظ ملے گا۔

آج کل استنجا اور طہارت کے لیے ٹشو پیپر یا پھر ٹائلٹ پیپر کا استعمال کیا جاتا ہے اور لوگ بڑے شوق سے ان کا استعمال کرتے ہیں۔ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ ٹائلٹ پیپر سے اچھی طرح صفائی نہیں ہوتی۔ کچھ نہ کچھ گندگی جسم پر باقی رہ جاتی ہے، جو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر غسل کی حاجت بھی ہو تو انسان اسی طرح ٹائلٹ پیپر سے رہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جانے والی باقی ماندہ گندگی کے ساتھ ہی پانی میں بیٹھ جاتا ہے جس سے نہ صرف وبائی امراض بڑھتے ہیں بلکہ ٹب کا سارا پانی بھی پلید اور گندا ہو جاتا ہے جو کہ غسل کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اگر پھر بھی انسان اس سے نہالے تو اس کا سارے کا سارا جسم ناپاک اور گندا ہو جاتا ہے۔ یہ مغربی تہذیب کا انسان کے حق میں نقصان ہے جو کسی بھی مسلمان کو ہرگز گوارا نہیں ہونا چاہئے۔ علامہ اقبال نے ٹھیک کہا تھا:

ع..... ''نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے''

ٹائلٹ پیپر بنانے والی فیکٹری کے ایک ملازم سے ایک ڈاکٹر اور ماہر طب کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس ملازم سے پوچھا!

''بھئی! بتاؤ! کیا اس نرم، ملائم اور لطیف ٹائلٹ پیپر کی تیاری میں کوئی خطرناک کیمیکل استعمال ہوتا ہے؟''

ملازم کہنے لگا!

''ڈاکٹر صاحب! اس کے بنانے میں بے شمار کیمیکل استعمال ہوتے ہیں۔ بعض کیمیکل تو انتہائی مہلک ہیں جن سے جلدی امراض (Skin Diseases)، ایگزیما (Eczema) اور جلد کی میں رنگت کی تبدیلی کے امراض پیدا ہو سکتے ہیں۔''

اس وقت تمام یورپ ٹائلٹ پیپر استعمال کر رہا ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات نے اس خبر کو شائع کیا کہ اس وقت یورپ میں شرمگاہ کے مہلک امراض خاص طور پر شرمگاہ کا کینسر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس کے سدِّ باب کے لیے جب تحقیقی بورڈ بیٹھا تو اس بورڈ کی رپورٹ صرف دو چیزوں پر مشتمل تھی۔ بورڈ کا کہنا ہے کہ یہ مہلک امراض اور شرمگاہ کا کینسر فضلے کی صفائی کے لیے ٹائلٹ پیپر استعمال کرنے اور پانی استعمال نہ کرنے کی وجہ سے بڑھ رہا ہے۔

یورپ نے ہمیں یہ تحفہ جو کاغذ کی شکل میں دیا ہے یہ ہمارے لیے بہتر ہے یا نقصان دہ، فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

چونکہ یورپین باشندے استنجا کے لیے صرف ٹائلٹ پیپر پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور پانی استعمال نہیں کرتے اسی لیے ٹائلٹ پیپران کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے لیکن اگر ٹائلٹ پیپر کے استعمال کے بعد پانی استعمال کیا جائے تو اس کے مضر اثرات نہ ہونے کے برابر ہو جائیں۔

5: رسول اللہ ﷺ استنجا کے لیے پہلے مٹی کے ڈھیلے استعمال فرماتے اور پھر پانی۔ خالی پانی سے بھی استنجا کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حدیث اقدس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''پانی سے استنجا کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے۔''

(الصحیح لمسلم، باب خصال الفطرۃ، عربی صفحہ نمبر 604)

لیکن یورپین لوگ پانی سے استنجا کرنے کی بجائے ٹشو پیپر وغیرہ استعمال کرتے ہیں جن کے بہت زیادہ نقصانات ہیں۔ ان میں سے چند ایک نقصانات مندرجہ بالا سطور میں قارئین نے ملاحظہ فرمائے۔ اب چند اور پیشِ خدمت ہیں:

ایک یورپین ڈاکٹر ''کینن ڈیوس'' نے پوری یورپی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

''اگر تم اسی طرح زندگی گزارتے رہے کہ غلاظت اور پاخانہ کے مقام کو پانی کی بجائے ٹائلٹ پیپر سے صاف کرتے رہے تو پھر بہت جلد تم درج ذیل امراض کے لیے تیار ہو جاؤ:

(1): شرمگاہ کا کینسر

(2): بھگندر یا فسچولہ

(3): پھپھوند کے امراض (Skin Infections)

(4) جلدی انفیکشن (Viral Diseases)''

غلاظت اور گندگی سے لبریز یورپی زندگی میں پانی سے استنجا نہیں کیا جاتا۔ جس کی وجہ سے باقی ماندہ غلاظت و گندگی بالوں اور جسم میں اٹک کر طرح طرح کے امراض کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پانی کائنات کی عظیم نعمت ہے۔ یہ ہر غلاظت کو طہارت میں تبدیل کردیتی ہے۔ اسلام نے نظامِ طہارت کو اتنا واضح اور شفاف بنا دیا ہے کہ اس کو مانے بغیر چارہ نہیں۔ ہم کیا غیر مسلم سائنسدان اور اطباء بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

''جانٹ ملن'' مستشرق کا کہنا ہے:

''اسلام پاکیزگی اور صفائی کا مذہب ہے۔ تمام مذاہب اس سے اپنی پاکیزگی کا باب پورا کرتے ہیں۔ اسلام کا طریقۂ استنجا بھی بے مثل و بے مثال ہے کہ اس سے جسم پر گندگی کا ذرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر کسی جسم کو پانی لگائے بغیر صاف کیا جائے تو تجربات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ حصۂ جسم کبھی بھی صاف نہیں ہوگا بلکہ مختلف بیماریوں کا پیش خیمہ بن جائے گا۔

اور پھر پانی کے استعمال سے تو جسم کے اس حصے (شرمگاہ) کا درجۂ حرارت نارمل ہو جاتا ہے جو کہ نہایت مفید ہے کہ اس سے بواسیر وغیرہ نہیں ہونے پاتی۔ اگر پانی استعمال نہ کیا جائے تو حاجت کے وقت اعضائے مخصوصہ کے علاوہ تمام اعضائے جسم کا درجہ حرارت بھی بڑھ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان مختلف بے شمار امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

ممنوعاتِ قضائے حاجت : رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کے بارے میں پرزور احکامات ارشاد فرمائے۔ اس کے علاوہ پیشاب کو روکنے، کھڑے اور چلتے پانی میں پیشاب کرنے، راستہ میں پیشاب کرنے، سایہ دار اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے، ہوا کے رُخ پر پیشاب کرنے، بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے، غسل خانے میں پیشاب کرنے، کھڑے ہو کر پیشاب کرنے، لید، گوبر، ہڈی سے استنجا کرنے اور قبلہ رُخ منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

نیز طہارت کے لیے دایاں ہاتھ پانی ڈالنے اور بائیں ہاتھ سے صفائی کرنے،

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قضائے حاجت کے بعد کسی چیز (صابن یا مٹی) سے ہاتھ دھو لینے اور قضائے حاجت کرتے ہوئے پردے کا سخت خیال رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ان تمام تعلیمات کے بے شمار سائنسی اور طبی فوائد ہیں ۔ان تعلیمات میں سے ہر ایک کے مختصر اور چند اہم فوائد بیان کیے جاتے ہیں:

1: احادیث میں کثرت کے ساتھ پیشاب سے نہ بچنے پر وعیدیں آئی ہیں اور محدثین نے اپنی کتابوں میں ہزار ہا ایسی احادیث نقل فرمائی ہیں جن میں پیشاب سے بچنے ،تعلیماتِ اسلام کے مطابق پیشاب اور استنجا کرنے کا حکم ارشا فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر عذابِ قبر پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔"

مستشرق "ڈاکٹر جانٹ ملن" کہتا ہے:

"رانوں کی خارش اور پھنسیوں، پیڑو کی جلد کا اُدھڑنا، سرینوں اور اس کی اطرف کی الرجی اور عضوِ خاص کے زخم کے مریض جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو میرا اُن سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ "کیا وہ پیشاب سے بچتے ہیں؟"

ان میں سے اکثر پیشاب سے نہیں بچتے اور پھر لا علاج اور مشکل امراض لے کر میرے پاس آتے ہیں۔"

جینز اور پینٹ کی زنجیری اور بٹن کھول کر پیشاب کرنے اور پھر بغیر استنجا کے فوراً باندھ لینے کی صورت میں پیشاب کے قطرات اعضائے جسم پر گرتے رہتے ہیں جس سے جلدی امراض اور دیگر بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں۔

واللہ! رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کتنی اعلیٰ ہیں کہ سائنسی تحقیق سے ہزاروں سال

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پہلے ہی فرمادیا کہ پیشاب پلید ہے، گندا ہے، کئی بیماریوں کا موجب اور عذابِ قبر کا سبب ہے، اس لیے اس سے بچو۔

2: رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کو روکنے سے منع فرمایا اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

''پیشاب اگر سواری پر آجائے تو اسی وقت دیر کیے بغیر سواری کو روکے اور پہلے پیشاب کرے۔ اسی طرح اگر جماعت کا وقت ہوگیا ہے اور پیشاب آگیا ہے تو پہلے پیشاب کرے، پھر وضو اور پھر جماعت کے ساتھ ملے۔ کسی کام کو کرتے ہوئے پیشاب آجائے تو پہلے پیشاب سے فراغت حاصل کرنی چاہیے۔

پیشاب کو نہ روکنے اور بروقت پیشاب کر دینے کے درج ذیل طبی فوائد ہیں:

میڈیکل کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ جب بھی پیشاب یا پاخانہ آجائے تو اسی وقت اس سے فراغت حاصل کی جائے۔ میڈیکل نے حاجاتِ ضروریہ، پیشاب اور پاخانے کو روکنے سے منع کیا ہے۔

میڈیکل فیلڈ کے ساتھ تعلق رکھنے والے ایک صاحب کہتے ہیں:

''حاجتِ ضروریہ کو روکنا گوناگوں بے شمار امراض کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ اس میں زیادہ نقصان دماغ (Brain)، معدہ (Stomach)، اعصاب (Nerves) اور گردوں کا ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو حاجتِ ضروریہ کے روکنے سے قے اور چکر شروع ہوجاتے ہیں جو کہ نہایت ہی مضر ثابت ہوتے ہیں۔''

3: رسول اللہ ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے طبی اور سائنسی فوائد ملاحظہ فرمائیں:

کنواں، تالاب، جوہڑ اور جھیل جیسے کھڑے پانی میں اگر قضائے حاجت کی جائے گی تو پانی میں جراثیموں کے داخل ہونے سے تمام پانی آلودہ اور خطرناک امراض کا سبب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بن جائے گا۔

اب اگر کوئی ذی روح (پرندے اور جانور یا انسان وغیرہ) اس پانی کو پیئے گا تو وہ کئی ایک مہلک بیماریوں کا شکار ہو جائے گا۔

ایسا پانی پینے والے کو تپ محرقہ، ٹائی فائیڈ (Typhoid)، جراثیمی یرقان (Viral Juandice)، آنتوں کے کیڑوں کے انڈے کی پیدائش، پیرا سائٹ (Parasites) اور طفیلی کیڑوں کی پیدائش جیسے مہلک امراض لاحق ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ کھڑے پانی میں پیشاب کرنے والا خود بھی کئی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب کھڑے پانی میں پیشاب کیا جاتا ہے تو پیشاب کے چھینٹے اُڑتے ہیں جو کئی بیماریوں کا موجب بنتے ہیں۔ کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے ایک قسم کی بھاپ اٹھتی ہے جو پیشاب کرنے والے کو کئی بیماریوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس بھاپ سے سونگھنے کی قوت سلب ہو جاتی ہے، آدمی آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جبکہ دماغ اور گلے پر بھی گہرا اثر پڑتا ہے۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا تاکہ کسی آدمی کی وجہ سے کسی جانور یا انسان کو کوئی بھی تکلیف نہ پہنچے اور اسلامی معاشرہ ہمیشہ تندرست اور بیماریوں سے محفوظ رہے۔

4: رسول اللہ ﷺ نے چلتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ سائنس اور طب میں اس کی وجہ ملاحظہ فرمائیں۔

چلتا پانی جیسے دریا، نہریں اور نالے چونکہ قریہ قریہ گزر کر جاتے ہیں۔ کئی انسان اور جانور اس پانی سے نفع لیتے ہیں۔ اگر فضلے کی وجہ سے یہ پانی آلودہ ہو جائے تو چلتے چلتے جراثیم کا گڑھ بن جاتا ہے اور بیماریاں پھیلاتا جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اس نہر یا نالے وغیرہ کو پار کرنے کے لیے پانی سے گزرے گا تو اس کا جتنا جسم پانی میں جائے گا اس کو نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس پانی سے الرجی، پھوڑے، پھنسیاں اور وبائی خارش وغیرہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بھی پھیلتی ہے۔اس کے علاوہ جب کوئی شخص چلتے پانی میں پیشاب کرے گا تو اس سے بو اٹھے گی جو کہ دماغ اور پھیپھڑوں کے لیے انتہائی مضر ہے۔

5: رسول اللہ ﷺ نے گزرگاہوں اور راستوں میں پیشاب کرنے سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔اس کے طبعی، طبی اور سائنسی فوائد درج ذیل ہیں:

راستہ سے ہر کوئی گزرتا ہے اور جب راستہ میں پیشاب کیا جاتا ہے تو پیشاب کی بو اور جراثیم فضا میں معلق ہو جاتے ہیں اور ہوا کی وجہ سے اس راستے سے گزرنے والوں کے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جس سے سانس کی پرابلم پیدا ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ پیشاب کی بو اور جراثیم سے آلودہ ہوا اگر انسان کے اندر پہنچ جائے تو دل، جگر اور پتے کی بیماریوں کا بھی غالب گمان کیا جا سکتا ہے۔

6: احادیث اور فقہ میں سایہ دار اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔اس کے چند طبعی، طبی اور سائنسی فوائد یہ ہیں:

سایہ دار درخت لوگوں کے قیام اور سکون کی جگہیں ہیں۔یہاں فضلہ کرنا انتہائی برا عمل ہے اور اس سے یقیناً برے اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ اس درخت کے سائے میں بیٹھنے والے کئی قسم کی وبائی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پھلدار درخت جہاں لوگوں کے قیام و آرام کی جگہ ہے وہاں اس سے پھل بھی حاصل کیے جاتے ہیں اور لوگ اسی کے سائے میں بیٹھ کر اس کے پھل تناول کرتے ہیں۔اگر وہاں گندگی ہوگی تو وہاں بیٹھ کر کھانا مشکل ہو جائے گا جس کی وجہ سے لوگ متنفر ہو جائیں گے۔نیز پھلدار درخت سے خود بخود پھل بھی گرتے ہیں۔اگر پھلدار درخت کے نیچے پیشاب یا پاخانہ کیا جائے گا تو وہ پھل بھی ضرور اس گندگی پر گریں گے جس کی وجہ سے وہ انسان کے استعمال کے قابل نہیں رہیں گے اور اگر کسی نے وہ پھل استعمال کر لیا (خصوصاً جیسے ناسمجھ بچے وغیرہ) تو وہ بھی کئی امراض میں مبتلا ہو جائے گا جن سے تکلیف واذیت پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

7: احادیث اور فقہ میں ہوا کے رخ پر پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔اس کے طبی وسائنسی فوائد درج ذیل ہیں:

اگر ہوا کے رُخ پیشاب کیا جائے تو ہوا کے دباؤ کی وجہ سے وہ پیشاب اُڑ کر جسم، چہرے اور کپڑوں پر پڑے گا جس سے جسم اور کپڑے پلید ہو جائیں گے۔ نیز اس پیشاب کے جراثیم بھی مساموں کے راستے سے جسم میں داخل ہو کر الرجی، خارش، فسادِ خون اور کئی دیگر جلدی امراض پیدا کریں گے۔

اگر ہوا کی وجہ سے پیشاب اُڑ کر منہ یا آنکھوں میں چلا گیا تو بہت شدید نقصان پہنچے گا۔مثلاً آنکھیں سوج جائیں گی، سرخ ہو جائیں گی، آنکھوں میں خارش ہو جائے گی، آنکھوں سے پانی بہنے لگے گا اور اس کے ساتھ ساتھ کئی ایک قسم کی آنکھوں کی وبائی بیماریاں لاحق ہو جائیں گی۔ اگر علاج نہ کرایا گیا تو یہ بیماریاں بڑھ کر پورے جسم میں فساد برپا کر دیں گی۔

اگر ہوا کے رُخ پر پیشاب کیا گیا اور پیشاب اُڑ کر منہ میں چلا گیا تو اس سے بھی کئی ایک امراض پھیل جائیں گے۔مثلاً منہ کی بیماری لاحق ہو جائے گی، منہ کا فالج بھی ہو سکتا ہے۔اس کے علاوہ منہ میں زخم، مسوڑھوں میں پیپ اور دانتوں کی بیماری پیدا ہو گی۔ زبان بھی بری طرح متاثر ہو گی اور گلہ بھی خراب ہو جائے گا جس سے پانی تک نہ نگلا جائے گا۔

8: حضور نبی کریم ﷺ نے بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔چنانچہ مشکوۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔''

(مشکوۃ المصابیح، عربی، صفحہ 43)

بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے سے روکنے میں بھی بے شمار سائنسی وطبی فوائد ہیں جن میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اگر زہریلے جانور کے بل میں پیشاب کیا گیا تو اس جانور کے باہر نکل کر نقصان پہنچانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

بعض زمینیں کلرزدہ اور شورہ زدہ ہوتی ہیں اور ان کے بلوں اور سوراخوں میں تیزاب اور شورہ (Nitrogen) کے مادے جمع ہوتے ہیں۔ اگر ان میں پیشاب کیا گیا تو پیشاب چونکہ خود ایک تیزاب (Acid) ہے اور جب ایک تیزاب دوسرے تیزاب سے ملے گا تو زہریلے بخارات اُٹھ کر جسمِ انسانی کو نقصان پہنچائیں گے۔

9: رسول اللہ ﷺ نے غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا:

''اس سے بیشمار وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔''

فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

''غسل کی جگہ پیشاب نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے عقل اور ذہن پر برا اثر پڑتا ہے یادداشت کمزور ہو جاتی ہے اور آدمی کئی وسوسوں میں پھنس کر شیطان اور بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔

ایک سائنس میگزین ''سائنس اور صحت'' (Science and Health) میں لکھا ہے:

''غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے شہوتِ نفسانیہ کی زیادتی ہوتی ہے اور اس سے معاشرتی مہلکات پیدا ہوتے ہیں۔ غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے انسان نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے گردے میں پتھری پیدا ہوتی ہے۔ بہرحال غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے اور بھی بہت سے نقصانات کا قوی اندیشہ ہے۔''

10: حضور نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ بیہقی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔

(بیہقی شریف، جلد 1، عربی صفحہ 102)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسلام بیٹھ کر پیشاب کرنے کا حکم دیتا ہے۔اگر کھڑے ہوکر پیشاب کیا جائے تو اس سے بے شمار اندرونی و بیرونی نقصانات ہوتے ہیں۔چونکہ پیشاب جراثیموں سے پُر ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں بعض امراض(سوزاک ، آتشک ، گردوں کا جراثیمی انفیکشن وغیرہ) کی وجہ سے پیپ (Pus) بھی موجود ہوتی ہے ۔کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے اس کے چھینٹے بدن اور لباس کو آلودہ کردیتے ہیں جس سے کئی امراض وجود میں آتے ہیں۔

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے غدۂ قدامیہ (Prostatitis) پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ متورم ہوکر بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے پیشاب بند ہوجاتا ہے،قطرہ قطرہ آتا ہے اور دھار بھی پتلی ہوجاتی ہے،اس کے علاوہ اور بھی کئی امراض جنم لیتے ہیں۔

11: حضور نبی کریم ﷺ نے لید اور ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔

چنانچہ مسلم شریف میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''لید (جانور کے گوبر) اور ہڈی سے استنجا نہ کیا کرو۔''

(الصحیح المسلم،جلد نمبر 1 ،صفحہ نمبر 130)(المشکوۃ المصابیح،عربی صفحہ 42)

لید میں بے شمار مہلک جراثیم ہوتے ہیں کیونکہ یہ ایک (جانور کا) فضلہ (پاخانہ) ہے اور ہر پاخانہ جراثیموں سے پُر ہوتا ہے ۔لید میں تشنج (Tetnus) اور تپِ محرقہ (Typhoid) کے جراثیم بہت زیادہ ہوتے ہیں ۔اگر لید سے استنجا کیا جائے تو وہ جراثیم جسم میں منتقل ہوکر انسان کو بیمار کرسکتے ہیں۔اس کے علاوہ اس سے شرمگاہ کو بھی بہت سی بیماریاں لاحق ہوسکتی ہیں۔جیسے خارش،جلن،پیپ کا پڑنا اور شرمگاہ کا کینسر وغیرہ۔

ہڈی سے گوشت کھا کر جب پھینک دیا جاتا ہے تو اس کو جانور کھاتے ہیں۔بعض جانوروں کے لعاب میں خطرناک جراثیم ہوتے ہیں،مثلاً کتے کے لعاب میں ایک خاص جرثومہ ہوتا ہے جو اس کی کھائی ہوئی ہڈی پر لعاب کے ساتھ منتقل ہوجاتا ہے ۔مزید یہ کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہڈی پر مٹی، گردوغبار اورگندگی وغیرہ جم جاتی ہے اوراس گردوغبار وغیرہ میں گوناگوں جراثیم پائے جاتے ہیں۔اب اگر یہ ہڈی استنجا کے لیے استعمال کی جائے گی تو دیگر جراثیموں کے ساتھ ساتھ کتے کا خاص جرثومہ بھی جسم میں منتقل ہو جائے گا جس سے فسادِخون، دل، جگر، پتے، انتڑیوں اور معدے کے امراض لاحق ہوجاتے ہیں۔

ہڈی کی سطح ناہموار، کھردری اور نوک دار ہوتی ہے، اس سے جسمِ انسانی کے زخمی ہونے کے خطرات ہوتے ہیں۔ نیز ہڈی پر حشرات الارض میں سے کوئی چھوٹا دکھائی نہ دینے والا موذی جانور بھی ہوسکتا ہے کہ استنجا کرتے وقت اس کے نقصان پہنچانے سے تکلیف ہوگی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

''ایک نوجوان کو میں نے یہ حدیث مبارکہ سنائی کہ ہڈی، گوبر اور لید سے شرمگاہ کو صاف نہ کیا جائے تو اس نے مذاق اُڑایا۔ اتفاق سے کسی دن اسے ضرورت پڑی تو رفعِ حاجت کے بعد اس نے صفائی ہڈی کے ساتھ کی۔ جس کی وجہ سے اس کے پاخانہ کے مقام پر شدید سوزش اور تکلیف دہ ورم ہوگیا۔

ہوا یوں کہ اس نے جس ہڈی کے ساتھ استنجا کیا تھا اس پر چھوٹی چھوٹی سرخ اور زہریلی چیونٹیاں تھیں جو وہ دیکھ نہ سکا۔ جب اس نے استنجا کرنے کے لیے اس ہڈی کو پاخانے کے مقام پر رکھا تو ان چیونٹیوں نے اسے کاٹ کھایا۔''

وہ بزرگ فرماتے ہیں:

''اس نوجوان کو جب زیادہ تکلیف ہوئی تو وہ میرے پاس غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے شرمندگی کی حالت میں علاج کے لیے آیا۔ میں نے اس سے کہا:

''جس محسن ہستی ﷺ کی حدیث مبارک کا تم نے مذاق اُڑایا تھا اس پر درود بھیجو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے معافی طلب کرو۔ پس جب اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مصیبت دور فرمادی۔"

ہڈی اور گوبر میں کئی طرح کے غلیظ کیڑے بھی ہوتے ہیں، لہٰذا طبعی، سائنسی اور طبی قواعد کے مطابق بھی ان سے صفائی کرنا منع ہے۔

12: رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق قبلہ کی طرف تھوکنا، پیشاب کرتے ہوئے پیٹھ اور منہ کرنا منع ہے۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قضائے حاجت کے دوران قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے سے منع فرمایا۔"

(الصحیح البخاری، عربی، صفحہ 57)(الصحیح المسلم، جلد 1، عربی، صفحہ 130) (المشکوۃ المصابیح، عربی، صفحہ 42-24)(سنن ابی داؤد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 3)

قضائے حاجت کے دوران قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرنے میں کئی ایک طبی و سائنسی فوائد ہیں۔

چنانچہ ڈاکٹر "ڈارون"، ڈاکٹر "لیڈبیٹر" اور ڈاکٹر "الیگزنڈرا" کی تحقیق کے مطابق "کاسمک ورلڈ" (Cosmic world) کا نظام انسانی زندگی پر حاوی ہے۔ خانہ کعبہ کے چاروں اطراف سے نکلنے والی مثبت شعاعیں (Positive Rays) پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پیشاب، پاخانہ اور تھوک جو کہ خالص منفی شعاعیں (Negative Rays) ہیں کعبہ کی طرف ڈالنے سے آدمی کے لیے مسلسل نقصان کا باعث بنیں گی۔

مشہور پیراسائیکالوجسٹ "ڈاکٹر کامن بیم" نے اس بات کو اپنی تحقیقی زندگی کا حصہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کے کعبہ کی طرف سے مسلسل مثبت شعاعیں پوری کائنات میں پھیل رہی ہیں اور اس طرف منفی شعاعوں (تھوک، پیشاب اور پاخانہ وغیرہ) کا رجحان ضرر کا باعث ہے۔

13: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''طہارت کے لیے پانی دائیں ہاتھ سے ڈالو اور صفائی کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرو۔ خبردار دایاں ہاتھ استنجا کے لیے استعمال نہ کرو۔ جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو اپنی شرمگاہ کو بھی اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔''

(الصحیح البخاری، جلد 1، عربی صفحہ نمبر 27)(الصحیح المسلم، جلد نمبر 1، عربی صفحہ 130) (المشکوٰۃ المصابیح، عربی صفحہ 42)

اس ارشادِ رسول ﷺ میں بھی کئی ایک طبعی، طبی اور سائنسی فوائد پائے جاتے ہیں جو کہ پیشِ خدمت ہیں:

استنجا فقط بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں اور اس میں کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں دائیں ہاتھ سے مثبت (Positive) اور بائیں ہاتھ سے منفی (Negative) شعاعیں (Rays) نکلتی ہیں۔ اگر استنجا کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو جسم کا شعاعی نظام بگڑ جائے گا اور اس کے بداثرات دماغ (Brain) اور حرام مغز (Spinal Cord) پر پڑیں گے۔

نیز چونکہ کھانے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اگر استنجا کے لیے بھی دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو پھر کھانا کھاتے وقت مادۂ نفرت کے پھیلنے کا ڈر ہے۔

14: قضائے حاجت کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمیشہ مٹی پر ہاتھ رگڑ رگڑ کر دھوتے تھے۔ اس میں بیشمار طبی فوائد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

قضائے حاجت کے بعد دونوں ہاتھوں کو دھونا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ اس سے جسمِ انسانی کو بہت سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

مثلاً ....

ہم مختلف اشیاء کو ہاتھوں سے ہی پکڑتے ہیں، نیز ہاتھ ننگے رہتے ہیں، اس طرح ہاتھوں پر مختلف بیماریوں کے جراثیم (Germs) یا مختلف کیمیکلز (Chemicals) موجود رہتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں کو آلودہ کر دیتے ہیں، اگر ہاتھ دھوئے بغیر کھانا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کھالیا جائے، کھانے والے برتن میں ہاتھ داخل کر دیئے جائیں، کلی کر لی جائے یا ناک میں پانی ڈال لیا جائے تو یہ جراثیم بآسانی ہمارے کھانے، منہ یا ناک کے ذریعے جسم کے اندر جاسکتے ہیں اور جسم کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اسی لیے دنیا بھر میں ہاتھ دھونے پر بہت زور دیا جارہا ہے تاکہ مختلف آلائشیں ہمارے جسم کے اندر منتقل نہ ہوسکیں۔

اس سلسلے میں امریکی پروفیسر ''ڈاکٹر شاہد اطہر'' ایم ڈی نے بجا لکھا ہے:

"Hand washing is being emphasized more and more in hospitals now in order to prevent spread of germs- However non-Muslims did not know that hand washing is so important It has been ordered in Qur,an 1400 yers ago." (Health Guidlines from Quran and sunnah. P60)

ہاتھ دھونے کے متعلق خواجہ شمس الدین عظیمی لکھتے ہیں:

''جب ہم ہاتھ دھوتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعاعیں ایک ایسا حلقہ بنالیتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر دَور کرنے والا برقی نظام تیز ہو جاتا ہے اور برقی رَو ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ صحیح طریقہ پر ہاتھ دھونے سے انگلیوں میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کاغذ یا کینوس پر منتقل کرنے کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔''

(روحانی نماز، صفحہ 47-48، از خواجہ شمس الدین عظیمی، ناشر مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، کراچی)

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ قضائے حاجت کے بعد ہاتھوں کو مٹی سے مَل مَل کر دھوتے تھے۔ چونکہ ہاتھوں کو جراثیم لگے ہوتے ہیں اور بعض جراثیم ایسے بھی ہوتے ہیں جو عام پانی سے ضائع نہیں ہوتے، اس لیے اس ہاتھوں کو مٹی یا صابن وغیرہ سے صاف کر لینا ایک اہم سنت اور طبی وسائنسی اصول ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مٹی اعلیٰ درجے کی ''اینٹی سپٹک'' (Anti Septic) ہے۔حتیٰ کہ اس میں کتے کے جراثیموں (جوکہ سب سے زیادہ قوی جراثیم ہوتے ہیں) کوبھی مارڈالنے کی قوت وطاقت موجود ہے،اس لیے یہ عام جراثیموں کوتو فوراً ہی ختم کردیتی ہے۔

قضائے حاجت کے بعد ہاتھوں کومَل مَل کرمٹی یا صابن سے دھونا ویسے بھی فطرت میں شامل ہے کیونکہ فطرتِ انسانی گندگی کو پسند نہیں کرتی۔

باقاعدہ نماز جیسا وضو کرے اس میں بات کی طرف اشارہ ہے کہ وضو کرتے وقت اپنے سر کا مسح بھی کرے جیسا کہ ظاہر الروایہ میں ہے۔امام صاحب سے حسن کی روایت یہ ہے کہ مسح نہ کرے کیونکہ جب پورے بدن پر پانی بہائے گا تو مسح معدوم ہوجائے گا۔ لہٰذا پہلے مسح کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔لیکن صحیح یہ ہے کہ مسح بھی کرے۔(قاضی خان' زاہدی'فتح وغیرہ)

پاؤں دھونا:

☆: ''غسل والے وضو میں پاؤں نہ دھونا سنت ہے۔''

مگر پاؤں نہ دھوئے، یہ استثناء اس وقت ہے جب پانی کے ڈھلاؤ کی جگہ نہ بیٹھا ہو۔جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں منصوص ہے لیکن اگر پتھر،تختہ یا چوکی وغیرہ پر بیٹھا ہوتو پھر تاخیر کی ضرورت نہیں۔ پاؤں اول ہی دھولینے چاہئیں۔

عورت کی مینڈھیاں:

☆: غسل میں عورت پر مینڈھیوں کا کھولنا ضروری نہیں جبکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔''

گیسو یافتہ عورت پر گندھے ہوئے بالوں کو کھول کر جڑوں میں پانی پہنچانا صحیح قول کے مطابق ضروری نہیں ہے کیونکہ اس میں ان کے لیے حرج ہے برخلاف داڑھی کے بالوں کے کہ ان کے درمیان پانی پہنچانے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''یارسول اللہ ﷺ! میں سر کے بال گوندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے وقت ان کو کھول ڈالا کروں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کی ضرورت نہیں بلکہ اپنے سر پر تین چلّو پانی ڈال کر باقی پانی بدن پر بہالینا کافی ہے۔''

بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ بالوں کو تین مرتبہ تر کرنا اور ہر مرتبہ نچوڑنا واجب ہے۔ چنانچہ صلوٰۃ البقالی میں ہے کہ مینڈھیاں اگر پاؤں تک بھی پہنچ جائیں تب بھی صحیح یہ ہے کہ ان کو دھونا واجب ہے لیکن مبسوط میں ہے کہ مذکورہ حدیثِ مسلم کی روشنی میں اصح یہ ہے کہ مینڈھیوں کو کھولنا واجب نہیں رہتا۔ جوہرہ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر عورت حائضہ ہو تو بالوں کو کھول کر پانی پہنچانا ضروری ہے اور اگر جنبیہ ہے تو ضروری نہیں۔ صاحب کتاب نے عورت کی قید لگائی ہے، معلوم ہوا کہ مرد پر مطلقاً اپنے سر اور بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔

اگر عورت کو غسل جنابت کے لیے پانی خریدنے کی ضرورت واقع ہو تو عورت کے مالدار ہونے کی صورت میں قیمت اس کے ذمہ ہوگی اور نادار ہونے کی صورت میں قیمت شوہر پر لازم ہوگی۔ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں شوہر پر واجب ہے۔ رہی وضو کے پانی کی قیمت تو وہ بالا جماع شوہر کے ذمہ ہے اور اگر عورت کو غسل حیض کے لیے پانی خریدنے کی ضرورت ہو تو اگر حیض دس روز سے کم میں بند ہوا تو قیمت شوہر پر واجب ہوگی اور اگر پورے دس روز پر منقطع ہوا تو قیمت عورت پر واجب ہوگی۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۳

مسنون غسل

(دنوں کے اعتبار سے)

"وسن رسول اللہ ﷺ الغسل للجمعة والعيدين والاحرام وعرفة"

"اور مسنون فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے غسل جمعہ، عیدین، احرام اور عرفہ کے لیے۔

مفردات:

سنّ ...... سنته: طریقہ مقرر کرنا۔ دستور۔

عرفه: ذی الحجہ کی نویں تاریخ۔

مسائل ودلائل

جمعہ کے لیے غسل:

☆: "اور مسنون فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے غسل جمعہ کے لیے۔"

جمعہ کے روز غسل کرنا جمہور علماء کے نزدیک مسنون ہے۔ صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جو شخص جمعہ میں آئے اس کو غسل کرنا چاہیے۔"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(صحیحین، ترمذی، ابن ماجہ عن ابن عمر)

نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ غسلِ جمعہ ہر بالغ پر واجب ہے۔

(صحیحین عن ابی سعید)(بزار عن ابی ہریرہ)

ہماری دلیل حضور نبی کریم ﷺ کا وہ ارشاد ہے کہ جمعہ کے روز وضو کر لینا بھی کافی ہے لیکن غسل افضل ہے۔

(ابوداؤد)(ترمذی)(نسائی عن سمرۃ)(ابن ماجہ)(بزار)(طبرانی عن انس)(بیہقی)(بزار عن الخدری)(بزار ابن عدی عن ابی ہریرۃ)(ابن حمید، عبدالرزاق، ابن عدی عن جابر)(طبرانی عن عبدالرحمٰن بن سمرہ)(بیہقی عن ابن عباس)

یہ حدیث مندرجہ بالا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، پس یا تو یہ کہا جائے کہ پہلی حدیث میں "**فلیغتسل**" امر سے مراد افضلیت ہے اور جن روایات میں وجوب کی تصریح ہے ان سے لغوی معنی مراد ہیں نہ کہ اصطلاحی یا یہ کہ وہ منسوخ ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابوداؤد کی ایک طویل روایت میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کا غسل کرے اور اس کا وضو ٹوٹ جائے پھر وہ وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ادا نہ ہوگی اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ادا ہو جائے گی۔

خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز جمعہ کے بعد غسل کیا تو امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد دونوں کے نزدیک یہ غسل معتبر نہیں ہے۔ صاحب بحر نے حسن بن زیاد کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ غسل جمعہ کی مشروعیت اس لیے ہے تاکہ آدمی کے بدن کا میل کچیل دور ہو جس سے اہل اجتماع کو تکلیف ہوتی ہے اور نماز جمعہ کے بعد نہانے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا اور حسن بن زیاد کے نزدیک غسل کو جمعہ کے دن کے لیے ہے خاص کیا گیا ہے نہ کہ نماز کے لیے۔ تاہم یہ شرط ہے کہ غسل نماز سے پہلے ہو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صاحب کتاب نے غسل ہائے اربعہ (غسل جمعہ، غسل عیدین، غسل احرام، غسل عرفہ) کے مسنون ہونے کی تصریح کی ہے۔ محیط اور وقایہ میں بھی مسنون ہونا منصوص ہے لیکن بعض حضرات کے نزدیک یہ چاروں غسل مستحب ہیں اور ابن الھمام نے فتح القدیر میں استحباب ہی کے قول کو اظہر کہا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اصل ''یعنی مبسوط میں غسل جمعہ کو حسن قرار دیا ہے جس میں اس کے مسنون ہونے اور استحباب ہردو کا احتمال ہے کیونکہ متقدمین کے یہاں لفظ حسن کا اطلاق عام معنی پر ہوتا ہے جو سنت، مستحب بلکہ واجب کو بھی شامل ہوتا ہے۔

صاحب ہدایہ کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف وجوب غسل کو منسوب کرنا غالباً کسی غیر معتبر کتاب سے نقل ہے ورنہ خود ابن عبدالبر مالکی استدراک میں لکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے غسل جمعہ کو واجب کہا ہو بجز فرقہ ظاہریہ کے۔ انہوں نے ہی ابن ذہب سے نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے غسل جمعہ کے واجب ہونے کو دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''یہ سنت اور بھلائی کی بات ہے۔''

عرض کیا گیا:

''حدیث میں تو واجب کہا گیا ہے؟''

فرمایا:

''حدیث میں وجوب اور معنی میں ہے۔''

نیز اشہب نے نقل کیا ہے کہ امام مالک نے غسل جمعہ کو حسن کہا ہے نہ کہ واجب۔

عیدین، عرفہ اور احرام کے لیے غسل:

☆: ''اور مسنون فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے غسل عیدین، احرام اور عرفہ کے لیے۔''

عیدین کے لیے بھی غسل مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عیدین کے لیے غسل فرماتے تھے۔"

(ابن ماجہ)(طبرانی)

احرام باندھنے کے لیے بھی غسل مسنون ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ احرام باندھنے سے پہلے غسل فرماتے تھے۔

(سنن ترمذی)(دار قطنی عن زید بن ثابت)

وقوف بعرفہ کے واسطے بھی غسل مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت فاکہہ بن سعد صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ عیدالفطر، یوم نحر اور یوم عرفہ میں غسل فرماتے تھے۔"

(مسند بزار)

اگر اتفاقی طور پر عید، جمعہ اور جنابت تینوں ایک ساتھ جمع ہوجائیں تو ایک بار نہانا سنت اور غسل فرض ہر دو کے لیے کافی ہوگا۔ جیسا کہ جنابت اور حیض دونوں کے لیے ایک غسل کافی ہے۔ اجتماع حیض وجنابت کی صورت یہ ہے کہ انقطاع حیض کے بعد جماع یا احتلام ہوجائے۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۴

موجباتِ غسل

’’والمعانی الموجبة للغسل اِنْزال المنّی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأةِ والتقاء الختانین من غیر انزال والحیض والنفاس۔‘‘

’’اورغسل واجب ہوجاتا ہے جب منی کودکرمرد یاعورت سے شہوت کے ساتھ نکلے، دونوں شرمگاہیں آپس میں ملیں خواہ انزال نہ ہواور حیض اور نفاس سے جب عورت فارغ ہو۔‘‘

مسائل ودلائل

☆: ’’اورغسل واجب ہوجاتا ہے۔‘‘

انزال منی، التقاء ختانین، حیض اور نفاس درحقیقت اسباب غسل نہیں بلکہ برمذہب صحیح اسبابِ جنابت ہیں کیونکہ یہ اسباب تو مزیل طہارت ہیں پھر موجب طہارت کیسے ہوسکتے ہیں؟ لیکن انزاری نے اس کی یہ توجیہہ وتاویل کی ہے کہ یہ چیزیں غسل کوواجب کرتی ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے ہونے سے غسل کا وجوب ہوتا ہے۔ گویا یہ موجباتِ وجودِغسل نہیں بلکہ موجباتِ وجوبِ غسل ہیں۔ حاصل یہ کہ انزال وغیرہ اسبابِ موجبِ جنابت ہیں اور جنابت موجب غسل ہے، پس یہ امور علة العلة یا سبب السبب ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

منی کا کود کر نکلنا:

☆: ''اور غسل واجب ہو جاتا ہے جب منی کود کر مرد یا عورت سے نکلے۔''

اسباب غسل میں سے ایک سبب اچھل کر اور شہوت کے ساتھ منی کا نکلنا ہے، یہ منی مرد کی ہو یا عورت کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً منی کا نکلنا باعث غسل ہے شہوت کے ساتھ نکلے یا بلا شہوت کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''الماء بالماء''

''غسل منی سے واجب ہوتا ہے۔''

(مسند احمد)(مسند بزار)

ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت:

''وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔'' (المائدۃ: ۶/۵)

کا حکم جنبی کو شامل ہے اور لغت میں جنابت شہوت کے ساتھ منی کے نکلنے کو کہتے ہیں۔ پس غسل کا وجوب بحالت جنابت ہوگا اور جنابت کا تحقق شہوت کے ساتھ منی کے نکلنے سے ہوگا۔ رہی حدیث، سو یہ ظاہر ہے کہ وہ اپنے عموم پر نہیں ہے، ورنہ مذی، ودی اور پیشاب بھی اس میں داخل ہو جائے گا جس کا کوئی قائل نہیں بلکہ خاص پانی (منی) مراد ہے اور وہ وہی ہے جو لغت اور آیت کی تائید سے سمجھ میں آ رہا ہے یعنی شہوت کے ساتھ نکلنے والی منی۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کے مطابق بقول امام ترمذی و طبرانی:

''الماء من الماء''

کا حکم صرف حالتِ احتلام کے ساتھ مخصوص ہو یا یہ کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں ہو۔ چنانچہ تین احادیث میں صریح نسخ کا حکم وارد ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب کہتے ہیں:

''الماء بالماء''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی رخصت ابتداء اسلام میں تھی۔

(ابوداؤد)(ترمذی)(ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے جماع بلاانزال سے خود غسل فرمایا اور دوسروں کو بھی غسل کا حکم فرمایا

(صحیح ابن حبان)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پہلے تو آپ ﷺ نے ''**الماء بالماء**'' کے لحاظ سے جماع بلاانزال کے بارے میں عدم غسل کا حکم دیا۔ اس کے بعد غسل کا حکم فرمایا۔

محاربی نے اس روایت کی تحسین کی ہے۔

صاحب کتاب کہتے ہیں:

''جب منی کود کر نکلے تب غسل واجب ہوتا ہے۔''

علامہ ابن نجیم مصری نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ عورت کی منی کو شامل نہیں کیونکہ یہاں **دفق** کی قید ہے اور عورت کی منی اچھل کر نہیں نکلتی بلکہ اس کی منی سینے سے فرج کی طرف **بلا دفق** منتقل ہوتی ہے۔ جیسا کہ صاحب تنویر الاسلام نے اپنی شرح میں ولوالجی سے نقل کیا ہے۔ علامہ ابن عابدین نے ''منحۃ الخالق'' میں جواب کی کوشش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ لفظ **دفق** عموماً متعدی استعمال ہوتا ہے بمعنی دفع بشدت مگر یہاں دفق بمعنی **دفوق** لازم ہے'' **ای ذی دفق**'' لیکن یہ بات کہ عورت کی منی اچھل کر نہیں نکلتی بعض حضرات اس سے متفق نہیں۔ چنانچہ غایۃ البیان' جامع الرموز اور معالم التنزیل وغیرہ میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے کہ عورت کی منی بھی اچھل کر نکلتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وسعت محل کی بناء پر احساس نہیں ہوتا۔ قہستانی شارح نقایہ نے آیت:

''خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ''

سے استدلال کیا ہے کہ اس میں عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کی گئی ہے لیکن صاحب درمختار نے اس کو تغلیب پر محمول کیا ہے۔ امام احمد رضا خان فاضل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی رضویہ اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے ''السعایہ'' میں اس مسئلہ کو شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

شہوت کے ساتھ:

☆: ''اور شہوت بھی موجود ہو۔''

طرفین کے نزدیک عضو سے ظاہر ہوتے وقت شہوت کے ساتھ منی کے نکلنے کا اعتبار نہیں بلکہ صرف اپنے مستقر سے نکلنے کے وقت شہوت کا ہونا معتبر ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عضو سے ظاہر ہوتے وقت بھی شہوت کا ہونا ضروری ہے، پس اگر انفصال (علیحدگی) کے وقت شہوت ہو اور عضو سے ظاہر ہوتے وقت شہوت باقی نہ رہے بلکہ ہیجان نفس سکون کے ساتھ تبدیل ہوجائے تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہوگا۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرط زائد نہ پائی جانے کی وجہ سے غسل واجب نہ ہوگا۔ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں:

1: انفصال وظہور دونوں حالتوں میں شہوت کا وجود نہ ہو۔ اس صورت میں بالاتفاق غسل واجب نہیں۔

2: دونوں حالتوں میں شہوت موجود ہو۔ اس صورت میں بالاتفاق غسل واجب ہوگا۔

3: انفصال کے وقت شہوت ہو اور ظہور کے وقت نہ ہو، یہ صورت نزاعی ہے۔ امام ابویوسف کے نزدیک غسل واجب نہیں لیکن طرفین کے نزدیک واجب ہے۔ عدم وجوب مبنی بر قیاس ہے اور وجوب مبنی بر احتیاط۔

فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ تاج الشریعہ وغیرہ محققین نے جو طرفین کے مذہب کو متون میں ذکر کیا ہے وہی ظاہر اصح اور احوط ہے۔ اس بارے میں درمختار کا قول (جوانہوں نے فتاویٰ تاتارخانیہ نوازل سے نقل کیا ہے کہ "بقول ابی یوسف ناخذ لانه ایسر علی المسلمین" قلت ولا سیما فی الشتاء والسفر) لائق التفات نہیں اور نہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس پر فتویٰ دینا جائز ہے سوائے یہ کہ حرج اور ضرورت ہو۔

شرمگاہوں کے دخول سے:

☆: ''جب شرمگاہوں کا دخول ہو جائے تو غسل لازم ہو جاتا ہے۔''

موجب غسل اسباب میں سے دوسرا سبب **التقاء ختانین** ہے یعنی مرد و عورت کی شرمگاہوں کا باہم مل جانا لیکن **التقاء ختانین** سے مراد اس کے حقیقی معنی نہیں بلکہ ان دونوں حصوں کی محاذات مراد ہے۔ پس اگر مرد و عورت کے ختنہ نہ ہوئے ہوں تب بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ مغنی ابن قدامہ سے عینی نقل کرتے ہیں کہ مرد کا حشفہ فرج میں مطلقاً داخل ہونا موجب غسل ہے۔ خواہ مرد و عورت دونوں کے ختنے ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔ پھر **التقاء** سے مراد **التقاء مع تواری حشفہ** ہے کیونکہ بلا دخول حشفہ محض ایک کے ساتھ دوسرے کا اتصال بالاتفاق موجب غسل نہیں ہے۔

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب مرد عورت کی چار شاخوں (یعنی ہاتھ اور پاؤں) کے درمیان اور ایک ختان دوسرے ختان کو چھوئے (یعنی صحبت کرے) تو غسل واجب ہو جائے گا۔''

(صحیحین)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت یہ ہے:

''جب مرد عورت کی چار شاخوں (یعنی ہاتھ اور پاؤں) کے درمیان اور ایک ختان دوسرے ختان کو چھوئے (یعنی صحبت کرے) تو غسل واجب ہو جائے گا خواہ اس کو انزال بھی نہ ہوا ہو۔''

نیز حشفہ سے مراد آدمی کا حشفہ ہے، پس اگر عورت کے ساتھ کوئی جن جماع کرے اور وہ اس کے سامنے آدمی کی صورت میں نہ ہو اور عورت کا انزال بھی نہ ہو تو عورت پر غسل واجب نہیں لیکن اگر جن آدمی کی صورت میں ظاہر ہو تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہو جائے گا، انزال ہو یا نہ ہو کیونکہ احکام کا مدار ظاہر پر ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب: ۳

پانیوں کے بیان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پانی کی کیفیت

''والطهارة من الاحداث جائزة بماء السماء والاودية والعيون والآباروماء البحار ولاتجوز الطهارة بماء اعتصرمن الشجروالثمر ولابماء غلب عليه غيره فاخرجه عن طبع الماء كالاشربة والخل والمرق وماء الباقلاء وماء الورد وماء الزردج وسورالادمي طيب وسورالحماروالبغل مشكوك فان لم يجدالانسان غيره توضأبه وتيمم و بايّهما بدأجاز و سور الآدى وما يوكل لحمه طاهِرٌ وسورالكلب والخنزير و سباع السبهائم نجسٌ و سورالهرّة والدّجاجة المخلّاةِ و سباع الطيور و ما يسكن في البيوت مثل الحيّة والفارة مكروهٌ۔''

''اور ہر قسم کے حدث سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے بارش، وادیوں، چشموں، کنووں اور سمندروں کے پانی سے۔اور پاکی حاصل کرنا جائز نہیں درخت اور پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے اور اس پانی سے جس پر کوئی اور شے غالب آ کر اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دے جیسے ہر قسم کے شربت ،سرکہ ،شوربا ،عرق باقلا ،عرق گلاب ،عرق زردک اور انسان کا جھوٹا پاک ہے اور گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے سو اگر کوئی اس کے علاوہ پانی نہ پائے تو وضو اور تیمّم کرے اور ان میں سے جس کو چاہے پہلے کرے۔ آدمی کا جوٹھا اور ایسے جانوروں کا جوٹھا طاہر ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ کتے اور خنزیر اور درندوں کا جوٹھا نجس ہے، بلی اور آزاد پھرنے والی مرغی، شکار کرنے والے پرندوں اور بلّوں میں رہنے والے جانوروں مثلاً

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سانپ اور چوہے کا جوٹھا مکروہ ہے۔"

مفردات:

احداث : حدث کی جمع مراد ناپا کی۔

ماء السماء : بارش کا پانی

الاودية : جمع وادی، لغت کی رو سے وہ وسعت جو پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان میں ہوتی ہے۔ اس جگہ مقصود بارش کا وہ پانی جو بارش کی وجہ سے بہہ کر اکٹھا ہو جاتا ہے۔

عیون : عین کی جمع، چشمے۔

آبار : بئر کی جمع، کنویں۔

بحار : بحر کی جمع، سمندر۔

ورد : گلاب۔

زردج : گاجر

سور : جوٹھا۔

کلب : کتا۔

خنزیر : سؤر۔

سباع: درندہ۔ یہ **سبع** کی جمع ہے۔

البهائم: چارپائے۔ یہ جمع ہے **بهيمة** کی۔

هرة: بلی۔

دجاجة: مرغی۔

المخلاة: چھیڑی

طيور: جمع **طير**، پرندہ۔

بيوت: گھر۔ یہ جمع ہے **بيت** کی۔

حية: سانپ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الفارۃ: چوہا۔

مسائل و دلائل

پاکی پانیوں کے ساتھ:

☆: ''اور ہر قسم کے حدث سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے بارش، وادیوں، چشموں، کنوں اور سمندروں کے پانی سے۔ اور پاکی حاصل کرنا جائز نہیں درخت اور پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے اور اس پانی سے جس پر کوئی اور شے غالب آ کر اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دے جیسے ہر قسم کے شربت، سرکہ، شوربا، عرق، باقلا عرق گلاب عرق زردک (گاجر)۔

ہر قسم کے حدث سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر ہیں۔ بارش کا پانی بارش ہوتے ہوئے بھی پاک ہے اور اگر کسی جگہ جمع ہو جائے تو بھی پاک ہے جب تک اس میں کوئی گندگی نہ مل جائے اور اس کے اوصاف تبدیل نہ ہو جائیں۔ اگر کسی آدمی پر غسل لازم تھا اور وہ بارش میں نہا آیا تو اگر اس کا سارا جسم دھل گیا ہے تو اس کا غسل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ منہ اور ناک دھولے۔ اسی طرح وادیوں، چشموں، کنوؤں اور سمندروں کے پانی سے پاکی حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن درختوں اور پھلوں کے نچوڑے ہوئے پانی سے پاکی حاصل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کو عادۃً اور شرعاً اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا۔

اس پانی سے بھی پاکی حاصل کرنا جائز نہیں جس پر کوئی اور شے غالب آ کر اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دے جیسے ہر قسم کے شربت، سرکہ، شوربا، عرق، باقلا عرق گلاب، عرق زردک (گاجر)۔

انسان کا جھوٹا:

☆: ''آدمی کا جھوٹا طیب ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سور (جھوٹا) کی پانچ قسمیں ہیں:

1: **طاھر بالاتفاق**

2: **نجس بالاتفاق**

3: **مختلف فیه**

4: **مکروہ**

5: **مشکوک**

سور الآدمی سے قسم اوّل کا بیان ہے۔انسان اور حلال جانوروں کا جھوٹا بالاتفاق پاک ہے کیونکہ اس کے جھوٹے میں لعاب دہن شامل ہوتا ہے جو پاک گوشت سے بنتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ دودھ پیش کیا گیا جس سے آپؐ نے کچھ نوش فرمایا اور باقی ایک اعرابی کو عنایت فرمایا' جو آپ کے دائیں جانب بیٹھا تھا، اس نے کچھ پی کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میں تو جنبی تھا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

'' **سبحان اللہ!ان المومن لاینجس** ''

(الصحیح البخاری)

''سبحان اللہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' **لاتنجسوا موتاکم فان المسلم للیس ینجس حیا ومیتاً** ''

(المستدرک للحاکم)

''مسلمان مردہ کو ناپاک نہ سمجھو کیونکہ مسلمان زندہ ہو یا مردہ ناپاک نہیں ہوتا۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں بحالتِ جنابت اپنا جھوٹا پانی نبی کریم ﷺ کو پیش کرتی تو آپ ﷺ اسی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جگہ سے منہ لگا کر نوش فرما لیتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا۔

(الصحیح المسلم)

نیز حضرت ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا تھا۔معلوم ہوا کہ کافر بھی ظاہراً ناپاک نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ کو جب حکم ہوا کہ اپنے رشتے داروں کو ڈرایئے تو آپ ﷺ نے کھانے کی دعوت کی اور اپنے رشتے داروں کو بلایا اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ کافر کا جھوٹا بھی ناپاک نہیں ہوتا۔اسی لیے صاحب کتاب نے فرمایا:

"سور الآدمی طیّب"

"آدمی کا جھوٹا پاک ہے۔"

یہاں آدمی میں جنبی، حائضہ، نفاس والی عورت اور کافر سب داخل ہیں۔

عموم مذکور کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ آدمی کے منہ میں ظاہری ناپاکی نہ لگ رہی ہو حتی کہ اگر شراب پینے یا منہ سے خون نکلنے کے فوراً بعد منہ لگا کر پانی پیا تو جھوٹا ناپاک سمجھا جائے گا۔ ہاں اگر کچھ دیر بعد یا کئی مرتبہ تھوک نگلنے کے بعد پیا تو بقول صحیح ناپاک نہ ہوگا لیکن شراب خور کی مونچھیں لمبی ہوں تو کچھ دیر بعد پینے سے بھی اس کا جھوٹا ناپاک ہی رہے گا کیونکہ ایسی حالت میں مونچھوں کی تلویث کا احتمال ہے۔

کتے اور خنزیر کا جھوٹا:

☆: "کتے اور خنزیر کا جھوٹا ناپاک ہے۔"

سور الکلب اور سور الخنزیر سے قسم دوم کا بیان ہے کہ کتے اور خنزیر کا جھوٹا ناپاک ہے۔بعض نے کتے کی بابت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ذکر کیا ہے کہ ان کے یہاں کتے کا جھوٹا پاک ہے حالانکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"اذا دنع الکلب فی اناء احدکم فلیھرقه ولیغسله ثلاث مرات"

"جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو گرا دینا چاہیے اور برتن کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تین مرتبہ دھونا چاہئے۔"

ظاہر ہے کہ کتے کی زبان پانی سے لگتی ہے اور جب اس کے منہ ڈالنے سے برتن ناپاک ہوگیا تو پانی بدرجہ اولیٰ ناپاک ہونا چاہئے اور خنزیر کا جھوٹا بھی بالاتفاق ناپاک ہے کیونکہ وہ نجس العین ہے۔

درندوں کا جھوٹا:

☆: "اور درندوں کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔"

وسباع البهائم سے قسم سوم کا بیان ہے کہ شیر، بھیڑیئے، چیتے، لومڑی، ہاتھی، بجو وغیرہ درندوں کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے اور خنزیر کے علاوہ دیگر درندوں کا جھوٹا پاک ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایسے تالاب کے متعلق دریافت کیا گیا جس پر درندے اور کتے آکر پانی پیتے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لهاما اخذت فی بطونها وما بقی هاو ما بقی فهولنا شراب طهور۔"

(سنن ابن ماجہ)(دارقطنی)

"جو کچھ ان کے پیٹ میں چلا گیا وہ ان کا ہے اور جو باقی رہا وہ ہمارے لیے پاک ہے۔"

احناف یہ کہتے ہیں کہ درندوں کا گوشت چونکہ ناپاک ہے اور لعاب گوشت ہی سے پیدا ہوتا ہے اس لیے پاکی ناپاکی میں گوشت ہی کا اعتبار کیا جائے گا۔ رہی حدیث سو اس میں کتے کا بھی ذکر موجود ہے جس کا استثناء امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کرتے ہیں۔ پس روایت میں تائید کے ساتھ ساتھ ان کی تردید بھی موجود ہے۔ پھر صاحب نہایہ کہتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے درندوں کے جھوٹے کے ناپاک ہونا ذکر کیا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ نجاست غلیظہ ہے یا خفیفہ؟ امام صاحب سے منقول ہے کہ نجاست غلیظہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے اور امام یوسف سے منقول ہے کہ نجاست خفیفہ ہے۔

بلی کا جھوٹا:

☆: ''اور بلی کا جھوٹا مکروہ ہے۔''

وسور الھرۃ سے قسم چہارم کا بیان ہے کہ بلی، آزاد مرغی، اسباع طیور جیسے باز، شکرہ، عقاب، چیل، کوے، گھریلو جانور اور سانپ اور چوہے وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے۔ بلی کی بابت یہ قول طرفین کا ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''الھرۃ سبع''

(مسند امام احمد بن حنبل) (مصنف ابن ابی شیبہ) (مستدرک للحاکم)

''بلی ایک درندہ ہے۔''

ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا منشاء بلی کی تخلیق بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا حکم بیان کرنا مقصود ہے۔ اس حدیث کی رو سے گو بلی کو جھوٹا ناپاک ہونا چاہئے مگر گھروں میں اس کی بکثرت آمدورفت کی وجہ سے نجاست ساقط ہوگئی اور صرف کراہت رہ گئی۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بلی کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پانی کا برتن بلی کے سامنے کرتے اور اس کے پینے کے بعد اس سے وضو فرما لیتے۔

(دار قطنی)

بلی کے جھوٹے کی کراہت طرفین کے نزدیک تنزیہی یا تحریمی؟ جامع صغیر میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کراہت تنزیہی منقول ہے اور یہی اصح اور آثار کے مطابق ہے۔ صاحب ہدایہ نے وجہ کراہت کے سلسلے میں دو روایتیں نقل کی ہیں:

اول یہ کہ کراہت اس کے گوشت کے حرام ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ قول امام طحاوی کا ہے جو تحریم کے قریب ہونے کی طرف مشیر ہے۔

دوم یہ کہ وجۂ کراہت بلی کا نجاست اور گندگی سے نہ بچنا ہے۔ یہ قول امام کرخی کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے جس سے کراہت تنزیہی کی طرف اشارہ ہے۔

مرغی کا جھوٹا:

☆: ”اور آوارہ مرغی کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔“

آوارہ مرغی کا جھوٹا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ گندگی میں آلودہ رہتی ہے۔ ہاں اگر وہ بندھی ہوئی ہو کہ اس کی چونچ اس کے پنجوں تک نہیں پہنچتی تو پھر مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس طرح آلودگی کا خطرہ نہیں رہتا۔

گدھے اور خچر کا جھوٹا:

☆: ”گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے، اگر متوضی (وضو کرنے والا) ان کے جھوٹے پانی کے علاوہ کوئی پانی نہ پائے تو وضو اور تیمم دونوں کرے اور ان میں سے جسے چاہے پہلے کرے اور جسے چاہے بعد میں۔“

وسور الحمار سے قسم پنجم کا بیان ہے کہ پالتو گدھے اور اس خچر کا جھوٹا جو گدھی کے پیٹ سے پیدا ہو مشکوک ہے۔ ابوطاہر دباس اسی پر اعتراض کرتے ہیں کہ مشکوک کہنا صحیح نہیں کیونکہ احکام الٰہی میں کوئی بھی مشکوک نہیں' پس ان کا جھوٹا پاک ہے اگر اس میں کپڑا ڈوب گیا تو اس سے نماز جائز ہے۔ البتہ اس میں احتیاط برتی گئی ہے اس لیے وضو اور تیمم ہر دو کا حکم ہے اور بحالتِ قدرت اس کے استعمال سے منع کیا جاتا ہے۔ مشائخ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ مشکوک کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا شرعی حکم معلوم نہیں کیونکہ حکم شرعی یعنی استعمال کا ضروری ہونا' نجاست کا منتفی (یعنی نفی) ہونا اور اس کے ساتھ تیمم کو ضم کرنا تو بلاشک معلوم ہے بلکہ شک سے مراد تعارض ادِلّہ کی بناء پر توقف ہے کہ ان کے گوشت کی اباحت وحرمت میں احادیث مبارکہ متعارض ہیں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر پالتو گدھیوں کے گوشت سے منع فرمادیا تھا اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت دی تھی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے، گدھے اور خچر کے گوشت سے ممانعت فرمائی۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ قحط کے زمانے میں آپ ﷺ نے بعض کو پالتو گدھے کے گوشت کی اجازت دی تھی۔

بعض حضرات نے اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کو وجہ اشکال مانا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت تو سور حمار کے ناپاک ہونے کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پاک ہونے کی ہے۔ شیخ الاسلام خواہرزادہ فرماتے ہیں کہ دونوں وجہیں قوی نہیں کیونکہ جب محرم اور مبیح کا اجتماع ہوتو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔ نیز پانی کی طہارت ونجاست میں اختلاف کا ہونا باعث اشکال نہیں۔ جیسے کوئی شخص ایک برتن کے بارے میں اطلاع دے کہ یہ ناپاک ہے اور دوسرا کہے کہ پاک ہے تو ایسی صورت میں دونوں خبریں مستوی (برابر) ہیں اور اعتبار اصل کا ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی ایسا ہی ہوگا پس اشکال کی بہتر وجہ ضرورت ہے کہ ان جانوروں کو اکثر گھروں کے دروازوں میں باندھا جاتا ہے اور کونڈوں میں پانی پلایا جاتا ہے اور ضرورت کا تحقق اسقاط نجاست میں موثر ہوتا ہے جیسے بلی اور چوہے کے مسئلے میں ہے۔ البتہ گدھے کے بارے میں جو ضرورت ہے وہ اس ضرورت سے کم ہے جو بلی اور چوہے میں ہے۔ اب اگر ضرورت کا تحقق قطعاً نہ ہوتا جیسے کتے اور درندوں میں ہے تب تو بلا اشکال نجاست کا حکم لاگو ہوتا اور یہاں من وجہ ضرورت ہے اور من وجہ نہیں ہے اور موجب طہارت وموجب نجاست ہر دو مستوی ہیں۔ لہٰذا دونوں ساقط ہوکر اصل کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا اور اصل یہاں دو چیزیں ہیں پانی میں طہارت اور لعاب میں نجاست اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے اولیٰ ہے یا نہیں اس لیے معاملہ مشکل ہوگیا۔ پھر مشکوک فیہ میں بھی دو قول ہیں:

ایک یہ کہ خود ایسے پانی کی طہارت میں شبہ ہے کیونکہ اگر یہ پانی پاک ہوتا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تو دوسرے پانی میں ملنے کے بعد پانی کے مقابلہ میں مغلوب ہونے کی صورت میں مطہر (پاک) بھی ہونا چاہئے تھا' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے مطہر (پاک) ہونے میں شبہ ہے کیونکہ اگر کوئی شخص گدھے کے جھوٹے پانی سے سر کا مسح کرلے اور بعد میں اس کو مطلق پانی دستیاب ہوتو اس پر سر کا دھونا واجب نہیں۔ اگر اس کے پاک ہونے میں شبہ ہوتا تو بلاشبہ سر کو دھونا واجب ہوتا۔

متوضی اگر ان کے جھوٹے پانی کے علاوہ دوسرا پانی نہ پائے تو وضو اور تیمّم دونوں کو جمع کرلے اور جس کو چاہے پہلے کرے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''پہلے وضو کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ پانی واجب الاستعمال ہے۔ لہٰذا مطلق پانی کے مشابہ ہے۔''

ہم یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے چونکہ صرف ایک ہے اس لیے دونوں کا جمع کرنا مفید ہوگا نہ کہ ترتیب۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۴

تیمّم کے بیان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

مشروعیت تیمّم اور طریقہ

مؤخر کرنے کی وجہ:

تیمّم چونکہ وضو کا قائم مقام ہوتا ہے اس لیے مصنف نے وضو کے بیان سے فارغ ہو کر تیمّم کا بیان شروع کیا ہے کیونکہ خلیفہ کا مرتبہ اصل کے بعد ہوتا ہے۔ پھر اس میں کلام اللہ کی اتباع بھی ہے۔ کیونکہ کلام الٰہی میں پہلے وضو کا بیان ہے، پھر غسل کا اور اس کے بعد تیمّم کا۔

لغوی اور اصطلاحی معنی:

لغت میں تیمّم کے معنی مطلق قصد اور ارادے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”ولاتیمموا الخبیث“

”خبیث چیز کو چھوؤ بھی نہ۔“

شرعاً تیمّم بہ نیت تقریب پاک مٹی وغیرہ سے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو مسح کرنے کو کہتے ہیں۔ صحیح اور متفق علیہ تعریف یہی ہے۔

ارکانِ تیمّم:

ارکان وشروط تیمّم کا مفصل بیان تو آگے آرہا ہے۔ یہاں اجمالی سا خاکہ ملاحظہ کیجیے:

تیمّم کے دو رکن ہیں:

1: دو مرتبہ پاک مٹی وغیرہ پر ہاتھ مارنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

2: چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا پورے طور پر استیعاب۔

شرائط تیمّم:

تیمّم کی چھ شرطیں ہیں:

1: نیت

2: مسح

3: کم از کم تین انگلیوں سے تیمّم کرنا۔

4: مٹی یا اس کے مثل ہونا۔

5: زمین وغیرہ کا مطہر (پاک) ہونا۔

6: پانی کا نہ ملنا یا نقصان دہ ہونا۔

ابن وہبان نے شرط اسلام کا بھی اضافہ کیا ہے نیز حیض ونفاس کا منقطع ہونا اور چہرے اور ہاتھوں پر چربی وغیرہ کا نہ ہونا بھی شرط ہے جو مانع تیمّم ہوں۔

سنن تیمّم:

تیمّم کی آٹھ سنتیں ہیں:

1: شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

2: دونوں ہتھیلیوں کے اندرونی حصے کو زمین پر مارنا۔

3: ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھ کر آگے کی طرف کھینچنا۔

4: پھر اُن کو زمین پر رکھے ہوئے لوٹانا۔

5: پھر اُن کا جھاڑنا' تا کہ زائد مٹی جھڑ جائے ورنہ مثلہ ہو جائے گا۔

6: انگلیاں کشادہ کر کے زمین پر مارنا' تا کہ اگر غبار ہو تو اُس کے درمیان میں آ جائے۔

7: ترتیب قائم رکھنا یعنی اول چہرہ، پھر داہنے ہاتھ' پھر بائیں ہاتھ پر مسح کرنا۔

8: مسح میں اس طرح تسلسل رکھنا کہ اگر پانی سے اعضاء دھوئے جاتے تو اتنی دیر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں پہلا عضو خشک نہ ہونے پاتا۔

یہ تمام چیزیں اس قطعہ میں منظوم ہیں:

والاسلام شرط عذروضرب ونیت
ومسح وتعمیم صعید مطہر
وسنت سہی وبطن وفرج
ونقض ورتب وآل اقبل وتدبر

مشروعیت تیمّم:

مشروعیتِ تیمّم امت محمدیہ کے خواص میں سے ہے، ارشاد نبویؐ ہے:

"وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً"

"روئے زمین کو خاص طور پر میرے (اور میری امت کے) لیے مسجد اور ذریعۂ طہارت بنایا گیا ہے۔"

اس کی مشروعیت غزوۂ مریسیع میں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہڈی کا ہار کم ہوگیا تھا تو آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو تلاش کرنے کا حکم فرمایا۔ اس میں نماز کا وقت ہوگیا اور پانی موجود نہ تھا۔ بعض لوگوں نے اس پریشان کن حال کی شکایت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کی کہ آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ اور دوسرے لوگوں کو زحمت انتظار گوارا کرنی پڑی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی گود میں سر رکھے سو رہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اظہار ناراضگی کیا کہ تیری وجہ سے ایسی جگہ رکنا پڑا جہاں پانی نہیں ہے، اس پر آیت تیمّم نازل ہوئی۔

یہ باب 2 فصلوں پر مشتمل ہے:

فصل نمبر 1: ضرورت وفرائض تیمّم

فصل نمبر 2: نواقض وشرائط تیمّم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۱

ضرورت وفرائض تیمّم

''ومن لم یجد الماء وھومسافراوخارج المصروبینه وبین المصرنحوالمیل او اکثر او کان یجدالماء الاانه مریض فخاف ان استعمل الماء اشتدمرضه اوخاف الجنب ان اغتسل بالماء یقتله البردا ویمرّضه فانه یتیمّم بالصعیدوالتیمّم ضربتان یمسح باحدھما وجھه وبالاخریٰ یدیه الی المرفقین والتیمم فی الجنابة والحدث سواءٌ ویجوز التیمّم عند ابی حنیفة ومحمد رحمھمااللهبکل ماکان من جنس الارض کالتراب والرمل والحجروالجص والنورة والکحل والزرنیخ وقال ابویوسف رحمه الله لایجوز الابالتراب والرمل خاصة والنیة فرض فی التیمّم ومستحبة فی الوضوء''○

''جوشخص پانی نہ پائے اور وہ مسافر ہو یا شہر سے باہر ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل یا اس سے زائد ہو یا پانی تو پاتا ہو لیکن وہ بیمار ہو اور اندیشہ ہو کہ اگر پانی استعمال کیا تو مرض بڑھ جائے گا یا جُنبی کو اندیشہ ہو کہ اگر پانی استعمال کیا تو اس کو سردی مار ڈالے گی یا بیمار کردے گی تو وہ پاک مٹی سے تیمّم کرے۔ تیمّم کی دوضربیں ہیں، ایک کو اپنے منہ پر ملے اور دوسری کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک اور تیمّم جنابت میں اور حدث میں یکساں ہے اور جائز ہے۔ تیمّم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر اس چیز سے جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ، ہڑتال۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیمّم مٹی اور فقط ریت سے جائز ہے۔ تیمّم میں نیت فرض ہے اور وضو میں مستحب ہے۔"

مسائل ودلائل

مسافر و خارج المصر :

☆ : "جو شخص پانی نہ پائے اور وہ مسافر ہو یا شہر سے باہر ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل یا اس سے زائد ہو۔"

جو شخص سفر میں ہونے کی وجہ سے یا شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے پانی نہ پائے اور حال یہ ہو کہ اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل یا اس سے زائد کا فاصلہ ہو۔ پانی تو پاتا ہے مگر مریض ہونے کی وجہ سے پانی استعمال کرنے کی صورت میں بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہے یا جنبی کو غسل کرنے کی صورت میں ٹھنڈک کی بناء پر مر جانے یا بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو وہ پاک مٹی سے تیمّم کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فلم تجدو اماء فتیمموا صعیدًا طیبا"

"اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کر لو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"التراب طهور المسلم ولو الی عشر جميع مالم يجد الماءُ"

"مٹی مسلمان کے لیے پاکی کا ذریعہ ہے اگرچہ دس سال تک پانی نہ ملے۔"

سوال: اللہ تعالیٰ نے اس آیت "**وان كنتم مرضىٰ اوعلىٰ سفر** (المائدۃ ۶:۵)" میں بیمار کو مسافر پر مقدم کیا ہے پھر صاحب کتاب نے اس کا عکس کیوں کیا؟

مع ان كلام الله تعالىٰ احق ان يتبع۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جواب: اس لیے کہ بیمار کی نسبت مسافر کے ذکر کی ضرورت زیادہ ہے۔ کیونکہ سفر کا وقوع اعم واغلب ہے اور آیت میں بیمار کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آیت کا نزول بیانِ رخصت کے لیے ہے اور رخصت کا مشروع ہونا بندوں کے لیے خاص رحمت ہے اور رحمت کا زیادہ مستحق بیمار ہے۔

خارج المصر ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے، تقدیر عبارت یوں ہے:

''اوفی خارج المصرای فی مکان خارج المصر''

پھر شہر سے باہر ہونا عام ہے برائے تجارت ہو یا برائے کاشتکاری یا اس کے علاوہ کسی کام کی وجہ سے۔ صاحبِ کتاب نے اس قول سے یہ بتایا ہے کہ شہر میں رہتے ہوئے پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم جائز نہیں بجز تین صورتوں کے جو اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی نمازِ جنازہ یا نمازِ عیدین کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو یا جنبی کو ٹھنڈ کی بناء پر بیمار ہوجانے کا خطرہ ہو۔ شیخ سلمی سے شہر میں رہتے ہوئے پانی نہ ملنے کی حالت میں بہر صورت تیمم کا جواز منقول ہے لیکن صحیح وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

قرآن مجید میں پانی کی غیر موجودگی کو شرط نہیں فرمایا بلکہ مشکل سے دستیاب ہونے کی شرط قرار دیا ہے جس کا معیار اکثر علماء کے نزدیک کم از کم ایک میل کی دوری قرار دیا گیا ہے۔ بعض نے اتنی دوری کا اعتبار کیا ہے جہاں اذان کی آواز نہ سن سکے۔ بعض نے کہا ہے کہ چلانے سے جہاں تک آواز پہنچے اتنی دوری کا اعتبار ہے اور بعض کے نزدیک بجانب سفر دو میل کی دوری ضروری ہے۔ بعض نے ہر طرف دو میل کی دوری کہا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اگر پانی اتنی دور ہو کہ اس کی تلاش میں قافلہ اور رفقاء سفر نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے جس سے جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس مسافت کو دور سمجھا جائے گا اور تیمم جائز ہوگا۔ صاحب ذخیرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے متعلق کہتے ہیں:

''وھذا حسن جدا''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تب بھی تیمّم جائز ہے اگرچہ پانی میل سے کم دوری پر ہو لیکن صاحب ہدایہ نے "**دون خوف الفوت**" کہہ کر اس کو رد کر دیا ہے کیونکہ اس صورت میں تو کوتاہی خود اس کی جانب سے ہے۔ اس لیے معذور سمجھ کر تیمّم کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

میل کے سلسلہ میں معتبر قول ابوالعباس احمد شہاب الدین بن ہاشم کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل کا، ایک میل ایک ہزار باع کا۔ ایک باع چار گز کا۔ ایک گز چوبیس انگل کا اور ایک انگل چھ جو کا۔ اس طرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو خچر کے چھ بالوں کا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ایک میل تہائی فرسخ کا ہوتا ہے جس کی مقدار چار ہزار گز ہے۔ بعض حضرات نے کل مسافتوں کو ان اشعار میں جمع کیا ہے:

ان البریدمن الفراسخ اربع
ولفرسخ فثلاث امیال ضعوا
ثم الذراع من الاصابع اربع
من بعد ھاالعشرون ثم الاصبح
ثم الشعیرۃ ست شعرات فقل
والمیل الف ای من الباعات قل
والباع اربع اذرع تتبع
ست شعیرات فظھر شعیرۃ
منھا الی بطن لاخریٰ توضع
من شعر بغل لیس فیھا مدفع

مریض کی تین حالتیں ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

1: اول یہ کہ اس کے لیے پانی کا استعمال نقصان دہ ہو۔ جیسے چیچک یا بخار کا مریض اس کے لیے بالاجماع تیمم جائز ہے۔

2: دوم یہ کہ پانی تو مضر نہ ہو لیکن حرکت کرنا مضر ہو۔ جیسے دستوں کا مریض یا عرق مدنی کا بیمار جس کو رشتہ کی بیماری کہتے ہیں۔ اس صورت میں اگر اس کا کوئی مددگار بھی نہ ہو تب بھی بالاجماع تیمم جائز ہے اور اگر کوئی مددگار ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی جائز ہے خواہ مددگار اس کے ماتحت لوگ ہوں جیسے نوکر، خادم، اولاد یا کوئی اور۔ صاحبین کے نزدیک اس صورت میں جائز نہیں۔ لیکن محیط میں ہے کہ اگر مددگار اس کا ماتحت ہو تو بالاجماع تیمم جائز نہیں ہے۔

3: سوم یہ کہ مریض وضو پر قادر نہ ہو، نہ بذات خود اور نہ کسی دوسرے کی مدد سے۔ اس صورت میں بعض کا قول بقیاس قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ جب تک کسی ایک پر قادر نہ ہو جائے اس وقت تک نماز نہ پڑھے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **بطریق تشبہ بالمصلّین** نماز پڑھے اور قدرت کے بعد اعادہ کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس سلسلہ میں مضطرب ہے۔ چنانچہ روایتِ زیادات میں ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں اور ابو سلیمان کی روایت میں ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں۔

داؤد ظاہری وغیرہ معمولی شکایت میں بھی تیمّم کی اجازت دیتے ہیں لیکن ہمارے یہاں مطلق بیماری مبیح تیمّم نہیں یعنی تیمّم کو مباح نہیں کرتی بلکہ حرج کے درجہ پر ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جواز تیمّم کے لیے ہلاکت یا کسی عضو کے تلف ہونے کی شرط لگاتے ہیں لیکن ظاہر نص "**وان کنتم مرضی**" سے اس کی تردید ہوتی ہے کیونکہ اس میں یہ قید نہیں ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سوال: نص میں مرض کے امتداد و اشتداد کی قید بھی نہیں ہے۔ پھر احناف یہ قید کہاں سے لگاتے ہیں؟

جواب: آخر آیت میں ہے، "**مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج**" (المائدۃ: ۶:۵) اس سے معلوم ہوا کہ جوازِ تیمّم کی غرض دفع حرج ہے اور امتداد یا اشتداد میں حرج ظاہر ہے اور بقول علامہ عینی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم اور صحیح و مشہور ہمارے موافق ہی ہے۔ شرح ابوجیز میں ہے کہ عام اصحاب اور امام ابوحنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہم کا قول بھی یہی ہے اور حلیہ میں اسی کو اصح کہا گیا ہے۔

دو ضربیں:

☆: "تیمّم کی دو ضربیں ہیں۔ پہلی کو اپنے منہ پر ملے۔"

تیمّم کرتے وقت زمین پر ہاتھ ایک مرتبہ مارے یا دو مرتبہ یا اس سے زائد؟ اس کے جواب میں شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں روایات متعارض ہیں۔ بعض میں مطلق ضرب ہے اور بعض میں **ضربۃ واحدۃ** ہے۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (کی روایت جو صحیحین میں کئی طریقوں سے مروی ہے) اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت (جو صحیحین و سنن میں مروی ہے) میں صرف ایک ہی ضرب کا ذکر ہے۔

نیز بعض میں **کفین** مذکور ہے اور بعض میں **یدین الی المرفقین** اور بعض میں مطلق **یدین**۔ اسی اختلاف کی وجہ سے ائمہ کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما سے ایک روایت یہ ہے کہ پنچوں تک فرض اور کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا مختار ہے۔

مغنی میں ابن قدامہ کہتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک ضرب مسنون اور دو ضربیں کافی ہیں اور بقول قاضی دو ضربیں کمال میں داخل ہیں۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ دو ضربوں کے قائل تھے، ایک چہرہ کے لیے اور ایک یدین کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لیے اور ایک ان دونوں کے لیے۔ لیکن اکثر علماء اور احناف کے نزدیک مختار دوضربیں ہیں کیونکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذارعین الی المرفقین"

(المستدرک للحاکم)(طبرانی)(دارقطنی)

حاکم نے اس کو صحیح الاسناد اور دارقطنی نے اس کے تمام رجال کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے راوی عثمان بن محمد الانماطی کے متعلق کلام کیا گیا ہے لیکن صاحب تنقیح کہتے ہیں کہ یہ جرح مقبول نہیں کیونکہ اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کے متعلق کس نے کلام کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم نے اس کو بلا حرج ذکر کیا ہے اور ابن عبدالبر نے تقریب میں اس کو مقبول اور بلوغ المرام میں اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔ نیز ابوداؤد اور ابوبکر بن ابی عاصم نے اس سے روایت کی ہے۔

فقہ کی اکثر کتابوں میں ضرب کا ذکر واقع ہے اور اصل یعنی مبسوط میں وضع مذکور ہے نہ کہ ضرب۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ضرب تیمّم کا رکن ہے یا نہیں۔ سو ابوسعید ابن شجاع کہتے ہیں کہ تیمّم کا رکن ہے یہاں تک کہ اگر ضرب کے بعد اور تیمّم سے پہلے کسی کو حدث پیش آ گیا یا اس نے ضرب کے بعد نیت کی تو اس سے تیمّم درست نہیں اور یہ ایسا سمجھا جائے گا جیسے وضو میں بعض اعضاء کے دھونے کے بعد حدث پیش آ جائے کہ یہ دھونا کالعدم ہوتا ہے۔

امام اسیجانی کہتے ہیں کہ ضرب رکن نہیں ہے اور صورت مذکورہ میں تیمّم جائز ہے اور یہ ایسا ہو جائے گا جیسے ہاتھ میں پانی لینے کے بعد استعمال کرنے سے پہلے حدث پیش آ جائے۔ لیکن البیان اور فتح القدیر کے بیان کے مطابق تحقیق یہ ہے کہ تیمّم میں بنظر دلیل صرف ضرب کا اعتبار نہیں، اس واسطے کہ قرآن پاک میں صرف مسح کا حکم ہے اور حدیث میں جو ضرب کا ذکر ہے وہ عادت اکثریہ کے طور پر ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہنیوں تک:

☆: ’’دوسری ضرب کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک ملے۔‘‘

کہنیوں تک کی قید کے ذریعے امام زہری کے قول سے احتراز ہے کہ وہ منکبین تک مسح کے قائل ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی احتراز ہے کہ وہ نصف ذراعین تک مسح کو کافی سمجھتے ہیں۔ پھر بعض نسخوں میں استیعاب کے شرط ہونے کی تصریح ہے اور یہی صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حسن کی روایت یہ ہے کہ استیعاب شرط نہیں بلکہ اگر اکثر حصہ پر مسح ہو گیا تو کافی ہے۔ ہدایہ میں ہے:

’’لا یدمن الاستیعاب فی ظاھر الروایة القیامه الوضوء‘‘

جنابت وحدث کے لیے:

☆: ’’تیمّم جنابت میں اور حدث میں یکساں ہے اور جائز ہے۔‘‘

تیمِم حدث اور تیمِم جنابت فعل ونیت ہر دو اعتبار سے برابر ہے اور حیض ونفاس جنابت کے ساتھ ملحق ہیں۔ شیخ ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیت کے ذریعے ممتاز کرنا ضروری ہے۔ تیمّم حدث میں رفع حدث کی اور تیمّم جنابت میں رفع جنابت کی نیت کرے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ ایک قوم نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

’’انا قوم نسکن هذه الرمال ولم نجد الماء شهراً او شهرين وفينا الجنب والحائض والنفساء‘‘

(مسند امام احمد)(سنن بیہقی)(ابن راہویہ)(مسند ابویعلی)(طبرانی عن ابی ہریرۃ)

’’یارسول اللہ ﷺ! ہم ریگستان کے رہنے والے ایک ایک دو دو مہینے پانی نہیں پاتے اور اس اثناء میں ہم میں حیض ونفاس اور جنابت والے بھی ہوتے ہیں؟‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''علیکم بارضکم''

''تمہیں مٹی سے ضرورت پوری کرنی چاہیے۔''

کس کس چیز سے تیمّم کیا جاسکتا ہے:

☆: ''تیمّم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر اس چیز سے جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ، ہڑتال۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیمّم مٹی اور فقط ریت سے جائز ہے۔''

طرفین کے نزدیک ہر ایسی چیز سے تیمّم جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو یعنی وہ آگ میں نہ جلے اور پانی میں نہ گلے۔ جیسے مٹی، ریت، پتھر، چونا وغیرہ لیکن راکھ اس سے مستثنیٰ ہے کہ وہ نہ جلتی ہے اور نہ ہی پگھلتی ہے پھر بھی اس سے تیمّم جائز نہیں اور جو چیزیں جل کر راکھ ہو جائیں جیسے لکڑی اور گھاس وغیرہ یا پگھل کر نرم ہو جائیں جیسے لوہا' تانبہ' پیتل' سونا' چاندی وغیرہ ان سے بھی تیمّم جائز نہیں ہے کیونکہ وہ زمین کی جنس سے نہیں ہیں۔ چونا اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس سے تیمّم کی اجازت ہے۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اس بارے میں دو قول ہیں:

1: مٹی اور ریت دونوں سے جائز ہے۔

2: بقول یعلیٰ ان کا آخری قول صرف خالص مٹی کا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اُگانے والی مٹی سے جائز ہے کیونکہ آیت ''**فتیمموا صعیدا طیبا**'' کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی کی ہے۔ غرض یہ ہے کہ صعید کے معنی روئے زمین کے ہیں یعنی بالائی حصہ۔ اصمعی، خلیل، ثعلب اور ابن الاعرابی سے یہی منقول ہے۔ زجاج نحوی ''معانی القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ صعید کے معنی زمین کے بالائی حصہ کے ہیں، وہ مٹی ہو، ریت ہو یا پتھر۔ ائمہ لغت میں سے کسی نے اس کے خلاف نہیں کیا۔ لفظ طیب میں صاف ستھرے، حلال اور اُگانے سب معانی کا احتمال ہے لیکن یہاں بقول ابواسحٰق اکثر کے نزدیک **قرینہ**

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مقالیه کی وجہ سے اس کے معنی طاہر اور پاک کے ہیں۔ رہے اُگانے کے معنی سو اوّل تو یہ اس مقام کے مناسب نہیں۔ دوم یہ کہ بقول اصح خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی شرط نہیں کیونکہ پاک مٹی سے تیمّم جائز ہے گو اُگانے والی نہ ہو اور ناپاک سے جائز نہیں گو اُگانے والی ہو۔

نیت کا فرض ہونا:

☆: ''تیمّم میں نیت فرض ہے اور وضو میں مستحب ہے۔''

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیت فرض نہیں کیونکہ تیمّم وضو کا خلیفہ ہے:

''**فلایخالفه فی وصفه**''

ہم یہ کہتے ہیں کہ تیمّم کے معنی ہی قصد و ارادہ کے ہیں لہٰذا بغیر قصد و نیت کے اس کا تحقق نہیں ہو سکتا اور شرعی معنی میں اس ذاتی جزء کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۲

نواقض وشرائط تیمّم کا بیان

’’وینقض التیمم کل شئی ینقض الوضوء وینقضه ایضًا رویة الماء اذاقدرعلی استعماله ولایجوز التیمم الابصعید طاهرویستحب لمن لم یجد الماء وهو یرجوان یجده فی اٰخرالوقت ان یوخرالصلوٰۃالی اٰخر الوقت فان وجد الماء توضاءَ وصلّی والاتیمم ویصلی بتیممه ماشاء من الفرائض والنوافل ویجوز التیمم للصحیح المقیم فی المصراذاحضرت جنازۃ والولّی غیرهٗ فخاف ان اشتغل بالطهارۃ ان یفوته صادۃ الجنازۃ فله ان یتیمم ویصلی وکذلك من حضرالعیدفخاف ان اشتغل بالطهارۃ ان یفوته العیدوان خاف من شهد الجمعة ان اشتغل بالطهارۃ ان تفوته الجمعة توضّاءَ فان ادرك الجمعة صلّاها والاصلی الظهراربعا وکذلك ان ضاق الوقت فخشی ان توضّاءَ فاته الوقت لم یتیمّم ولکنه یتوضا ویصلی فائتته والمسافراذانسی الماء فی رحلهٖ فتیمم وصلی ثم ذکر الماء فی الوقت لَم یُعد صلوٰته عندابی حنیفة ومحمد وقال ابویوسف یعید ولیس علی المتیمم اذا لم یغلب علی ظنه انّ یقربه ماء ان یطلب الماء وان غلب علی ظنه انّ هناك ماء لم یجزله ان یتیمم حتی یطلبه وان کان مع رفیقه ماءٌ طلبه منه قبل ان یتیمّم فان منعه منه تیمم وصلّی۔‘‘

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''اور توڑتی ہے تیمّم کو ہر وہ چیز جو توڑتی ہے وضو کو اور نیز توڑ دیتا ہے تیمّم کو پانی کو دیکھ لینا جبکہ اس کے استعمال پر قادر ہو۔ تیمّم صرف پاک مٹی سے جائز ہے۔ جو آدمی پانی نہ پائے اور اس کو پانی ملنے کی امید ہو تو اس کا آخر وقت تک نماز کو موخر کرنا مستحب ہے۔ پس اگر پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز پڑھے ورنہ تیمّم کرے اور تیمّم سے پڑھے جو چاہے، وہ فرائض ہوں یا نوافل۔ جائز ہے تیمّم تندرست مقیم کے لیے جب آ جائے کوئی جنازہ اور ولی کوئی اور ہو پس اندیشہ ہو کہ اگر وضو میں مشغول ہو گیا تو نماز جنازہ فوت ہو جائے گی تو وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔ اسی طرح وہ شخص جو نماز عید کے لیے آیا اور اس کو اندیشہ ہوا کہ وضو میں مشغول ہونے سے نماز عید جاتی رہے گی تو وہ بھی تیمّم کر کے نماز ادا کر لے۔ اگر اندیشہ ہو جمعہ کے لیے آنے والے کو کہ اگر وضو میں مشغول ہوا تو نماز جمعہ فوت ہو جائے گی تو وہ وضو کرے، پس اگر جمعہ مل جائے تو فبہا ورنہ ظہر کی چار رکعت پڑھے۔ اسی طرح اگر وقت تنگ ہو اور اندیشہ ہو کہ وضو کرنے سے وقت نکل جائے گا تو تیمّم نہ کرے بلکہ وضو کر کے اپنی قضا نماز پڑھ لے۔ مسافر جب بھول گیا ہو پانی اپنے اسباب میں رکھ کر اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لی، پھر وقت کے اندر پانی یاد آ گیا تو طرفین کے نزدیک نماز نہ لوٹائے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وضو کر کے نماز لوٹائے۔ تیمّم کرنے والے پر پانی تلاش کرنا ضروری نہیں جبکہ قریب پانی ہونے کا غالب گمان نہ ہو اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ یہاں پانی ہے تو تیمّم کرنا جائز نہیں جب تک کہ تلاش نہ کر لے۔ اگر اس کے ساتھی کے پاس پانی ہو تو اس سے مانگ لے تیمّم کرنے سے پہلے، پس اگر وہ نہ دے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وضو کی مثل:

☆: ''توڑتی ہے تیمم کو ہر وہ چیز جو توڑتی ہے وضو کو۔''

جو چیزیں وضو کو توڑنے والی ہیں وہ تیمّم کو بھی توڑ دیتی ہیں کیونکہ تیمم وضو کا نائب ہے تو اس کا حکم بھی اسی جیسا ہوگا۔ اتنے پانی کے استعمال پر قادر ہو جانا بھی تیمّم کو توڑ دیتا ہے جو اس کی ضرورت اصلیہ سے فاضل ہو اور وضو کے لیے کافی ہو کیونکہ پانی کی موجودگی جو مٹی کی پاکی کے لیے غایت قرار دی گئی ہے اس سے مراد حصولِ قدرت ہے۔

صاحبِ کتاب، صاحبِ کنز الدقائق اور صاحبِ وقایہ نے یہ کہا ہے کہ ناقضِ تیمّم ناقضِ وضو ہے حالانکہ تیمّم کبھی وضو کا ہوتا ہے، کبھی جنابت کا اور کبھی حیض ونفاس کا، چنانچہ اسی لیے صاحب تنویر الابصار و شارح نقایہ نے کہا ہے:

''**ناقضه ناقض الاصل**۔''

اور یہی بہتر ہے اس واسطے کہ جو ناقض غسل ہے وہ ناقض وضو ضرور ہے لیکن ہر ناقض وضو ناقض غسل نہیں۔ پس اگر وضو کا تیمّم ہو تو ایک لوٹا پانی ملنے سے ٹوٹ جائے گا لیکن غسل کا تیمّم اتنے پانی سے نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح ریح خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے وضو کا تیمّم بھی ٹوٹ جائے گا۔ اس سے چونکہ غسل نہیں ٹوٹتا تو غسل کا تیمم بھی اس سے نہ ٹوٹے گا۔ ہاں احتلام یا جماع سے دونوں تیمّم ٹوٹ جائیں گے۔

پانی کو دیکھنا:

☆: ''نیز توڑ دیتا ہے تیمّم کو پانی کو دیکھ لینا جبکہ اس کے استعمال پر قادر ہو۔''

پانی کا دیکھنا درحقیقت ناقض نہیں ہے کیونکہ یہ خروجِ نجاست نہیں ہے بلکہ ناقض درحقیقت حدثِ سابق ہے لیکن ناقض کا عمل چونکہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے اس لیے مجازاً **رویت ماء** کی طرف ناقض ہونے کی نسبت کر دی گئی ہے۔ پھر **لفظ رویت** میں اس طرف اشارہ ہے کہ اتنا پانی دیکھتے ہی تیمّم ٹوٹ جائے گا، پانی کا استعمال ضروری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہیں ہے۔ امام ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

''یہ عام ہے نماز کے اندر قادر ہو یا نماز سے باہر، بہرحال تیمّم ٹوٹ جائے گا لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز کے درمیان قادر ہونا معتبر نہیں ہے۔ تیمّم بحالہ باقی رہے گا بقول بغوی اکثر علماء کا یہی قول ہے۔

نماز کو مؤخر کرنا:

☆: ''جو آدمی پانی نہ پائے اور اس کو پانی ملنے کی امید ہو تو اس کا آخر وقت تک نماز کو موخر کرنا مستحب ہے۔ پس اگر پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز پڑھے ورنہ تیمّم کرے۔''

جس کے پاس پانی نہ ہو لیکن ملنے کی اُمید ہو تو اس کو آخر وقت تک انتظار کرنا مستحب ہے۔ اگر پانی مل جائے تو وضو کر لے ورنہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے تاکہ نماز کی ادائیگی کمالِ طہارت کے ساتھ ہو جائے۔

اس بارے میں صاحبِ کتاب استحباب ہی کے قائل ہیں۔ شیخین سے غیر اُصول کی روایت یہ ہے کہ تاخیر کرنا واجب ہے کیونکہ غالب رائے کا حکم **متیقن** جیسا ہوتا ہے۔ ظاہر الراویہ کی وجہ سے کہ عجز حقیقتاً ثابت ہے اس لیے اس کا حکم زائل نہیں ہونا چاہیے تاوقتیکہ اسی کے برابر یقین حاصل نہ ہو۔

''وہ نماز کو مؤخر کرے۔'' یہ اطلاق نماز مغرب کو بھی شامل ہے پس اس کو غیوبتِ شفق تک مؤخر کرے، اکثر کی رائے یہی ہے۔ پھر آخر وقت سے مراد آخر وقتِ جواز ہے یا آخر وقتِ استحباب؟ بعض علماء کا کہنا ہے کہ آخر وقتِ جواز تک مؤخر کرے لیکن صحیح یہ ہے کہ آخر وقتِ استحباب تک مؤخر کرے۔

ایک تیمّم سے کئی فرائض ونوافل:

☆: ''تیمّم سے پڑھے جو چاہے، وہ فرائض ہوں یا نوافل۔''

ایک تیمّم سے متعدد فرائض وقتی وغیر وقتی ادا ہو سکتے ہیں، ابن المسیب، نخعی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور بصری کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہر فرض کے لیے علیحدہ تیمّم کے قائل ہیں۔ البتہ سنتوں کو فرائض کے تابع مانتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک تیمّم طہارتِ ضرور یہ ہے اور دو فرضوں کے لیے اُن کی کوئی ضرورت نہیں۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''ایک تیمّم سے ایک نماز سے زیادہ نہ پڑھنا سنت ہے۔''

(دارقطنی)(طبرانی)

ہمارے نزدیک تیمّم طہارت مطلقہ ہے، لٰہذا یہ وضو جیسا عمل کرے گا۔ نیز حدیث گزر چکی ہے۔

''پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو کا کام دیتی ہے خواہ دس سال پانی نہ ملے۔''

اور جہاں تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے کہ ''ایک تیمّم سے ایک نماز سے زیادہ نہ پڑھنا سنت ہے۔'' تو اس روایت میں دو طرح سے کلام ہے، ایک یہ کہ اسناد میں حسن بن عمارہ ہے جس کو شعبہ، احمد، سفیان، نسائی، دارقطنی، ابن معین، ابن المدینی، ساجی اور جرجانی وغیرہ نے ضعیف اور متروک کہا ہے اس لیے قابل حجت نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس میں صرف سنت کا بیان ہے۔

تندرست مقیم اور تیمّم:

☆: ''جائز ہے تیمّم تندرست مقیم کے لیے جب آجائے کوئی جنازہ اور ولی کوئی اور ہو، پس اندیشہ ہو کہ اگر وضو میں مشغول ہو گیا تو نماز جنازہ فوت ہو جائے گی تو وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔ اسی طرح وہ شخص جو نماز عید کے لیے آیا اور اس کو اندیشہ ہوا کہ وضو میں مشغول ہونے سے نماز عید جاتی رہے گی تو وہ بھی تیمّم کر کے نماز ادا کر لے۔ اگر اندیشہ ہو جمعہ کے لیے آنے والے کو کہ اگر وضو میں مشغول ہوا تو نماز جمعہ فوت ہو جائے گی تو وہ وضو کرے پس اگر جمعہ مل جائے تو فبہا ورنہ ظہر کی چار رکعت پڑھے۔ اسی طرح اگر وقت تنگ ہو اور اندیشہ ہو کہ وضو کرنے سے وقت نکل جائے گا تو تیمّم نہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کرے بلکہ وضو کرکے اپنی قضا نماز پڑھ لے۔''

تندرست مقیم کو اگر نماز جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ بھی تیمّم کرسکتا ہے کیونکہ اس کی قضا نہیں ہوتی۔ مگر یہ اس وقت ہے جب ولی جنازہ کوئی اور ہو کیونکہ ولی جنازہ کے لیے اعادۂ نماز کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ ولی ہو تو اس کے لیے تیمّم جائز نہیں بلکہ وہ وضو کرکے ہی نماز ادا کرے گا کیونکہ اس کے حق میں نماز فوت نہیں سمجھی جائے گی وہ تو دوبارہ بھی نماز جنازہ کی جماعت کرواسکتا ہے۔

نیز وضو میں مشغول ہونے سے اگر نماز عید چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تب بھی تیمّم کی اجازت ہے کیونکہ نماز عید کی بھی قضا نہیں ہے لیکن نماز جمعہ اور وقتی نماز کے فوت ہونے کے خوف سے تیمّم سنت نہیں کیونکہ ان دونوں نمازوں کا بدل موجود ہے یعنی نماز جمعہ کا بدل ظہر اور وقتی نماز کا بدل اس کی قضا ہے۔

پانی رکھ کر بھول جانے والا مسافر:

☆ : ''مسافر جب بھول گیا ہو پانی اپنے اسباب میں رکھ کر اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لی، پھر وقت کے اندر پانی یاد آگیا تو طرفین کے نزدیک نماز نہ لوٹائے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وضو کرکے نماز لوٹائے۔''

اگر مسافر اپنے کجاوہ میں پانی بھول جائے اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لینے کے بعد پانی یاد آئے تو طرفین کے نزدیک نماز دہرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب تک یادداشت اور علم نہ ہو تو پانی پر قدرت شمار نہیں کی جاسکتی اور پانی کی موجودگی کا مطلب اس پر قدرت کا ہونا ہی ہے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نماز لوٹانے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ جب پانی موجود ہے تو پھر تیمّم کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

صاحب کتاب نے یہاں چند قیدیں ذکر کی ہیں:

1: مسافر ہو۔

جامع صغیر میں اس کی قید نہیں ہے جبکہ ہر بھولنے والے کا یہی حکم ہے۔ شرح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فخر الاسلام میں بھی ایسا ہی ہے۔ ممکن ہے کہ اصل میں تو یہ حکم مسافر کے لیے ہو لیکن غیر مسافر کو اسی حکم میں لاحق کر دیا گیا ہو یا یہ قید بنظر غالب ہو کہ عموماً پانی مسافر ہی ساتھ رکھتا ہے۔

2: نسیان ہو گیا ہو۔

کیونکہ اگر مسافر نے یہ شک یا گمان کرتے ہوئے کہ پانی ختم ہو چکا ہے تیمّم کر لیا تو بالا جماع نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

3: اپنے کجلوے میں۔

کیونکہ اگر پانی کا مشکیزہ پیٹھ پر لدا ہو یا گردن میں لٹکا ہو یا سامنے رکھا ہو اور بھول کر تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو یہ بالا جماع جائز نہیں ہے۔ لانہ نسی مالا ینسی۔

4: نماز کے وقت کے اندر ھی پانی یاد آجائے۔

کیونکہ اگر عین نماز میں یاد آ گیا تو نماز کو ختم کر کے اعادہ کرنا ضروری ہے۔

گمان اور غالب گمان:

☆: ''تیمّم کرنے والے پر پانی تلاش کرنا ضروری نہیں جبکہ قریب پانی ہونے کا غالب گمان نہ ہو اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ یہاں پانی ہے تو تیمّم کرنا جائز نہیں جب تک کہ تلاش نہ کر لے۔''

اگر نمازی کا غالب گمان یہ ہو کہ یہاں پانی ہوگا تو پانی تلاش کیے بغیر تیمّم کرنا جائز نہیں اور اگر غالب گمان نہ ہو تو تلاش کرنا ضروری نہیں۔

اب کتنی دور تک تلاش کرے؟ ہدایہ اور کنز الدقائق میں ہے کہ ایک غلوہ کی مقدار تک پانی تلاش کرے۔

غلوہ چار سو گز فاصلہ کی مقدار کو کہتے ہیں اور بقول حلبی تین سو گز کی مقدار ہے۔ بعض نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ جتنی دور تک تیر جائے وہ غلوہ کی مقدار ہے۔ بدائع میں ہے کہ اتنی دور تک تلاش کرنا اصح ہے کہ اس کا اپنا نقصان بھی نہ ہو اور ساتھیوں کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زحمت انتظار نہ بھی ہو۔

ساتھی سے مانگنا:

☆: ''اگر اس کے ساتھی کے پاس پانی ہو تو اس سے مانگ لے تیمّم کرنے سے پہلے پس اگر وہ نہ دے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔''

اگر ساتھی کے پاس پانی ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک پانی مانگنا واجب ہے اور اگر وہ نہ دے تو تیمّم کرے۔ عینی نے تجرید سے نقل کیا ہے کہ ساتھی سے پانی مانگنا طرفین کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ حسن بن زیاد کا قول اور امام شافعی کی رائے بھی یہی ہے کیونکہ باحیاء اور غیرت مند شخص کو مانگنا بالخصوص معمولی چیز کا سوال کرنا ناگوار ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ساتھی سے مانگنا اس وقت واجب ہے جب دے دینے کا گمان غالب ہو ورنہ مانگنا واجب نہیں۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۵

موزوں پر مسح کے بیان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

المسح علی الخفین

تیمّم کے بعد **مسح علی الخفین** کا تذکرہ:

صاحب کتاب نے تیمّم کے بعد موزوں پر مسح کا ذکر فرمایا ہے۔اس لیے کہ یہ دونوں طہارت بذریعہ مسح ہیں۔ نیز تیمّم **خلف عن الکل** ہے اور مسح **خلف عن البعض** یعنی تیمّم پورے وضو کا بدل ہے اور موزوں پر مسح کرنا فقط پاؤں دھونے کا بدل ہے۔ مصنف نے تیمّم کو مسح خفین پر مقدم کیا ہے کیونکہ تیمّم کا ثبوت قرآن کریم سے ہے اور موزوں پر مسح کا ثبوت احادیث متواترہ واخبار مشہورہ سے ہے۔

خاصۂ امت محمدیہ ﷺ:

مسح علی الخفین امت محمدیہ ﷺ کے خصائص میں سے ہے جس کی مشروعیت سنت نبویہ سے ثابت ہے۔

زیادت علی القرآن:

اس بارے میں روایات مشہور ہیں اور اس درجہ تک مشہور ہیں کہ بقول صاحب مستخلص ان کے ذریعے سے **زیادة علی الکتاب** جائز ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ:

مبسوط میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول موجود ہے کہ جب تک میرے نزدیک روز روشن کی طرح موزوں کے مسح پر دلائل قائم نہیں ہو گئے اس وقت تک میں اس کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قائل نہیں ہوا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میرے دل میں مسح علی الخفین کی بابت ذرا بھی کھٹک نہیں ہے کیونکہ اس کی بابت چالیس اصحاب رسولؐ سے احادیث مروی ہیں۔''

راوی صحابہ کی تعداد:

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''مسح علی الخفین اکتالیس صحابہ سے مروی ہے۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ستر صحابہ نے مجھ سے موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث بیان کی ہیں۔

بدائع میں امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی ہے:

''میں نے ستر بدری صحابہ کو مسح علی الخفین کا قائل پایا ہے۔''

فتح القدیر میں روایت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر جماعت کے نام مذکور ہیں۔ علامہ عینی کہتے ہیں کہ میں نے 67 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایات تخریج کی ہیں اور روایت کرنے والے محدثین کے نام بھی بیان کیے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ بعض حضرات نے مسح علی الخفین روایت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا تو ان کی تعداد 80 سے تجاوز کر گئی۔

منکر مسح علی الخفین:

بہر کیف روافض وخوارج کے علاوہ پوری امت کا اجماع ہے کہ مسح علی الخفین ثابت ہے جس میں کسی طرح شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اسی لیے محیط میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''منکر مسح کے لیے اندیشۂ کفر ہے۔''

درمختار میں ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

منکر مسح مبتدع ہے۔"

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منکر مسح علی الخفین کافر ہے لیکن اظہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلا تاویل منکر ہو تو منکر ثبوت قطعی ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔

علامات اہل سنت:

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اہل سنت والجماعت کی تعریف پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

"ان تفضل الشیخین وتحب الختنین وتری المسح علی الخفین"

"جو شیخین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کی فضلیت کا معترف ہو اور ختنین (حضرت عثمان وعلی المرتضٰی رضی اللہ عنہما) کا شیدائی ہو اور مسح علی الخفین کا قائل ہو وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہے۔

اس باب کی تین فصول ہیں:

1: جواز مسح علی الخفین اور شرائط۔

2: مدتِ مسح

3: اوصاف موزہ اور مسح کی کیفیت۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۱

جواز مسح علی الخفین اور شرائط

''المسح على الخفين جائز بالسنة من كل حدث موجب للوضوء اذالبس الخفين على طهارة ثم احدث''

''موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور یہ سنت سے ثابت ہے۔ ہر ایسے حدث کے وقت مسح ہوگا جو باعث وضو ہو جب کہ موزے طہارت کے بعد پہنے ہوں اور پھر حدث ہو جائے۔''

مسائل ودلائل

مسح افضل ہے یا دھونا:

☆: ''مسح علی الخفین جائز ہے۔''

مسح علی الخفین رخصت ہے اور پاؤں کا دھونا عزیمت۔ اب ان میں سے کون سا عمل افضل ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے مسح کو اختیار کیا ہے کہ یہ افضل ہے بالخصوص جب کہ ترکِ مسح سے اس کے خارجی یا رافضی ہونے کا شبہ ہوتا ہو (کذافی فتح الباری شرح بخاری) لیکن صاحبِ ہدایہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا افضل ہے۔

شیخ الاسلام خواہرزادہ نے شرح مبسوط میں اس کی تشریح کی ہے:

'' وبه نص الناطق فی اخباره''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''اور اخبار میں اس کے نص ناطق موجود ہے۔''

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے ''جائز'' کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سنت سے ثابت:

☆: ''مسح علی الخفین سنت سے ثابت ہے۔''

بعض حضرات کے خیال میں مسح علی الخفین کا جواز آیت ''**وارجلکم**'' کی قرأت جر سے ثابت ہے لیکن صاحب فتح القدیر اور علامہ عینی کے نزدیک یہ صحیح نہیں کیونکہ آیت میں **ارجلکم** کے ساتھ ''**الی الکعبین**'' بھی مذکور ہے حالانکہ مسح علی الخفین بالاتفاق **کعبین** تک نہیں ہوتا بلکہ صرف پشت قدم (بجانب ساق) پر ہوتا ہے۔

صاحب کتاب نے **بالسنۃ** کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسح علی الخفین کے جواز کا ثبوت سنت سے ہے نہ کہ قرآن کریم سے۔ پھر صاحب کتاب نے ''بالسنۃ'' کہا ہے بالحدیث نہیں کہا کیونکہ حدیث فقط آپ ﷺ کے اقوال کو کہتے ہیں اور سنت قول وفعل ہر دو کو شامل ہے اور مسح علی الخفین کا ثبوت کیونکہ قول اور فعل دونوں سے ثابت ہے اس لیے بالسنۃ کا لفظ استعمال کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عبادلہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے موزوں پر مسح کیا۔

حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضٰی، حضرت صفوان رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یمسح المقیم یوما ولیلۃ''

''مقیم موزوں پر ایک دن اور ایک رات مسح کرے۔''

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھے اپنے پاؤں کا پارہ پارہ ہونا زیادہ پسند ہے بہ نسبت موزوں پر مسح کرنے کے۔ اس قول سے تو عدم جواز ہی ثابت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہوتا ہے؟

جواب: اس قول کا راوی محمد بن مہاجر ہے جس کے متعلق محمد بن حبان کہتے ہیں:

''یہ شخص حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔''

علامہ ابن الجوزی خصوصاً اس روایت کے متعلق کہتے ہیں:

''یہ روایت اسی نے گھڑی ہے۔''

شرط طہارت:

☆: ''ہر ایسے حدث کے وقت مسح ہوگا جو باعث وضو ہو جب کہ موزے طہارت کے بعد پہنے ہوں اور پھر حدث ہو جائے۔''

بموجب للوضوء کی قید کے ذریعے جنابت سے احتراز ہے کہ جس پر غسل واجب ہو اس کے لیے مسح جائز ہے۔

علی طهارت ثمّ احدث کی جگہ بعض نسخوں میں صرف **علی طهارة** ہے اور بعض میں ''**علی طهارة کاملة**'' ہے لیکن جواز مسح کے لیے ان میں سے کوئی چیز بھی شرط نہیں یعنی یہ شرط نہیں کہ موزے پہننے کے وقت طہارت مکمل ہو بلکہ حدث پیش آنے کے بعد مکمل طہارت کا ہونا ضروری ہے، احناف کا یہی مذہب ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے صرف پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اور اس کے بعد طہارت پوری کر لی پھر حدث پیش آیا تب بھی مسح کرنا جائز ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۲

موزوں پر مسح کی مدت

''فان کان مقیمًا مسح یومًا ولیلةً وان کان مسافرًا مسح ثلٰثة ایّامٍ ولیالیھا وابتداء وھا عقیب الحدث و المسح علی الخفین علی ظاھرھماخطوطاباالاصابع یبتدأ من الاصابع الی الساق وفرض ذلک مقدار ثلٰث اصابع من اصابع الید۔ ومن ابتدأ المسح وھو مقیم فسافرقبل تمام یوم ولیلة مسح تمام ثلاثة ایام ولیالیھا ومن ابتدأالمسح وھومسافرٌ ثم اقام فان کان مسح یومًا ولیلةً اواکثرلزمه نزع خفیه وان کان اقل منه تمّم مسح یوم ولیلة۔''

''پس اگر مقیم ہوتو ایک دن اورایک رات تک مسح کرے اوراگر مسافر ہو تو تین دن اورتین رات تک مسح کرے۔ مسح کا وقت وقتِ (موزے پہنے کے بعد پہلے) حدث سے شروع ہوتا ہے۔ موزوں کا مسح خطوط کی شکل میں ان کے ظاہر پر ہونا چاہئے۔ انگلیوں سے شروع کر کے انگلیوں سے پنڈلی تک لے جائے۔ مقدار مسح ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر فرض ہے۔ اگر کسی مقیم نے مسح شروع کیا پھر ایک دن رات تمام ہونے سے پہلے مسافر ہوگیا تو تین دن رات تک مسح کی مدت پوری کر لے اور اگر مسافر نے مسح شروع کیا تھا پھر مقیم ہوگیا تو اگر وہ ایک دن رات یا اس سے زیادہ تک مسح کر چکا ہے تب تو موزے نکال دے اور اگر اس سے کم کیا ہوتو ایک دن رات کی مدت پوری کرے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مقیم کی مدت:

☆: ''اگر مقیم ہوتو اس کے لیے ایک دن اورایک رات اور اگر مسافر ہوتو اس کے لیے تین دن اور تین رات تک مسح کرنا جائز ہے۔''

بعض حضرات نے تفرد اختیار کرتے ہوئے مسح کے بارے میں وقت کی تحدید نہیں کی۔ چنانچہ مالکیہ کے یہاں یہی مشہور ہے کہ موزوں پر مسح کرنا بلاتحدید وقت جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول (جس کو نووی قولِ قدیم اور ضعیف کہتے ہیں) یہ ہے کہ مسح کے لیے توقیت نہیں ہے لیکن عام علماء، صحابہ کرام، تابعین اور اکابرین کے نزدیک وقت محدود ہے اور بقول خطابی عام فقہاء کا قول یہی ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت جابر، حضرت خزیمہ، حضرت صفوان، حضرت عوف بن مالک، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یمسح المقیم یوما ولیلة والمسافر ثلثة ایام ولیا لیها."

''مقیم ایک دن رات تک اور مسافر تین دن رات تک مسح کرسکتا ہے۔''

سوال: ابوداؤد اور دارقطنی نے اس کی اسناد کو غیر ثابت مانا ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ مجہول ہے۔ حضرت عمر، ابن عمر، سعد بن ابی وقاص اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے آثار مروی ہیں کہ مسح کے لیے وقت کی تحدید نہیں ہے۔''

جواب: اوّل تو یہ آثار احادیث صحیحہ کے مقابلے میں لائق پذیرائی نہیں۔ دوسرا ان کی اسانید علت سے خالی نہیں۔ تیسرا انھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے تحدید بھی مروی ہے تو ممکن ہے انہوں نے عدم تحدید کے قول سے رجوع کرلیا ہو۔

ابتدائے مدت:

☆: ''مسح کا وقت وقتِ (موزے پہنے کے بعد پہلے) حدث سے شروع ہوتا ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسح کی ابتدا حدث کے بعد شروع ہوتی ہے کیونکہ موزہ حدث کے سرایت کرنے سے مانع ہوتا ہے، اس لیے مدت مسح کا اعتبار منع کے وقت سے ہونا چاہئے۔ امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے دو قولوں میں سے اصح قول بلکہ جمہور علماء کا قول یہی ہے۔

امام اوزاعی اور امام ابوثور کہتے ہیں:

''حدث کے بعد جب مسح کرنے لگے تو اس وقت سے مسح کی مدت شروع ہوگی۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت منقول ہے۔

طریقۂ مسح:

☆: ''موزوں کا مسح خطوط کی شکل میں ان کے ظاہر پر ہونا چاہئے۔ انگلیوں سے شروع کر کے انگلیوں سے پنڈلی تک لے جائے۔ مقدار مسح ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر فرض ہے۔''

مسح علی الخفین کا مسئلہ چونکہ غیر قیاسی ہے اس لیے اس میں تمام شرعی قیود کو پیش نگاہ رکھا جائے گا۔ پس موزوں کے ظاہری حصہ پر مسح کرنا ضروری ہوگا اس طرح کہ انگلیوں سے خطوط کھینچ کر پاؤں کی انگلیوں سے شروع کر کے پنڈلی کی جانب لے جائے کیونکہ حدیث مغیرہؓ میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے موزوں کے بالائی حصہ پر ایک دفعہ مسح کیا گویا اب بھی میں آپؐ کی انگلیوں کے نشانات دیکھ رہا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

مقیم اگر مسافر ہو جائے تو:

☆: ''اگر کسی مقیمؒ نے مسح شروع کیا پھر ایک دن رات تمام ہونے سے پہلے مسافر ہو گیا تو تین دن رات تک مسح کی مدت پوری کر لے۔''

جس شخص نے مسح کی ابتداء مقیم ہونے کی حالت میں کی اور ایک دن اور ایک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رات ختم ہونے سے پہلے سفر شروع کردیا تو اس کو تین دن تین رات تک مسح کرنے کی اجازت ہے یعنی وہ مسافر مسح کی سفروالی مدت کو اس طرح پورا کرے کہ مجموعہ تین دن ہو جائے یہ مطلب نہیں کہ ازسرنو تین دن تک مسح کرتا رہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اجازت نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نئے سرے سے پاؤں دھوکر موزے پہنے یا پھر اپنی مقیمی کی مدت پوری کرے۔

ہماری دلیل حدیثِ مسح ہے۔

حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت جابر، حضرت خزیمہ، حضرت صفوان، حضرت عوف بن مالک، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یمسح المقیم یوما ولیلة والمسافر ثلثة ایام ولیا لیھا۔''

''مقیم ایک دن رات تک اور مسافر تین دن رات تک مسح کرسکتا ہے۔''

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرنا اذا کنا سفرا ان لاننزع خفافنا ثلثہ ایام ولیا لیھن۔''

(سنن ترمذی) (سنن نسائی) (سنن ابن ماجہ) (صحیح ابن حبان) (مسند ابن خزیمہ) (مسند امام شافعی) (سنن بیہقی) (دارقطنی)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بحالتِ سفر حکم دیا کرتے تھے کہ تین دن تین رات تک ہم موزے نہ نکالیں۔''

دوسرا یہ کہ جو احکام وقت سے متعلق ہوتے ہیں اور ان میں بھی آخر وقت کا اعتبار ہوتا ہے جیسے نماز کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص اخیر وقت میں سفر شروع کردے تو اس کی فرض نماز چار رکعات کی بجائے دو رکعت ہوتی ہے اور اگر اخیر وقت میں مقیم ہوجائے تو دو رکعات کے بجائے چار رکعتیں ضروری ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی نابالغ اخیر وقت میں بالغ ہوجائے یا کوئی کافر مسلمان ہوجائے تو ان پر نماز واجب ہوجاتی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ مسح چونکہ وقت سے متعلق ہے اس لیے اس میں بھی آخری وقت کا اعتبار کیا جائے گا۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے **وھو مقیم** کہہ کر مسح کو بحالت اقامت ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس واسطے کہ اگر اس نے مقیم ہونے کی حالت میں موزے پہنے اور حدث ہونے سے پہلے ہی سفر شروع کردیا تو اس صورت میں بالاتفاق (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی) مدت اقامت میں مدت سفر کا تداخل ہو جائے گا۔

نیز صاحب کتاب نے "**قبل تمام یوم واللیلۃ**" کے ساتھ بھی مقید کیا ہے۔ اس واسطے کہ اگر مدت اقامت پوری کرنے کے بعد سفر شروع کیا تو اس صورت میں بالاتفاق مدت اقامت میں مدت سفر کا تداخل نہ ہوگا کیونکہ اس وقت قدم میں حدث سرایت کر چکا ہے اور موزے میں اتنی قوت نہیں کہ رفع حدث کر سکے۔ وہ تو ساتر حدث ہوتا ہے نہ کہ رافع حدث۔ اس لیے لامحالہ رفع حدث کے لیے پاؤں نکال کر دھونے پڑیں گے کیونکہ پانی رافع حدث ہے اور اگر حدث ہونے کے بعد مقیم مسافر ہوا یا مسافر مقیم ہوا تو ان دونوں صورتوں میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔

مسافر مقیم ہو جائے تو:

☆: "اور اگر مسافر نے مسح شروع کیا تھا پھر مقیم ہو گیا تو اگر وہ ایک دن رات یا اس سے زیادہ تک مسح کر چکا ہے تب تو موزے نکال دے اور اگر اس سے کم کیا ہو تو ایک دن رات کی مدت پوری کرے۔"

اگر کوئی مسافر مقیم بن گیا تو دیکھا جائے گا کہ وہ مدت اقامت پوری کر چکا ہے یا نہیں؟ اگر مدت اقامت پوری کر چکا ہو تو موزے نکال لے کیونکہ رخصتِ سفر بغیر سفر کے باقی نہیں رہ سکتی اور اگر مدتِ اقامت پوری نہ کی ہو تو اس کو پوری کرلے کیونکہ مدتِ اقامت باقی ہے اور یہ مقیم ہو چکا۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۳

اوصاف موزہ اور نواقضِ مسح

"ولایجوز المسح علی خف فیه خرق کثیریتبین منه قدر ثلٰث اصابع الرجل وان کان اقلّ من ذٰلك جاز ولایجوز المسح علی الخفین لمن وجب علیه الغسل وینقض المسح ماینقض الوضوء وینقضه ایضًا نزع الخف ومضیُّ المدّةِ فاذا مضت المدة نزع خفیه وغسل رجلیه وصلّٰی ولیس علیه اعادة بقیة الوضوء ومن لبس الجرموق فوق الخف مسح علیه ولایجوز المسح علی الجوربین الاان یکونا مجلّدین اومنعّلین وقالایجوزُ اذا کانا ثخینین لایشفان ولایجوز المسح علَی العمامة والقلنسوة والبرقع والقفازین ویجوز علی الجبائر وان شدّھا علی غیر وضوء فان سقطت من غیر بُرءٍ لم یبطل المسحُ وان سقطت عن برءٍ بطل۔"

"جائز نہیں مسح ایسے موزے پر جس میں زیادہ پھٹن ہو کہ اس سے پاؤں کی تین انگلیوں کے بقدر نظر آتا ہو، اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے اور جائز نہیں موزوں پر مسح کرنا اس کے لیے جس پر غسل واجب ہے۔ مسح کو ہر وہ چیز توڑ دیتی ہے جو وضو توڑ دیتی ہے اور نیز توڑ دیتا ہے اس کو موزے کا نکلنا اور مدت کا گزرنا۔ پس جب مدت گزر جائے (اور اس کا وضو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہو) تو موزے نکال کر پاؤں دھو کے نماز پڑھ لے، باقی وضو دوبارہ کرنا ضروری نہیں۔ جس نے موزے پر جرموق پہن لی تو وہ اسی پر مسح کرے۔ مسح جرابوں پر جائز نہیں الا یہ کہ وہ پوری مجلد ہوں یا صرف تلے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ صاحبین کہتے ہیں کہ اگر جرابیں گاڑھی ہوں اتنی کہ نہ چھنتی ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔ پگڑی، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔ زخم کی پٹی پر مسح جائز ہے اگرچہ بے وضو ہونے کی حالت میں باندھی گئی ہو۔ پس اگر پٹی زخم اچھا ہوئے بغیر گر جائے تو مسح باطل نہ ہوگا اور اگر زخم اچھا ہونے پر گرے تو باطل ہو جائے گا۔"

مفردات:

خرق: پھٹن۔

یتبین: ظاہر ہونا، کھل جانا۔

اصابع: انگلیاں۔ یہ اصبع کی جمع ہے۔

رِجل: پاؤں۔

نزع: نکالنا۔

مضی: گزرنا۔

لبس: پہننا۔

جرموق: وہ تھیلی جو موزے کے اوپر اس کی حفاظت کے لیے پہنتے ہیں۔ عوام اس کو کالوش کہتے ہیں۔

جوربین: جرابیں۔ یہ جورب کا تثنیہ ہے۔

مجلدین: پورے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔

منعلین: جوتے کے برابر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔

ثخینین: گاڑھے ہوں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لایشفان: الشف لغت میں کپڑے کے رقیق ہونے کو کہتے ہیں۔ یہاں پانی کا نفوذ مراد ہے۔

عمامہ: پگڑی۔

قلنسوہ: ٹوپی۔

قفازین: دستانے۔

جبائر: ٹوٹی ہوئی ہڈی کے باندھنے کی لکڑی یا پٹی۔ یہ جبیرۃ کی جمع ہے۔

شد: باندھنا۔

برد: اچھا ہو جانا۔

مسائل ودلائل

تین انگلیوں کی مقدار پھٹن:

☆: ”جائز نہیں مسح ایسے موزے پر جس میں زیادہ پھٹن ہو کہ اس سے پاؤں کی تین انگلیوں کے بقدر نظر آتا ہو، اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے۔“

ایسے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں جس میں اتنی پھٹن ہو کہ پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں دکھلائی دیتی ہوں اور اس سے کم ہو تو مسح جائز ہے۔

امام زفر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ:

”مسح کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ پھٹن کم ہو کیونکہ اس حالت میں جب ظاہر ہونے والے حصہ کو دھونا پڑے گا تو باقی حصہ کو بھی دھونا چاہئے۔“

ہم یہ کہتے ہیں کہ موزے عموماً معمولی پھٹن سے خالی نہیں ہوتے۔ اس لیے اُن کے نکالنے میں حرج لازم آئے گا اور حرج شرعاً مرفوع ہے۔

مسح جائز نہیں جس پر غسل واجب ہو:

☆: ”جائز نہیں موزوں پر مسح کرنا اس کے لیے جس پر غسل واجب ہے۔“

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جس پر غسل واجب ہو اس کے لیے بھی مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ حضرت صفوان بن غسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کان رسول اللہ ﷺ یامرنا اذا کنا سفرا ان لا ننزع خفافنا ثلثہ ایام ولیا لیھن الا عن جنابۃ ولٰکن من غایۃ وبول ونوم۔"

(سنن ترمذی)(سنن نسائی)(سنن ابن ماجہ)(صحیح ابن حبان)(مسند ابن خزیمہ)(مسند امام شافعی)(سنن بیہقی)(دار قطنی)

"رسول اللہ ﷺ ہم کو بحالتِ سفر حکم دیا کرتے تھے کہ تین دن تین رات تک ہم موزے نہ نکالیں الا یہ کہ جنابت پیش آ جائے۔ البتہ پیشاب، پاخانہ یا نیند آنے پر نکالنے کی ضرورت نہیں۔"

نیز جنابت چونکہ عادتاً بار بار نہیں ہوتی اس لیے موزے نکالنے میں کوئی حرج لازم نہیں آتا۔

مدت مسح کا ختم ہونا

☆: "نیز مسح کو توڑ دیتا ہے موزے کا نکلنا اور مدت کا گزرنا۔ پس جب مدت گزر جائے (اور اس کا وضو ہو) تو موزے نکال کر پاؤں دھو کر نماز پڑھ لے باقی وضو دوبارہ کرنا ضروری نہیں۔"

مدتِ مسح ختم ہونے کے بعد بھی مسح ٹوٹ جائے گا، پس ایسی صورت میں موزے نکال کر پاؤں دھو کر نماز پڑھ لینی چاہیے، بقیہ وضو دہرانے کی ضرورت نہیں (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعادہ ضروری ہے) لیکن یہ اس وقت ہے جب پانی موجود ہو لیکن اگر پانی دستیاب نہ ہو تو پھر پاؤں دھونے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے مدت مسح پوری ہو گئی مثلاً کسی نے وضو کر کے موزے پہنے اور ظہر کے وقت اس کو حدث ہو گیا۔ پس اس نے وضو کر کے مسح کر لیا۔ دوسرے روز اسی وقت کہ اس کو حدث ہوا تھا نماز میں داخل ہوا اور اس کو یاد آیا کہ یہ وقت مسح کے پورے ہونے کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے اور پانی موجود نہیں ہے تو اصح یہ ہے کہ نماز پوری کرلے۔

(محیط)(فتاوی قاضی خاں)

اگر چہ بعض مشائخ نے اس کی نماز کو فاسد کہا ہے اور یہی **اشبہ بالفقہ** ہے۔

جرموق:

☆: ''جس نے موزے پر جرموق پہن لی ہوتو وہ اسی پر مسح کرے۔''

جرموق ان موزوں کو کہتے ہیں جو اصل موزوں کی حفاظت کے لیے ان کے اوپر پہنے جاتے ہیں تاکہ کیچڑ یا نجاست سے آلودہ نہ ہوسکیں اور اس کی ساق بہ نسبت موزے کی ساق کے چھوٹی ہوتی ہے۔ جرموق فارسی کا معرب ہے، عربی میں اس کو موق کہتے ہیں۔ جو شخص موزوں پر جرموق پہن لے اس کو جرموق پر مسح کی اجازت ہے۔ بقول ابو حامد تمام علماء اسی کے قائل ہیں اور بقول مزنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ نے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف نقل کیا ہے وہ ان کا قول جدید ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جرموق موزہ کا بدل ہے اور خود موزہ پاؤں کا بدل تھا۔ اگر جرموق پر مسح جائز ہوتو بدل کے بدل کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے حالانکہ اعتبار صرف بدل کا ہوتا ہے نہ کہ بدل البدل کا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موقین پر مسح کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں موقین سے مراد خفین ہے نہ کہ جرموقین لیکن سرموجی نے شرح ہدایہ میں جوہری، مطرزی اور عکبری کے حوالے سے یہ کہہ کر اس کو روک دیا ہے کہ جرموق اور موق دونوں موزوں پر پہنے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں خفین کے علاوہ ہیں۔ ابوالنصر بغدادی وغیرہ کی رائے میں موق وہی جرموق ہے جو موزہ پر پہنا جاتا ہے۔ صاغانی عباب میں حرف جیم کی بحث میں کہتے ہیں کہ جرموق موزہ پر پہنا جاتا ہے۔ حرف میم کی بحث میں لکھتے ہیں کہ موق موزہ پر پہنا جاتا ہے اور یہ فارسی لفظ ''موکہ سے معرب ہے بمعنی پائتانہ۔ جوہری، قاضی عیاض، ابن الاثیر اور ہروی نے بھی اس کو معرب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہی مانا ہے۔

جرابوں پر مسح کا حکم:

☆: ''مسح جرابوں پر جائز نہیں الا یہ کہ وہ پوری مجلد ہوں یا صرف تلے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ صاحبین کہتے ہیں کہ اگر جرابیں گاڑھی ہوں اتنی کہ نہ چھنتی ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔''

جورب فارسی کا معرب ہے۔ شامی لوگ سخت جاڑے کے موسم میں بٹے ہوئے سوت کا قدم سے لے کر ٹخنے تک پہنتے ہیں جس کو جراب کہنا چاہیئے۔ امام صاحب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب یہ پورے چمڑے میں ڈھکے ہوئے نہ ہوں یا جوتے کے برابر ان پر چمڑا چڑھا ہوا نہ ہو اس وقت تک مسح جائز نہیں۔ پہلی صورت مجلد کی ہے اور دوسری منعل کی۔

صاحبین کے نزدیک چمڑا چڑھنے کی شرط نہیں بلکہ اتنا گاڑھا ہونا ضروری ہے کہ ان میں پانی نہ چھن سکے، جمہور صحابہ، تابعین، سفیان ثوری، ابن مبارک، اسحٰق، احمد اور داؤد کا مذہب یہی ہے۔

حلیہ میں ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول صاحبین کے موافق ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے جوربین پر مسح کرنے کی روایت موجود ہے۔ مبسوط میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے سات روز قبل (اور بقول کرخی تین روز قبل) جوربین پر مسح کیا اور فرمایا:

''میں جس چیز سے منع کرتا تھا خود اس کو کرلیا۔''

اس سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے رجوع پر استدلال کیا گیا ہے۔

عمامہ، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح کا حکم:

☆: ''پگڑی، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بقول امام ترمذی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اور بقول ابن ارسلان حضرت ابوامامہ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حسن، قتادہ، مکحول، اوزاعی، اسحٰق، ابوثور، وکیع اور داؤد بن علی نے مسح عمامہ کو چند شرائط کے ساتھ جائز مانا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمامہ کا مسح مستقلاً درست نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے بالوں کے کچھ حصہ پر مسح کیا جائے پھر اس مسح کی تکمیل عمامہ پر کرلی جائے بشرطیکہ عمامہ کھولنے میں تکلیف ہوتی ہو۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول بتایا ہے۔

احناف سے اصل مذہب میں کوئی قول منقول نہیں۔ امام محمد سے صرف اتنا منقول ہے کہ عمامہ پر مسح پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء رحمۃ اللہ علیہم بلکہ بقول خطابی جمہور کا قول یہی ہے کیونکہ آیت ''**وامسحوا برؤسکم**'' میں سروں پر مسح کرنے کا حکم ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص عمامہ پر مسح کرے اس کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے سر پر مسح کیا ہے۔ جن روایات میں عمامے کے متعلق آیا ہے وہاں سر کے بعض حصہ پر مسح کر کے عمامہ پر ہاتھ پھیر لینا مراد ہے۔ چنانچہ حدیث مغیرہؓ میں اس کی تفسیر ناصیہ اور عمامہ پر مسح کرنے کی وارد ہوئی ہے اور ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عمامہ کے نیچے دست مبارک داخل کیا اور **مقدم رأس** پر مسح کیا۔

پٹی پر مسح کا حکم:

☆: ''زخم کی پٹی پر مسح جائز ہے اگرچہ بے وضو ہونے کی حالت میں باندھی گئی ہو۔ پس اگر پٹی زخم اچھا ہوئے بغیر گر جائے تو مسح باطل نہ ہوگا اور اگر زخم اچھا ہونے پر گرے تو باطل ہو جائے گا۔''

زخم کی پٹی پر مسح جائز ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی ایسا ہی کیا ہے اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اسی کا حکم فرمایا ہے۔ نیز اس میں موزوں کو نکالنے سے زیادہ حرج ہوتا ہے لہٰذا یہ بدرجۂ اولیٰ مشروع ہونا چاہیے۔ پھر زخم کی کل پٹی پر مسح کرنا ضروری نہیں بلکہ اکثر پٹی پر مسح کافی ہے۔ صاحب ''کافی'' نے یہی ذکر کیا ہے۔ صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ یہ حسن کی روایت ہے اور یہی قول مُفتیٰ بہ ہے۔

مسح جبیرہ چار باتوں میں مسح خفین سے جدا ہے:

1: اگر پٹی اچھی ہونے کی وجہ سے کھل گئی تو صرف اس جگہ کا دھولینا کافی ہے بخلاف خفین کے کہ اگر اُن میں سے ایک نکل جائے تو دونوں پاؤں دھونا ضروری ہے۔

2: اگر زخم اچھا ہوئے بغیر پٹی کھل گئی تو دوبارہ باندھ لے مسح کا اعادہ ضروری نہیں لیکن اگر موزے نکال دیئے تو پاؤں دھوکر دوبارہ پہنے جائیں گے۔

3: اس کے لیے وقت کی کوئی تحدید نہیں لیکن موزوں کے لیے وقت کی قید ہے۔

4: زخم کی پٹی طہارت کے ساتھ باندھنا ضروری نہیں بلکہ اگر بغیر وضو باندھا ہو تب بھی مسح کرسکتا ہے لیکن موزوں پر اس صورت میں ہی مسح ہوسکتا ہے جبکہ ان کو پاؤں دھوکر پہنا ہو۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ٦

غلیظہ و خفیفہ نجاست کے بیان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

غلیظ وخفیفہ نجاست کا بیان

ومن اصابته من النجاسة المغلظة كالدم والبول والغائط والخمر مقدأرالدرهم ومادونہ جازت الصلوٰة معه وان زادلم يجزوان اصابته نجاسة مخففّة كبول مايو كل لحمه جازت الصلوٰة معه مالم تبلغ رُبع الثوبِ وَتطهيرالنجاسة التى يجب غسلها على وجهين فما كان له عين مرئية فطهارتها زوال عينها الا ان يبقى من اثرها مايشق ازالتها وماليس له عين مرئية فطهارتها ان يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل انه قد طهر۔‘‘

’’جس کو ایک درہم کی مقدار میں نجاست غلیظہ جیسے خون، پیشاب، پاخانہ ،شراب وغیرہ لگ گئی یا اس سے کم مقدار میں لگی تو نماز جائز ہے اور اگر نجاست زائد ہوتو جائز نہیں ہے۔ اگر لگ جائے نجاست خفیفہ جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہےتو جائز ہے نماز اس کے ساتھ جب تک کہ نہ پہنچے کپڑے کے چوتھائی حصے کو اور وہ نجاست جسے دھونا واجب ہے اس سے حصول طہارت کی دو صورتیں ہیں جو طہارت بعینہٖ دکھائی دیتی ہواس سے پاکی عین نجاست کا دور ہونا ہے اِلَّا یہ کہ اتنا نشان رہ جائے کہ اس کا زائل ہونا دشوار ہو اور جو نجاست بعینہٖ دکھائی نہ دے اس سے پاکی اس قدر دھونا ہے کہ پاک ہو جانے کا ظن غالب ہو جائے۔‘‘

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسائل ودلائل

نجاست ِ غلیظہ:

☆: ''جس کو ایک درہم کی مقدار میں نجاست غلیظ جیسے خون، پیشاب، پاخانہ، شراب وغیرہ لگ گئی یا اس سے کم مقدار میں لگی تو نماز جائز ہے اور اگر نجاست زائد ہوتو جائز نہیں ہے۔''

اگر نجاست غلیظہ مثلاً خون' پیشاب' پاخانہ' شراب لگ جائے تو ایک درہم یعنی ہتھیلی بھر چوڑائی کی مقدار معاف ہے، اس کے ساتھ نماز ہو جائے گی اور اگر اس سے زائد ہو تو معاف نہیں۔

امام زفر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک تھوڑی اور زیادہ سب یکساں ہیں کیونکہ جس نص میں دھونے کا حکم ہے اس میں اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ معمولی نجاست سے بچنا عادتاً ممکن نہیں ہے اس لیے اتنی نجاست کو معاف کرنا پڑے گا اور اگر نجاست خفیفہ ہے جیسے ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب لگ جائے تو چوتھائی کپڑے سے کم کی مقدار معاف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجاست غلیظہ کا ثبوت ایسی نص سے ہوتا ہے جس کے معارض دوسری نص مثبت طہارت نہ ہو اور اگر دو نصوص باہم متعارض ہوں تو پھر نجاست خفیفہ کہلائے گی۔ صاحبین کے نزدیک جس نجاست پر اجماع ہو چکا ہو وہ غلیظہ ہے اور جس میں اختلاف ہو وہ خفیفہ ہے۔ثمرۂ اختلاف گوبر کی بابت میں ظاہر ہوگا کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت **لیلۃ الجن** کی وجہ سے نجاست غلیظہ ہے کہ کوئی دوسری اس کے معارض نہیں ہے۔ صاحبین کے نزدیک گوبر کی نجاست خفیفہ ہے کیونکہ امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک گوبر پاک ہے تو نجاست اتفاقی نہ رہی بلکہ اختلافی ہوگئی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صاحب کتاب امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ کی تعریف ذکر نہیں کی اور صرف مثال پر اکتفا کیا ہے۔ اس واسطے کہ اول تو اس کی بابت امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے۔ دوم یہ کہ امام صاحب اور صاحبین کے مسلک پر اعتراض واقع ہوتا ہے کیونکہ امام صاحب کے مسلک کا مقتضیٰ یہ ہے کہ گدھے کا جھوٹا نجس بنجاست خفیفہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کی بابت **نصین** متعارض ہیں یعنی حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''کل من سمین مالك''

اور آپ ﷺ کا ارشاد:

''اکفئوا القدور''

حالانکہ امام صاحب کے نزدیک بھی گدھے کا جھوٹا پاک ہے۔ صاحبین کے مسلک کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان کے نزدیک منی کی نجاست خفیفہ ہونی چاہئے کیونکہ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ منی کو پاک کہتے ہیں حالانکہ صاحبین کے نزدیک منی کی نجاست غلیظہ ہے نہ کہ خفیفہ۔

نجاست غلیظہ میں خون سے مراد انسان یا کسی جانور کا بہنے والا خون ہے۔ اس بارے میں غیر سیال خون، شہید کا خون، لاغر گوشت، رگوں، کلیجہ، تلی، دل، مچھلی، پسو، مچھر، کھٹمل اور جوں کا خون مستثنیٰ ہیں۔

پیشاب سے مراد انسان اور غیر ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب ہے جن میں سے چمگادڑ اور چوہا مستثنیٰ ہیں کیونکہ چمگادڑ کا پیشاب پاک ہے اور چوہے سے احتراز نہایت مشکل ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔

نجاست غلیظہ ایک درہم کے بقدر معاف ہے، اسی سلسلے میں بعض حضرات نے تو علی الاطلاق درہم کے وزن یعنی ایک شقال (بیس قیراط) کا اعتبار کیا ہے اور بعض حضرات نے مساحت کا اعتبار کیا ہے۔ فقیہ ہندوانی نے دونوں قولوں میں اس طرح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تطبیق دی ہے کہ پیشاب جیسی پتلی نجاستوں میں مساحت یعنی ایک درہم کا پھیلاؤ ہتھیلی کی گہرائی بھر معتبر ہوگی اور پاخانہ جیسی گاڑھی نجاستوں میں درہم کے وزن کا اعتبار ہوگا۔ بدائع میں ہے کہ مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک یہی قول مختار ہے۔ جامع کروری میں بھی اسی کو مختار کہا گیا ہے۔ محیط' زاہدی اور زیلعی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ تبیین اور کافی وغیرہ فتاویٰ میں بھی اسی کو لیا گیا ہے۔

جازت الصلوٰۃ میں نماز کا جواز اسی معنی کو ہے کہ اس کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو جائے گی اور نماز بالکل باطل نہیں ہوگی البتہ مکروہ تحریمی ہوگی یعنی اتنی نجاست کا دھونا واجب ہے حتی اگر نماز شروع کر چکا تو اس کے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا جائز ہے،۔ **کذافی الطحاوی**۔

نجاست خفیفہ:

☆: ''اگر لگ جائے نجاست خفیفہ جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے تو جائز ہے نماز اس کے ساتھ جب تک کہ نہ پہنچے کپڑے کے چوتھائی حصے کو۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصوص نجاست وطہارت متعارض ہونے کی وجہ سے نجاست میں تخفیف آ جاتی ہے جیسے **حدیث عرینین** تو اونٹ کے پیشاب کے پاک ہونے کی دلالت کرتی ہے اور **حدیث ''استنزھو امن البول''** اس کی نجاست پر دلالت کرتی ہے۔ پس اگر نجاست خفیفہ مثلاً ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب لگ جائے تو چوتھائی کپڑے سے کم مقدار معفوعنہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے نماز ہو جائے گی۔ ماکول اللحم جانوروں سے مراد یہ ہے کہ فی نفسہ ان کا گوشت حرام نہ ہو۔ شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہوگی کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس کے گوشت کو مکروہ کہا ہے تو اس لیے کہ یہ سامان جہاد میں سے ہے اس لیے نہیں کہ اس کا گوشت ناپاک ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بعض احکام میں چوتھائی حصہ کو بمنزلہ کل کے سمجھا گیا ہے جیسے چوتھائی سر کا مسح بمنزلہ کل سر کے قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح نجاست خفیفہ میں چوتھائی حصہ کو کل کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ پورے بدن یا پورے کپڑے کا چوتھائی حصہ معتبر ہے یا صرف اس جگہ کا چوتھائی معتبر ہے جس میں نجاست لگی ہوئی ہے؟ سو اس میں اختلاف ہے۔ ابن ہمام نے اول کو احسن اور حلبی نے شرح منیہ میں مختار اور نہر الفائق میں رائج کہا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک قولِ ثانی معتبر ہے۔ جیسے کرتہ کا دامن، کلی، آستین وغیرہ محیط اور تحفہ میں اسی کو اصح اور بدائع، مجتبیٰ، سراجیہ میں صحیح اور حقائق میں مفتی بہ کہا ہے۔ مفتی بہ ہونا ارجح اور مختار پر مقدم ہے۔

اگر کسی چیز میں نجاست غلیظہ اور خفیفہ دونوں جمع ہو جائیں تو احتیاطاً خفیفہ کو بھی غلیظہ کے تابع کر دیں گے۔ حتی کہ غلیظہ اگر ایک درہم سے کم ہو لیکن نجاست خفیفہ ملا کر پورا ایک درہم یا ایک درہم سے زائد ہو جاتی ہو تو دونوں کو ملا کر ایک سمجھا جائے گا۔

نجاست مرئی وغیر مرئی:

نجاست کی دو قسمیں ہیں:

1: نظر آنے والی۔

2: نظر نہ آنے والی۔

اول میں محل نجاست کا پاک ہونا یہ ہے کہ بعینہ اس ناپاکی کو دور کر دیا جائے کیونکہ ناپاکی کسی محل میں گندگی حلول کرنے کی وجہ سے آئی ہے۔ لہٰذا اس گندگی کے دور کرنے ہی سے دور ہو سکتی ہے الا یہ کہ اس نجاست کا اتنا اثر اور نشان باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا دشوار ہو کیونکہ حرج شرعاً مدفوع ہے۔

دوم میں محل نجاست کا پاک ہونا یہ ہے کہ اس کو اتنا دھویا جائے کہ دھونے والے کا غالب گمان یہ ہو کہ پاک ہو گیا ہے اور وہ تین مرتبہ ہے کیونکہ تین بار سے غالب گمان ہو جاتا ہے، پس سبب ظاہر کو طہارت کے قائمقام کر دیا گیا لیکن ہر مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے اور جس چیز کا نچوڑنا ممکن نہ ہو جیسے بوریہ، بچھونا، لحاف وغیرہ تو وہ تین بار دھو کر خشک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کرنے سے پاک ہو جائے گی۔

غایۃ البیان میں ہے کہ نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہے جو خشک ہو جانے کے بعد نظر آئے جیسے خون' پاخانہ وغیرہ اور جو خشک ہو جانے کے بعد نظر نہ آئے وہ نمودار نہیں۔

زوال عینھا میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ دھونے سے عین نجاست زائل ہو جائے تو تکرار غسل ضروری نہیں اور اگر تین مرتبہ دھونے سے بھی عین نجاست زائل نہ ہو تو مزید دھونا ضروری ہوگا یہاں تک کہ عین نجاست زائل ہو جائے کیونکہ نجاست مرئی میں اصل مقصود نجاست کا زوال ہے پس اس میں تین پانچ کا کوئی انحصار نہیں ہے۔ (سراجیہ) (محیط)

امام ابوحفص' فقیہ ابوجعفر اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر ایک مرتبہ دھونے سے عین نجاست کا زوال ہو تو دو مرتبہ اور دھونا چاہئے کیونکہ اس وقت اس کا درجہ نجاست غیر مرئیہ کا ہو جاتا ہے۔ بعض فقہاء کی رائے ہے کہ زوال عین کے بعد بھی تین مرتبہ دھونا چاہئے۔ شیخ صریفی کہتے ہیں کہ جب تین بار دھونے سے عین نجاست اور اُس کی بُو دور ہو جائے تو محلِ نجاست پاک ہو جائے گا اور اگر صرف بو جاتی رہ جائے تو اس کو زائل کیا جائے لیکن تین مرتبہ سے زائد دھونے کی ضرورت نہیں۔

مایشق مشقت یہ ہے کہ پانی کے علاوہ صابن وغیرہ کا استعمال کرنا پڑے یا گرم پانی استعمال کرنا پڑے۔ چنانچہ حدیث ابوہریرہؓ میں ہے کہ خولہؓ بنت یسار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خونِ حیض کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے دھونے کو فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! دھونے سے اس کا نشان نہیں جاتا؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی حرج نہیں ہے۔''

(سنن ابی داؤد) (سنن ترمذی) (مسند امام احمد)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کتاب: ۲

کتاب الصلوٰۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تقسیم کتاب

اس کتاب میں ابواب اور فصول ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

مقدمہ:	**نماز کی فرضیت وفضائل**
باب نمبر 1:	**اوقات نماز**
ابتدائیہ:	اوقات نماز اور فقہاء کرام
فصل نمبر 1:	وقت نماز فجر
فصل نمبر 2:	وقت نماز ظہر وعصر
فصل نمبر 3:	وقت نماز مغرب وعشاء ووتر
فصل نمبر 4:	نمازوں کے مستحب اوقات
باب نمبر 2:	**اذان کے بیان میں**
ابتدائیہ:	اذان فضیلت واہمیت
فصل نمبر 1:	اذان مسائل وشرائط
باب نمبر 3:	**نماز سے پہلے کی شرائط**
ابتدائیہ:	شرائط نماز
فصل نمبر 1:	نماز میں دخول کی شرائط
باب نمبر 4:	**نماز کی ادائیگی کی کیفیت**
ابتدائیہ:	اندرون نماز کی شرائط
فصل نمبر 1:	ارکان وسنن نماز
باب نمبر 5:	**قرأت کابیان**

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ: قرأت کے اہم مسائل
فصل نمبر 1: قرأت کے بیان میں

باب نمبر 6: جماعت کابیان
ابتدائیہ: امامت کے اہم مسائل
فصل نمبر 1: امامت وجماعت کابیان

باب نمبر 7: نماز کے منافی امور
ابتدائیہ: نماز کے منافی امور کابیان
فصل نمبر 1: مکروہات ومفسدات نماز

باب نمبر 8:
فوت شدہ نمازوں کوادا کرنے کے بیان میں
ابتدائیہ: فوت شدہ نمازوں کے احکام
فصل نمبر 1: فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی کاطریقہ اورمسائل

باب نمبر 9:
وہ اوقات جن میں نماز پڑھنامکروہ ہے
ابتدائیہ: مکروہ اوقات
فصل نمبر 1: نماز کے مکروہ اوقات کابیان

باب نمبر 10: سنن ونفل نمازوں کابیان
ابتدائیہ: مسنون اورنفلی نمازوں کی ادائیگی
فصل نمبر 1: مسنون اورنفلی نمازوں کی ادائیگی کابیان

باب نمبر 11: نماز جمعہ کابیان
ابتدائیہ: جمعہ کے اہم ترین فقہی مسائل
فصل نمبر 1: نماز جمعہ کابیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب نمبر 12: عیدین کی نماز کابیان
ابتدائیہ: عیدین کے چند اہم مسائل
فصل نمبر 1: عیدالفطر کا بیان
فصل نمبر 2: عیدالاضحیٰ کا بیان

باب نمبر 13: مریض کی نماز کابیان
ابتدائیہ: مریض کی نماز کے اہم مسائل
فصل نمبر 1: صلوۃ المریض کا بیان

باب نمبر 14: صلوۃ المسافر کابیان
ابتدائیہ: مسافر کی نماز کا بیان
فصل نمبر 1: مسافر کی نماز کے احکام

باب نمبر 15: صلوۃ الخوف کابیان
ابتدائیہ: مسائل نماز خوف
فصل نمبر 1: نماز خوف کا بیان

باب نمبر 16: سجود سھو کابیان
ابتدائیہ: سجود سہو کے مسائل
فصل نمبر 1: سجود السہو کا بیان

باب نمبر 17: صلوۃ الکسوف کابیان
ابتدائیہ: صلوٰۃ الکسوف کے مسائل کا بیان
فصل نمبر 1: سورج گرہن کی نماز کے اہم مسائل

باب نمبر 18: صلوۃ الاستسقاء کابیان
ابتدائیہ: صلوٰۃ الاستسقاء کے اہم مسائل
فصل نمبر 1: صلوٰۃ الاستسقاء کے اہم مسائل اور شرعی ثبوت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب نمبر19: صلوۃ فی الکعبہ کابیان

ابتدائیہ: کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں

فصل نمبر1: اندرون کعبہ نماز کے اہم مسائل

باب نمبر20: صلوۃ الجنازہ کابیان

ابتدائیہ: نماز جنازہ کے مسائل کا ثبوت

فصل نمبر1: نماز جنازہ کا بیان

باب نمبر21: شہید کابیان

ابتدائیہ: شہید کے اہم مسائل کا بیان

فصل نمبر1: باب الشہید

باب نمبر22: سجدۂ تلاوت کابیان

ابتدائیہ: سجدۂ تلاوت کے اہم فقہی مسائل

فصل نمبر1: سجدۂ تلاوت کا بیان

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مقدمه

نماز......فرضیت وفضائل

صلوٰۃ کا لغوی معنی ومفہوم:

صلوٰۃ کا لفظ لغوی معنی کے اعتبار سے دعا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ''

''اے نبی! اُن کے لیے دعا کیجئے کہ آپ کی دعا اُن کے لیے تسکین کا باعث ہے۔''

لغت میں پیچھے چلنے کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں۔ کلام عرب میں مصلّی اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو گھڑ دوڑ میں اوّل آنے والے کے پیچھے ہوتا ہے۔ چونکہ نماز میں دعا اور اتباع دونوں کی جھلک موجود ہے اس لیے اسے صلوٰۃ کہا گیا ہے۔ نماز کا بڑا حصہ دعا پر مشتمل ہوتا ہے اور مقتدی امام کی اتباع کرتا ہے۔

اصلاحی معنی:

اصطلاحِ شریعت میں صلوٰۃ چند مخصوص اعمال وافعال کا نام ہے جن سے بندہ اپنے رب کے لیے اپنی عاجزی، خشوع وخضوع اور زاری کا اظہار کرتا ہے۔

اہمیت نماز:

تمام عبادات میں نماز اہم ترین عبادت ہے۔ روزہ سال بھر میں صرف ایک ماہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے لیے ہوتا ہے، حج اور زکوٰۃ کے لیے استطاعت اور مال شرط ہیں لیکن نماز وہ عبادت ہے جو دن رات میں پانچ مرتبہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ وقت کے موجود ہونے سے وہ ہر عاقل بالغ پر لازم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا''

''بلاشبہ نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔''

صرف انسان ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اُس کی عبادت گزاری میں مصروف ہے لیکن ہر مخلوق کی عبادت کے طریقے مختلف ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

''وللہ یسجد من فی السموات والارض''

''زمین و آسمان کی تمام مخلوق خدا کے سامنے سجدہ ریز ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

''کل قد علم صلوٰتہ وتسبیحہ''

''ہر مخلوق کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے۔''

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق خواہ وہ جانور ہوں یا نباتات و جمادات اپنے اپنے انداز میں سب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں مصروف رہتے ہیں۔

جامع عبادت:

نماز وہ عبادت ہے جس میں پوری اسلامی زندگی کا نچوڑ ہے۔ نماز کی شانِ جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں خضوع و خشوع بھی ہے...... طہارت و پاکیزگی بھی...... وقت کی پابندی کی تلقین بھی ہے اور اطاعت امیر کا درس بھی...... اس میں اسلام کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے بے شمار فائدے پوشیدہ ہیں۔

تارک نماز:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''الفارق بین العبد و الکفر الصلوٰۃ''

''اللہ کے بندے اور کفر کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔''

جمہور ائمہ تارک الصلوٰۃ کو کافر کے قریب قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

'' تارک صلوٰۃ کو قید کردیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے یا پھر قید میں مرجائے۔''

پسندیدہ عبادت:

نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ فعل ہے اور سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب کے قریب ترین ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے نماز بارگاہ رب العزت میں عاجزی اور انکساری کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ نمازی پہلے ہاتھ باندھ کر باادب اس کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے، اس حالت کا نام قیام ہے۔ اس کے بعد وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اپنے پروردگار کے سامنے جھک جاتا ہے جسے رکوع کہتے ہیں۔ اس میں قیام کی نسبت زیادہ خشوع وخضوع پایا جاتا ہے۔ پھر نمازی اپنے جسم کے شریف ترین حصہ یعنی چہرہ کو خالق کے سامنے خاک پر رکھ دیتا ہے، یہ سجدہ کی حالت ہے جو فروتنی، عاجزی اور خاکساری کا آخری درجہ ہے اور جس سے بڑھ کر اپنی بے چارگی اور بے بسی کے اظہار کا کوئی اور ذریعہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

نماز اور انسانی صحت

جس طرح رسول اللہ ﷺ کی دیگر تعلیمات روحانیت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کو بھی خوب سے خوب تر رکھنے میں مدد دیتی ہیں، اسی طرح نماز بھی روحانی صحت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کو قائم رکھنے میں اہم اور موثر کردار ادا کرتی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز میں شفا:

1: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ایک بار میرے پیٹ میں درد ہو رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا......!

''کیا تمہارے پیٹ میں درد ہو رہا ہے؟''

میں نے عرض کیا!

''ہاں! اے اللہ کے رسول ﷺ!''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''کھڑے ہو جاؤ اور نماز ادا کرو کیونکہ نماز میں شفا ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، جلد 2، حدیث نمبر 3458)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ اقامتِ صلوۃ جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے بشرطیکہ اسے پورے آداب کے ساتھ سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ادا کیا جائے۔

نماز کی تاثیر:

2: ''نماز، بدن اور دل دونوں کی صحت کی نگرانی و حفاظت کی عجیب و غریب تاثیر رکھتی ہے اور ان دونوں سے موادِ ردّیہ نکال دیتی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی لوگ کسی مشکل، بیماری، آفت یا بلا کا شکار ہوتے ہیں ان میں نماز پڑھنے والوں کا تناسب کم سے کمتر ہوتا ہے اور ان کی عاقبت ہر طرح سے محفوظ و مامون رہتی ہے۔''

(طبِ نبویؐ، صفحہ 409-410، از شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ، مترجم حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی، ناشر فاروقی کتب خانہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور)

بیماریوں سے نجات:

3: ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں کے نزدیک ''نماز سے جہاں روحانی فرحت اور اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے، وہاں اس میں جسمانی صحت کے راز بھی مضمر ہیں۔ اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے تمام ارکان اگر اچھی طرح اور با قاعدگی کے ساتھ ادا کیے جائیں تو اس سے کئی جسمانی بیماریوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

احسانِ عظیم:

4: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے پانچ وقت کی نماز فرض کر کے ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ نماز جہاں ہمیں روحانی عروج اور طمانیتِ قلب عطا کرتی ہے اور برائیوں سے نکال کر پاکیزگی کے دائرے میں داخل کرتی ہے، وہاں جسمانی صحت کے لیے بھی مدومعاون ہے ۔جسم کو چاک وچوبند رکھنے، اعصابی تکلیفوں اور جوڑوں کی بیماریوں سے بچانے اور غذا ہضم کرنے میں نماز بہت مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں صحتِ انسانی کے لیے نماز کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ ہمارے خون میں کولیسٹرول یعنی چربی کو کم کرنے کا کسی حد تک باعث بنتی ہے۔''

(اسلام اور طبِ جدید، از ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں، صفحہ 5)

نماز اور جسم کی نشو ونما:

5: ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی (پی، ایچ، ڈی۔ صدر شعبۂ طب و جراحت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) اپنی تصنیف ''اسلامی اصولِ صحت'' میں لکھتے ہیں۔!

''اگر انسان پابندِ نماز بن جائے تو اس کے جسم کے لیے یہ ایک ورزش ثابت ہو گی جس سے جملہ اعضاءِ انسانی کی نشو ونما بہتر ہو گی اور اس کی قوت بڑھے گی۔ نیز مفاصل (جوڑوں) کی ساختیں بھی درست رہیں گی اور مفاصل اپنے افعال صحیح طریقے سے انجام دیتے رہیں گے اور مفاصل مختلف قسم کے امراض مثلاً تحجرِ مفاصل وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔ اس کے علاوہ نظامِ تنفس، نظامِ دورانِ خون اور نظامِ ہضم پر بھی بہتر اثرات مرتب ہوں گے اور انسان مدت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

العمر امراض و آفاتِ جسمانی سے محفوظ رہے گا اور اپنے فرائضِ زندگی کو صحیح اور بہتر طریقے پرانجام دیتا رہے گا۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 35-36، از ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی ، ناشر حی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ، بھارت)

بہترین ورزش:

6: ''نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے جو انسان کو ہر وقت تازہ دم رکھتی ہے، سستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی۔ دیگر مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسان کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم میں تحریک وطاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 36، از ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی ، ناشر حی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ، بھارت)

اسرارِ صلوٰۃ:

7: ترکی کے ڈاکٹر ''ہلوک نور باقی'' کا خیال ہے کہ کوئی جدید علم یا سائنس بھی نماز کے اسرار کا مکمل فہم رکھنے سے قاصر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"No science has the power to unravel or outline the mysteries of prayer. In particulr,to view prayer merely as a physical exercise is as ridiculous as believing that there is nothing more to the universe than the air we breathe."

(قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، صفحہ 180، از ڈاکٹر ہلوک نور باقی، ناشر انڈس پبلشنگ کارپوریشن کراچی)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

محض ورزش نہیں:

8: کوئی سائنس اس قابل نہیں ہے کہ وہ صلوٰۃ (نماز) کے رازوں کو پاسکے یا ان کا احاطہ کر سکے۔نماز میں ورزش بھی ہے لیکن خاص طور پر اگر صلوٰۃ (نماز) کو محض ایک جسمانی ورزش سے تعبیر کیا جائے تو یہ اس قدر احمقانہ بات ہوگی جیسے یہ تصور کر لینا کہ کائنات میں اس ہوا کے سوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور کچھ نہیں۔

بہترین نسخہ:

9: ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے نماز کے روحانی پہلوؤں پر بہت زور دیا لیکن وہ بھی اس کے جسمانی فوائد کو نظر انداز نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"Today even materalists acknowaldge that there can be no prescription other than prayer for the relief of joints."

(قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، صفحہ 182، از ڈاکٹر ہلوک نور باقی، ناشر انڈس پبلشنگ کارپوریشن کراچی)

''آج کے دور میں مادہ پرست لوگ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ جوڑوں (کے درد) کے آرام کے لیے نماز سے بہتر نسخہ کوئی اور نہیں۔''

نسخۂ کیمیا:

10: نماز کی ورزشیں جہاں بیرونی اعضا کی خوشنمائی وخوبصورتی کا ذریعہ ہیں، وہاں اندرونی اعضاء مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتیں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ اور تمام قسم کے گلینڈز (Glands) کی نشوونما بھی کرتی ہیں بلکہ جسم کو سڈول اور خوبصورت بھی بناتی ہیں۔''

(سنتِ نبویؐ اور جدید سائنس، جلد 1، صفحہ 40، از حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز کارواج ہوتاتو!:

11: ''کچھ امراض ایسے ہیں جن سے صرف نماز قائم کر کے محفوظ رہا جا سکتا ہے کیونکہ نماز کی ادائیگی سے جسم میں ان امراض کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر حسن غزنوی کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

"In addition to saving us from the sins and elevating us to the heights of spirituality prayers are great help in maintaining our physical health. They keep our body acitve, help digestion and save us from musele and joint diseases through regular balanced exercise.They help the circulation of blood and also nitifate the bad effect of Cholestrol. Prayers play a vital role in acting as preventive measure against heart attack, paralyses, diabetes nellitus etc.............Heart patients should offer the five obligatory prayers regularly as they get the permission from their doctor to leave bed."

(Islamic Medicine op. Cit. p.68)

''ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھنے اور روحانی رفعتوں کی معراج تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ نمازیں ہماری جسمانی صحت کی بہتری کے لیے بھی بڑی حد تک معاون و مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ یہ ہمارے جسم کو متحرک رکھتی ہیں، نظام انہضام میں مددگار ہوتی ہیں اور نماز میں ہونے والی باقاعدہ و منظم ورزش کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وجہ سے ہم عضلات اور جوڑوں کے امراض سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ورزش دوران خون کے عمل کو بحال رکھتی ہے اور کولیسٹرول کی زیادتی کے مضر اثرات سے ہماری حفاظت کرتی ہے۔ نماز میں ہونے والی ورزش انسان کو امراض قلب، مرگی اور ذیابیطس جیسے موذی اور خطرناک امراض سے بچانے کے لیے توانائی بہم پہنچا کر ایک نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ امراض قلب کے مریض پنجگانہ نماز کی ادائیگی سے اس قابل ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے معالج سے نماز سے ملنے والی توانائی اور صحت کی بدولت اپنے بستر علالت کو چھوڑنے کی اجازت لے لیتے ہیں۔''

اس ضمن میں یورپی اور مغربی اہل علم کے تاثرات ملاحظہ کریں:

''اہلِ مغرب آج مختلف قسم کی ورزشیں کرتے ہیں تاکہ اُن کے اجسام میں کولیسٹرول کی مقدار حد سے نہ بڑھے۔ اس کے علاوہ ان کے جسم کے تمام نظام مؤثر طریقے سے کام کریں۔ انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اسلامی نماز جیسی کوئی ورزش نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مختلف ورزشوں کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ وہ صحت مندرہ سکیں۔ جیسا کہ جرمنی کے مشہور رسالے ''دی ہائف'' میں نامور جرمن فاضل اور مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' نے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''اگر اہلِ یورپ میں اسلامی نماز کا رواج ہوتا تو ہمیں جسمانی ورزش کے لیے نئی نئی ورزشی حرکتیں ایجاد نہ کرنا پڑتیں۔''

(المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ، صفحہ 406)

اعلیٰ ترین علاج:

12: ایک پاکستانی ڈاکٹر ''ماجد زمان عثمانی'' یورپ میں ''فزیوتھراپی'' کی اعلیٰ ڈگری کے لیے گئے۔ جب وہاں ان کو بالکل نماز کی طرح ورزش پڑھائی اور سمجھائی گئی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تو یہ اس ورزش کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہم نے آج تک نماز کو ایک دینی فریضہ سمجھا اور پڑھتے رہے لیکن یہاں تو عجیب وغریب انکشافات ہوتے ہیں کہ نماز جیسی ورزش کے ذریعے تو بڑے بڑے امراض ختم ہوجاتے ہیں۔''

ڈاکٹر صاحب نے ان بیماریوں کی فہرست دی کہ جو بیماریاں نماز کے ذریعے از خود سرانجام پانے والی ورزش سے درست ہوسکتی ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:

'' 1: دماغی امراض (Mental Diseases)

2: اعصابی امراض (Nerve Diseases)

3: نفسیاتی امراض (Psychic Diseases)

4: بے سکونی، ڈیپریشن اور بے چینی کے امراض

(Restlessness,Depression and Anxiety)

5: دل کے امراض (Heart Diseases)

6: جوڑوں کے امراض (Arthritis)

7: یورک ایسڈ سے پیدا ہونے والے امراض

(Diseases due to Uric Acid)

8: معدے کا السر (Stomach Ulcer)

9: شوگر (Diabetes nellitus)

10: آنکھوں اور گلے وغیرہ کے امراض

(Eye and E.N.T. Diseases)''

(سنت نبوی اور جدید سائنس، جلد 1 صفحہ 43-44، از حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

عوارضِ نفس:

13: نماز میں نفسیاتی عوارض مثلاً گناہ کا، خوف کا، احساس کمتری کا، مایوسی، بے چینی اور پریشانی وغیرہ کا بھی علاج ہے۔ جن کی تفصیل کو کتاب کی طوالت کے ڈر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے چھوڑا جا رہا ہے۔

بہر حال نماز سے انسان کو اَن گنت فوائد کے علاوہ جسمانی اور ذہنی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔آج اسلامی عبادات کی سائنسی توجیہات سامنے آ رہی ہیں۔نماز کا ہر رُکن کسی نہ کسی طبی ونفسیاتی افادیت کا حامل ہے۔

ورزش اور نماز:

14: ''ارکانِ نماز کو فرداً فرداً تشریحی روشنی میں دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ ہر رکن نماز کی ادائیگی میں مخصوص عضلات ومفاصل میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور مخصوص عضلات کی ورزش ہوتی ہے۔علمِ تشریح (Physiology) کا یہ ایک کلیہ ہے کہ جب انسان کسی حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو متعلقہ مراکز دماغ سے تحریک مخصوص اعصاب کے ذریعہ متعلقہ عضلات میں پہنچتی ہے اور عضلات حسبِ محل منقبض یا منبسط ہو کر افعالِ مطلوبہ سرانجام دیتے ہیں اور جب نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں بار بار ارکانِ نماز کا اعادہ کیا جاتا ہے تو یہ صورت ایک ورزش بن جاتی ہے جس سے عضلات و مفاصل کی نشوونما اور طاقت بہتر ہوتی ہے۔نیز جملہ ارکانِ نماز کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسانی کی ورزش بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہو جاتی ہے۔جس سے جسمِ انسانی کی تازگی اور طاقت بحال رہتی ہے اور جسمانی افعال طبعی معیار پر جاری رہتے ہیں۔

جامع عبادت:

15: نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے، جو انسان کو ہر دم تازہ رکھتی ہے۔سستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی مگر دوسرے مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسانی کی تحریک و طاقت بڑھے۔یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع اسلامی ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں تحریک وطاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 36، از محمد کمالُ الدین ہمدانی)

تحلیلِ موادِ ردّیہ:

16: ''نماز...... نفس اور بدن دونوں کے لیے ریاضت ہے، اس لیے اس میں قیام و قعود، سجدہ و رکوع اور قعدہ کی مختلف حرکتیں ہوتی ہیں اور آدمی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، اس کی وضع بدلتی رہتی ہے اور نماز میں جسم کے اکثر جوڑ جنبش کرتے رہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اکثر باطنی اعضاء مثلاً معدہ، آنتیں، آلاتِ تنفس اور قناۃ غذا، ان سب کی وضعِ حرکات میں تغیر آجاتا ہے پھر اس صورت میں کون سی بات مانع ہے کہ ان حرکات سے بعض اعضاء توانا اور بعض موادِ غیر ضروریہ تحلیل نہ ہو جائیں۔''

(طبِ نبویؐ، صفحہ 399، از ابن قیم الجوزیہ)

ارکانِ نماز کے طبی وسائنسی فوائد

اب ترتیب کے ساتھ نماز کے بعض ارکان کے طبی وسائنسی فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔

تکبیرِ تحریمہ:

''جب ہم ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہیں تو بازوؤں، گردن کے پٹھوں اور شانے کے پٹھوں کی ورزش ہو جاتی ہے۔ دل کے مریض کے لیے ایسی ورزش بہت مفید ہے جبکہ یہ ورزش نمازی سے نماز پڑھتے ہوئے خود بخود ہو جاتی ہے اور یہ ورزش فالج کے خطرات سے محفوظ رکھتی ہے۔''

(سنتِ نبوی اور جدید سائنس، جلد 1، صفحہ 50، از حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

''نیت باندھتے وقت کہنی کے سامنے کے عضلات (Flexors) اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کندھے کے جوڑ کے عضلات استعمال ہوتے ہیں اوران کی ورزش ہو جاتی ہے۔''

(اسلام اور طب جدید، از ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں ،صفحہ 5)

''دماغ میں کھربوں خلیے کام کرتے ہیں اور خلیوں میں برقی رَو دوڑتی رہتی ہے۔اس برقی رَو کے ذریعے خیالات شعور اور تحت الشعور سے گزرتے رہتے ہیں۔ دماغ میں کھربوں خلیوں کی طرح خانے بھی ہوتے ہیں۔ دماغ کا ایک خانہ وہ ہے جس میں برقی رَو فوٹو لیتی رہتی ہے اور تقسیم کرتی رہتی ہے۔ یہ فوٹو بہت ہی زیادہ تاریک ہوتا ہے یا بہت زیادہ چمک دار۔ ایک خانہ ہے جس میں کچھ اہم باتیں ہوتی ہیں اور ان اہم باتوں میں وہ باتیں بھی ہوتی ہیں جنہیں شعور نے نظر انداز کر دیا ہوتا ہے اور جن کو ہم روحانی صلاحیت کا نام دے سکتے ہیں۔ نمازی جب ہاتھ اٹھا کر دونوں کانوں کی لَو کے قریب لے جاتا ہے تو ایک مخصوص برقی رَو یعنی نہایت باریک آگ اپنا کنڈنسر (Condensor) بنا کر دماغ میں جاتی ہے اور دماغ کے اندر اس خانے کے خلیوں (Cells) کو چارج کر دیتی ہے، جس کو شعور نے نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ خلیے چارج ہوتے ہیں تو دماغ میں روشنی کا ایک جھماکا ہوتا ہے اور اس جھماکے سے تمام اعصاب متاثر ہو کر اس خانے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جس میں روحانی صلاحیتیں مخفی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہاتھ کے اندر ایک تیز رَو دماغ میں سے منتقل ہو جاتی ہے۔''

(روحانی نماز، صفحہ 54-55، از خواجہ شمس الدین عظیمی، ناشر مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، کراچی)

قیام:

قیام میں جسم بالکل بے حرکت اور ساکن ہو جاتا ہے۔اس حالت سے بھی جسم انسانی پر بہت سارے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''جب نمازی قرأت شروع کرتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اتنی بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے کہ جس کو اس کے اپنے کان سن سکیں تو ان الفاظِ قرآن کے انوارات پورے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جو کہ امراض کے دفعیے کے لیے اکسیرِ اعظم ہیں۔

قیام سے جسم کو سکون کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

نمازی چونکہ قیام کے دوران قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوتا ہے، اس لیے اس کا جسم ایک نور کے حلقے میں مسلسل لپٹا رہتا ہے اور وہ جب تک اس حالت میں رہتا ہے تو اس وقت تک وہ نور جسے سائنسی زبان میں ''غیر مرئی شعاعیں'' (Invisible rays) کہتے ہیں اس کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہیں۔

قیام میں نمازی جس حالت میں ہوتا ہے اگر ہم روزانہ پینتالیس (45) منٹ تک اس حالت میں کھڑے رہیں تو دماغ اور اعصاب میں زبردست قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔

قیام سے مؤخر دماغ (Pons) جس کا کام چال، ڈھال اور جسمِ انسانی کی رفتار کو کنٹرول کرنا ہوتا ہے، قوی ہو جاتا ہے اور انسان ایک ایسے خطرناک مرض سے بچا رہتا ہے جس سے آدمی اپنا توازن درست نہیں رکھ سکتا۔''

(سنتِ نبویؐ اور جدید سائنس، جلد 1، صفحہ 64-65، از حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

ہاتھ باندھنا:

''ہاتھ باندھتے وقت کہنی کے آگے اور پیچھے والے پٹھے (Flexors) اور کلائی کو آگے اور پیچھے کھینچنے والے پٹھے (Flexors and Exten-sors) حصہ لیتے ہیں اور ان کی ورزش ہو جاتی ہے۔''

(اسلام اور طبِ جدید، از ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں، صفحہ 7)

نماز میں بایاں ہاتھ نیچے باندھا جاتا ہے اور دائیں ہاتھ سے اسے گرفت میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لیا جاتا ہے۔ دراصل انسانی اعضاء کے دائیں اور بائیں اطراف کی کیفیات الگ الگ ہیں۔ دائیں حصے سے خاص طور پر دائیں ہاتھ سے غیر مرئی شعاعیں (Invisible rays) نکلتی ہیں جو کہ مثبت (Positive) ہوتی ہیں اور بائیں ہاتھ سے جو شعاعیں (Invisible rays) نکلتی ہیں وہ منفی (Negative) ہوتی ہیں۔ بہر حال دائیں ہاتھ کی مثبت شعاعیں (Positive rays) بائیں ہاتھ سے منتقل ہو کر طاقت، قوت اور تحریک کا باعث بنتی ہیں جس کی وجہ سے انسان معمولات زندگی میں متوازن رہتا ہے اور پریشان نہیں ہوتا۔

نماز میں عورت اور مرد ایک مقام پر ہاتھ نہیں باندھتے بلکہ مرد ناف کے نیچے اور عورت سینہ پر ہاتھ باندھتی ہے۔ اس سے بھی جسم انسانی کو بہت فوائد ملتے ہیں۔

مرد جب ناف یا اس کے نیچے ہاتھ باندھتا ہے تو دونوں ہاتھوں سے لہریں نکلتی ہیں جو کہ مثبت (Positive) اور منفی (Negative) ہوتی ہیں۔ اب ان لہروں کے امتزاج سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے جو ناف کے ذریعے نظام اعصاب تک پہنچتا ہے جس سے گردے اور غدہ فوق الکلیہ (Adrenal glands) قوی ہوتے ہیں جس سے جنسی قوت قوی اور محرک ہوتی ہے۔''

عورتیں نیت کے بعد جب سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں تو ان کے دل میں صحت بخش حرارت منتقل ہوتی ہے اور وہ غدود نشو ونما پاتے ہیں جن پر بچوں کی غذا کا انحصار ہوتا ہے۔ نماز قائم کرنے والی ماؤں کے دودھ میں ایک خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ جدید سائنس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں جب سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص مراقبہ کرتی ہیں جس میں دنیا سے کٹ کر کسی پرسکون خیال میں کھو جاتی ہیں (جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے) تو ایسی حالت میں ایک خاص قسم کی ریز (Rays) پیدا ہوتی ہیں جو بقول ڈاکٹر ڈارون ہلکے نیلے یا سفید رنگ کی ہوتی ہیں جو اس کے جسم میں داخل اور خارج ہوتی رہتی ہیں اور اس کے جسم میں قوت مدافعت (Imunity) کے بڑھنے سے وہ جسم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کبھی بھی خلیات کے سرطان میں مبتلا نہیں ہوتا۔"

(سنتِ نبوی اور جدید سائنس، جلد 1 ،صفحہ 65-66،ازحکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

رکوع:

"گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کمر کو جھکانے کی حالت کو رکوع کہتے ہیں۔اس حرکت میں جسم کے تمام پٹھوں کی ورزش ہوتی ہے۔اس میں کولہے کے جوڑ جھکاؤ (Flexion) میں ہوتے ہیں، کہنیاں سیدھی کھنچی ہوئی (Extended) ہوتی ہیں اور کلائی بھی سیدھی ہوتی ہے اوران تمام کے پٹھے چست حالت میں رہتے ہیں جبکہ پیٹ اور کمر کے پٹھے جھکتے اور سیدھے ہوتے وقت کام کرتے ہیں،اس طرح رکوع سے جسم کے متعدد اعضاء کی ورزش ہوجاتی ہے۔"

(اسلام اور طبِ جدید،از ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں،صفحہ 17)

"ڈاکٹر حضرات رکوع اور سجدہ کو گھٹنوں اور کمر درد کے مریضوں کا علاج قرار دیتے ہیں۔رکوع سے حرام مغز (Spinalmarrow) کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے اوروہ مریض جن کے اعضا سُن ہوجاتے ہیں وہ اس مرض سے بہت جلد افاقہ حاصل کرلیتے ہیں۔

"رکوع سے کمر درد کے مریض یاایسے مریض جن کے حرام مغز میں ورم (Inflammation cord spinal cord) ہوگیا ہووہ بہت جلد صحت یاب ہوجاتے ہیں۔

رکوع سے گردوں میں پتھری بننے کا عمل سُست پڑ جاتا ہےاوراس سے ٹانگوں کے فالج زدہ مریض چلنے پھرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔"

رکوع سے دماغ اور آنکھوں کی طرف دورانِ خون کے بہاؤ (Circulation of blood) کی وجہ سے دماغ اور آنکھوں کی کارگردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔"

(سنتِ نبویؐ اور جدید سائنس، جلد 1 ،صفحہ 66-67،ازحکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سجدہ:

''سجدہ میں کولہے، گھٹنے، ٹخنے اور کہنیوں پر جھکاؤ (Flexion) ہوتا ہے، جبکہ ٹانگوں اور رانوں کے پیچھے کے پٹھے اور کمر و شکم کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں اور کندھے کے جوڑ کے پٹھے اس کو باہر کی طرف کھینچتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کلائی کے پیچھے کے عضلات بھی کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔

سجدے میں عورتوں کے لیے گھٹنوں کو چھاتی سے لگانا احسن ہے، یہ بچہ دانی کے پیچھے گرنے (Retroversion of uterus) کا بہترین علاج ہے۔

سجدے میں اور بھی بہت سے جسمانی فوائد مضمر ہیں، دماغ کو خون کی بہت ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ رئیسُ الاعضاء ہے مگر اس کا محلِ وقوع ایسا ہے کہ اس تک خون پہنچنا ذرا مشکل ہوتا ہے بالخصوص اس وقت جب شریانیں بھی تنگ ہوں۔ سجدہ دماغ کو خون کی فراہمی کے لیے نہایت ہی موزوں عمل ہے۔

> ''دماغ عام حالت میں بیشتر وقت دل کے پمپ سے اونچا رہتا ہے اس لیے دماغ میں خون کی سرایت قدرے مشکل ہوتی ہے مگر سجدے میں دماغ دل سے نیچے ہوتا ہے اس لیے اس حالت میں اس کو خون با آسانی اور با افراط پہنچتا ہے۔ سجدہ جتنا لمبا ہوگا اتنا ہی زیادہ خون دماغ کو پہنچے گا۔ چنانچہ نبی اکرم انے طویل سجدوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ بنا بر ایں جو لوگ نماز کے عادی ہوتے ہیں ان کی عقل و فہم، یادداشت اور نفسیاتی صحت لمبی عمر تک درست رہتی ہے۔ کسی عمر میں بھی خداوند کریم کے حضور میں خلوصِ دل سے کیے ہوئے لمبے سجدے روحانی، دماغی اور نفسیاتی صحت کے لیے مدومعاون ہیں۔''

(اسلام اور طبِ جدید، از ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں، صفحہ 7-8)

جرمن مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' کے مطابق ''سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور دیگر اعضاء کو ایک کشش کے ساتھ پھیلانا اور سمیٹنا فربہی کی مضرتوں کو دور کرتا ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(المصالح العقلیہ لاحکام النقلیہ، صفحہ 406)

"نمازی آدمی کے چہرے پر تازگی رہتی ہے کیونکہ نماز اور سجدہ کی وجہ سے اس کی تمام شریانوں میں خون پہنچتا رہتا ہے۔ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کے چہرے پر ایک افسردگی سی پھیلی رہتی ہے۔"

(سنتِ نبوی اور جدید سائنس، جلد 1، صفحہ 68، از حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

قعدہ:

"دو یا چار رکعت کے بعد جب ہم التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو اس کو قعدہ کہتے ہیں۔ التحیات پڑھتے وقت جب کہ جسم بیٹھنے کی حالت میں ہوتا ہے، گھٹنے اور کولہے پر جھکاؤ ہوتا ہے، ٹخنے اور پاؤں کے عضلات پیچھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں، کمر اور گردن کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں، اس سے ان عضلات کی ہلکی پھلکی ورزش ہو جاتی ہے۔

ورزش کا یہ اصول ہے کہ سخت ورزش کے بعد کچھ دیر توقف کیا جاتا ہے اور لمبے لمبے سانس لیے جاتے ہیں یا نسبتاً ہلکی پھلکی ورزش کی جاتی ہے۔ نماز میں بھی رکوع اور سجدوں کے بعد قعدہ میں بیٹھنا اسی اصول کا بہترین مظہر ہے۔"

(اسلام اور طبِ جدید، از ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں، صفحہ 8)

سلام پھیرنا:

نشتر میڈیکل کالج ملتان کے ڈاکٹر قاضی عبد الواحد کے مطابق نمازی کو سلام پھیرنے کے لیے سر دائیں بائیں کرنا پڑتا ہے اور ایسا کئی بار ایک نماز میں کرنا پڑتا ہے۔ ایسا کرنے والا امراضِ قلب (Heart Diseases) اور اس کی اندرونی پیچیدگیوں سے ہمیشہ بچا رہتا ہے اور بہت کم ان امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔"

(سنتِ نبویؐ اور جدید سائنس، جلد 1، صفحہ 69، از حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

"سلام پھیرتے وقت گردن کے دائیں اور بائیں طرف کے پٹھے کام کرتے ہیں۔ یہ گردن کی بہترین ورزش ہے جو نماز کی ادائیگی کے باعث خود بخود

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہو جاتی ہے۔''

(اسلام اور طب جدید، از ڈاکٹر محمد عالمگیر خان ،صفحہ 8)

اوقاتِ نماز اور جدید سائنس

اللہ تعالیٰ نے انسان کوحرکت کرنے والا جسم عطا فرمایا۔لہٰذا اس کی صحت جسم کے متحرک رہنے (یعنی ورزش وغیرہ) سے قائم رہ سکتی ہے۔ پنجگانہ نماز انسان کو متحرک رکھتی ہے۔ وقفے وقفے سے نماز باجماعت کے لیے مسجد جانا پڑتا ہے۔ یہ ایک اعلیٰ قسم کی ورزش مانی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے صحت مندانہ تحریک کے طور پر پانچ وقت نماز کے لیے جانا لازم ٹھہرایا تاکہ انسان وقفے وقفے سے مختلف اوقات میں نماز کی ادائیگی کے لیے حرکت کرتا رہے اور اپنے خالق و مالک کے حضور اپنی عبدیت و بندگی پیش کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے پانچ وقت نماز کے لیے مسجد جانا اور نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ٹھہرایا۔ ان اوقات کے مختلف ہونے میں بھی کئی سائنسی اور طبی فائدے پائے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان نمازی پانچ اوقات میں یہ نمازیں ادا کرتا ہے اور اس کے علاوہ نمازِ تہجد بھی سنتِ رسول ﷺ ہے، جس کا وقت طلوعِ فجر سے پہلے ہے۔ اب ان نمازوں کے مختلف الاوقات ہونے کے سائنسی اور طبی فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کی ترتیب کچھ یوں ہے:

(1): تہجد

(2): فجر

(3): ظہر

(4): عصر

(5): مغرب

(6): عشاء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وقتِ تہجد:

1: ماہرین کی طویل تحقیقات سے تہجد کی نماز کے ذریعے درج ذیل فوائد کا حصول ثابت ہے :

(1): وقتِ تہجد میں نماز پڑھنا بے سکونی اور نیند کی کمی کا علاج ہے۔

(2): نمازِ تہجد دل کے امراض کے لیے تریاقِ اعظم ہے۔

(3): وقتِ تہجد میں نماز ادا کرنا اعصابی کھچاؤ اور جکڑاؤ کے لیے مفید ہے۔

(4): دماغی امراض خاص طور پر پاگل پن کی خطرناک کیفیت کے لیے نماز تہجد آخری علاج ہے۔

(5): وقتِ تہجد میں نماز پڑھنا نظر کی بیماریوں کا مکمل علاج ہے۔ نمازِ تہجد خاص طور پر ان لوگوں کا علاج ہے جن کو دو دو چیزیں نظر آتی ہوں۔

(6): نمازِ تہجد انسانی جسم میں نشاط، فرحت اور غیر معمولی طاقت پیدا کرتی ہے جو نمازی کو سارا دن ہشاش بشاش رکھتی ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ تہجد کی نماز میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہائی قرب نصیب ہوتا ہے۔رات کو کچھ وقفہ نیند لینے کے بعد یا یوں سمجھیں کہ آدھی رات کے بعد صبح صادق سے پہلے پہلے تک نماز تہجد کا وقت ہوتا ہے۔نمازی جب نماز تہجد کے لیے نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس وقت اس میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ اس کا شعور غیبی تحریکات اور غیر مرئی شعاعوں کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔

اسی لیے صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں:

”جس ولی اللہ نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ نمازِ تہجد کو پڑھ کر ہی حاصل کیا ہے۔تہجد گزار کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص خلوت نصیب ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ سے حصولِ قرب و معرفت کی آخری سیڑھی نمازِ تہجد ہی ہے۔“

وقتِ فجر:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

2: رات ختم ہوتی ہے تو طلوعِ فجر کے ساتھ ہی فجر کی نماز فرض کی گئی ہے جو ہلکی سی ہے۔طبیعت پر گراں بھی نہیں۔رات بھر آرام کرنے کے بعد جبکہ معدہ بھی خالی ہوتا ہے، سخت محنت وورزش نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے اور اس کو کرنے سے آدمی کی صحت خراب ہوسکتی ہے۔لہٰذا ہلکی اور مختصر نماز مقرر فرمائی گئی تاکہ انسان کو گراں بھی نہ گزرے اور اس کو نقصان بھی نہ ہو بلکہ ایک نمازی یہ چار رکعت کی نماز پڑھ کر فوائد سے مالا مال ہوسکے۔فجر کی نماز کو پڑھ کر آدمی اپنے سست جسم کو پھر متحرک و فعال (Active) کر سکے، اس کے بعد دن کے دوران اپنے رزق ومعاش کے حصول کے لیے کام کاج میں مصروف ہوسکے اور دماغ پھر سے سوچنے سمجھنے کے لیے تیار ہوسکے۔

صبح سویرے تازہ موسم اور روشنی میں انسان نماز کے لیے باہر نکلتا ہے اور پیدل چلتا ہوا مسجد جاتا ہے تو تازہ، مصفّٰی اور پُرسکون ماحول سے لطف اندوز ہوتا ہے جو صحت کے لیے بہت مفید ہے۔

فجر کی نماز کے لیے نمازی کو اپنے جسم کی صفائی کرنی پڑتی ہے۔وہ وضو کرتے ہوئے اپنے جسم کے اعضاء کو دھوتا ہے، دانت صاف کرتے ہوئے مسواک کرتا ہے جو صحت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔اگر یہ نہ کرے تو منہ اور جسم پر جراثیم پلنے لگیں اور مختلف امراض کا سبب بن کر آدمی کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔لہٰذا فجر کی نماز فرض ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ صحت وصفائی کا کام باقاعدہ ہوتا رہے۔

وقتِ ظہر:

3: دن شروع ہونے کے ساتھ ہی انسان کسبِ معاش میں لگ جاتا ہے۔ گرد وغبار اس کے جسم پر لگتے ہیں۔بعض کیمیکلز ہاتھ پاؤں کو لگنے کا بھی امکان ہوتا ہے۔غرضیکہ آدمی جراثیم سے آلودہ ہوا میں رہتا ہے تو اس کے جسم پر جراثیم حملہ کردیتے ہیں، نیز دوپہر تک کام کرتے کرتے تھکاوٹ بھی محسوس ہونے لگتی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے ،لہٰذا ایک نمازی ظہر کی نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے پھر سے اپنے ہاتھ، منہ اور پاؤں وغیرہ کو دھوتا ہے جس سے امراض کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔

تھکے ہوئے اجسام ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے آرام اور سکون بھی محسوس کرتے ہیں اور پھر سے تازہ دم ہو جاتے ہیں جس سے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے ۔یہ فوائد ایک نمازی کو ظہر کی نماز کے وقت حاصل ہوتے ہیں۔

دوپہر تک سخت گرمی پڑنے کی وجہ سے جب سورج ڈھلنے لگتا ہے تو زمین سے زہریلی گیس خارج ہونے لگتی ہے۔اگر وہ زہریلی گیسیں انسان کے جسم کو متاثر کر دیں تو وہ مختلف امراض کا شکار ہو جاتا ہے ،اس کا دماغ متاثر ہو جاتا ہے اور وہ پاگل پن کا شکار بھی ہو سکتا ہے ۔لہٰذا وہ دوپہر کے وقت نماز ظہر پڑھنے کے لیے وضو کرتے ہوئے اپنے جسم کو پھر سے نئی تازگی اور سکون فراہم کرتا ہے ۔وضو سے وہ زہریلی گیسوں سے اپنے جسم کو بچا لیتا ہے اور کئی قسم کے جراثیموں کو اپنے جسم سے نکال باہر کرتا ہے۔اس لیے عین ان گیسوں کے اٹھنے کے وقت کو یعنی سورج ڈھلنے کے وقت کو ظہر کا وقت قرار دیا گیا۔

وقتِ عصر:

4: اصحابِ علم وفکر اور اہلِ دانش جانتے ہیں کہ زمین دو طرح کی گردش کرتی ہے۔ یہ گردشیں درج ذیل ہیں :

(1) طولانی (2) محوری

جب سورج ڈھلنے لگتا ہے تو زمین کی گردش میں کمی ہونے لگتی ہے حتیٰ کہ عصر کے وقت گردش میں بہت زیادہ کمی آجاتی ہے۔اس وجہ سے انسان کے دن کے حواس پر رات کے حواس کا غلبہ ہونے لگتا ہے ،طبیعت میں تکان اور اضمحلال واقع ہونے لگتا ہے ۔اسی نمازِ عصر کے وقت میں انسان کے شعوری حواس پر لاشعوری حواس کی گرفت ہونے لگتی ہے جس کی وجہ سے آدمی خود کو نڈھال سا محسوس کرنے لگتا ہے۔

ایک نمازی عصر کی نماز کے لیے وضو کر کے اپنے آپ کو ان آفات کی گرفت سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

محفوظ کرلیتا ہے اوراپنے خالق و مالک کی عبادت میں لگ جاتا ہے، جس سے طبیعت زیادہ مضمحل نہیں ہوتی اور لاشعوری حواس کی گرفت کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

نماز میں نورانی شعاعیں نمازی کوسکون بخشتی ہیں جس کی وجہ سے وہ روح کے قریب ہو جاتا ہے اور نمازِ عصر ادا کر کے روحانی تحریکات کو قبول کرنے لگتا ہے۔

وقتِ مغرب:

5: انسان سارا دن محنت و مشقت میں گزارتا ہے اور اپنے لیے اور اہل وعیال کے لیے روزی کما کر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہے کہ اس نے اس کو کسبِ معاش میں قوت عطا فرمائی ۔وہ کیف وسرور میں ہوتا ہے جس سے دل بھی ایک خاص قسم کا سرور محسوس کرتا ہے۔

وقتِ مغرب میں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اپنی عبدیت کا اظہار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور نورانی لہروں سے بہرہ مند ہوتا ہے جو اس کی روح کو تسکین دیتی ہیں۔ان نورانی غیر مرئی لہروں کا اثر اس کے بچوں پر بھی ہوتا ہے کہ وہ مؤدب وسعادت مند بنتے ہیں۔جو مسلمان نمازِ مغرب درست طور پر باقاعدہ ادا کرتے ہیں ان کی اولاد اپنے والدین کی مؤدب ہوتی ہے،ایسے نمازیوں کے بچے سعادت مند ہوتے ہیں اوران کے گھر کا ماحول بھی شائستہ وخوشگوار ہوتا ہے۔

وقتِ عشاء:

6: انسان طبعی طور پر لالچی ہے ۔جب وہ کاروبار سے فارغ ہو کر گھر آتا ہے تو کھانا کھاتا ہے اور لذت وحرص میں کھانا زیادہ کھالیتا ہے۔اگر وہ کھانے کے بعد لیٹ جائے تو وہ مہلک بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

انسان اگر سارے دن کی تھکاوٹ اور زیادہ کھالینے کے بعد فوراً ہی لیٹ جائے تو وہ بے سکون ہی رہے گا۔سونے سے پہلے اور زیادہ کھانا کھانے کے بعد تھوڑی بہت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ورزش کر لینا صحت کے لیے فائدہ مند ہے۔

بس دن کے تھکے ماندے اور زیادہ کھا لینے والے حریص انسان کے لیے عشاء کی نماز کسی ورزش سے کم نہیں۔ نمازِ عشاء سے کیف و سرور اور سکون میسر ہوگا اور ساتھ ہی نظامِ نماز کے ذریعے کھانا بھی ہضم کے مراحل میں داخل ہو جائے گا۔

اس طرح عشاء کی طویل نماز کو پڑھ کر سونے والا آدمی ساری رات سکون اور آرام کی نیند سوئے گا اور اس کا کھانا بھی ہضم ہو جائے گا۔ اب تو ماہرینِ طب بھی سونے سے پہلے ہلکی پھلکی ورزش پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ورزش کئی اقسام کی مضر بیماریوں سے بچاتی ہے۔ محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ سونے سے پہلے نماز سے بہتر کوئی ورزش نہیں۔

نماز اور محققین

حرفِ آخر یہ کہ نماز جہاں روحانیت میں ترقی کا باعث ہے، وہاں جسمانی ورزش بھی ہے۔ چنانچہ دیگر محققین کی آراء بھی کو ملاحظہ فرمائیں:

”ریوران لیبان“:

1: یورپی فلاسفر ”ریوران لیبان“ فضائل نماز کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے :

”میں نے کئی مرتبہ مسیحی اور اسرائیلی نماز کا اسلامی نماز کے ساتھ موازنہ کیا، بالآخر ثابت ہوا کہ اسلامی نماز افضل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک اسلامی نماز کئی نمازوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں حمدِ خدا بھی ہے اور تقدیس وتحمید کے علاوہ ایک عاجزانہ التجا بھی۔ اسلامی نماز میں ایک اور خاصیت ہے اور وہ یہ کہ اس میں جہاں تلاوتِ قرآن، رکوع وسجود اور تشہد ہے وہاں انکساری وفروتنی کا عجیب روح پرور نظارہ بھی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں اکثر جمعہ کے دن اسکندریہ کی جامع مسجد میں محض اسلامی نماز کی شان دیکھنے جایا کرتا تھا۔ میں نے جب خطیب کے پر جوش خطبہ، صفوف کی ترتیب اور رکوع و سجود کے اہتمام پر غور کیا تو میرے قلب پر عجیب اثر ہوا جو ناقابل بیان ہے، میں سمجھتا تھا کہ اسلام مجھے آواز دے رہا ہے اور اس کی عبادت کا پُر کیف نظارہ میری روح پر قبضہ کر رہا ہے۔''

(دی لیکچر آف رمیچر: صفحہ 47)

''ریون جیمس مولر'':

2: عیسائیوں کا مذہبی رہنما ''ریون جیمس مولر'' کہتا ہے:

''تعصب سے کام لینا آسان ہے مگر سچ بولنا دشوار ہے اور میں اس وقت اس مشکل کام (سچ بولنے) کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے بارہا اپنے محمدیؐ احباب (مسلمانوں) سے گفتگو کی ہے اور ان کے عقائد کی تفصیلات میں مشغول رہا ہوں۔ چودہ صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود یہ مسلمان اپنے پیغمبر علیہ السلام کے محبّ اور اطاعت گزار ہیں اور یہ اُن سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو محبوب رکھتے ہیں۔ مسیحی دنیا کے لیے مسلمانوں کی اس محبت اور خلوص میں ایک سبق پوشیدہ ہے۔

اسلامی آبادی کا ایک بیشتر حصہ ایک اہم عبادت کا پابند ہے جس کا نام نماز ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے، بظاہر یہ عقیدہ درست نہیں کیونکہ نمازی بھی برائیوں کی طرف مائل نظر آتے ہیں لیکن تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ وہ شخص جو دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہے یعنی ایک ماہ میں ایک سو پچاس مرتبہ اپنے خدائے بزرگ و برتر سے پرہیزگاری اور گناہوں سے بیزاری کا عہد کرتا ہے، بالآخر ایک دن وہ اپنے عہد میں کامل ہو جاتا ہے یعنی وہ واقعی پرہیزگار بن جاتا ہے۔''

''سینٹ ہٹلر'':

3: ''سینٹ ہٹلر'' روما کا مشہور پادری اپنی کتاب "The Pray" (دی پرے) میں لکھتا ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

4: امر

"نم

صا

"س

cercise)

کے ترتیب

اور نفسیاتی دو

نم

دینا اور آ

سے دماغ کی

وقفے سے دو

http://ataunnabi.blogspot.in
https://t.me/tehqiqat
for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

’’مسٹر ایم کینگ‘‘:

5: ’’مسٹر ایم کینگ‘‘ رقمطراز ہیں :

’’انسان فطرتاً اس بات کا عادی ہے کہ جب دنیاوی کاموں اور مجلسی تفریحوں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس کو اصلاحِ نفس کا خیال ہی نہیں رہتا اور بعض تفریحوں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں جب میں (مسٹر ایم کینگ) اس بات پر غور کرتا ہوں کہ اسلام نے اپنے وفاداروں پر دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور ان کو مجبور کیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنا فرض ادا کریں تو مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نماز ایک بہترین ذریعہِ ہدایت ہے۔

جب سچے عقیدہ کا آدمی (مسلمان) ہر طرف سے بے نیاز ہو کر خلوص و محبت کے ساتھ اپنے خالق و مالک کو یاد کرتا ہے، اس کی تسبیح و تقدیس کر کے اس کی خوشنودی چاہتا ہے اور اس قادر وقدوس سے استعانت طلب کرتا ہے تو یقیناً اس کی روح ایک پاکیزہ حالت میں پہنچ جاتی ہے اور اس کے دل و دماغ سے نفس پرستی کا خبط دور ہو جاتا ہے۔

میں نے اعلیٰ پوزیشن کے مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے اثر و اقتدار کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور کم حیثیت آدمی ان سے بات کرنے کی بھی جرأت نہیں رکھتے۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک عظیم الشان آدمی بے تابانہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنے غیر معروف بھائیوں کے ساتھ مل کر، امام کی اقتداء میں فریضہ نماز ادا کرتا ہے۔ اس نظارے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس عبادت میں سادگی و فروتنی کا سبق موجود ہے اور اس میں مساوات کی شان نظر آتی ہے۔

مساوات کا عظیم الشان واقعہ یہ ہے کہ اسلامی رسولؐ (محمد رسول اللہ ﷺ) نے عجیب انداز میں امیر و غریب اور ادنیٰ و اعلیٰ کو ایک صف میں جمع کیا ہے اور مناسب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کردیں تو وہی غالب ہوں جیسا کہ ان کے قرآن نے کہا ہے۔نماز جسم اور معاشرے کی اصلاح کا بہترین جاپ اور چین (طریقہ اور قاعدہ وقانون) ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ بھی خوش اور مخلوق بھی راضی۔"

ماہر انگریز:

9: ایک مسلمان یورپ میں نماز ادا کررہا تھا جبکہ ایک انگریز شخص کھڑا ہوکر اسے دیکھتا رہا۔جب اس نے نماز مکمل کرلی تو اس انگریز نے پوچھا!

"تم نے کون سی کتاب سے یہ طریقۂ ورزش سیکھا ہے؟میں نے بھی اپنی کتاب میں ورزش کا یہی طریقہ بتایا ہے اور اس طریقے سے ورزش کرنے والا شخص طویل، پیچیدہ اور سخت تکلیف دہ امراض سے ہمیشہ بچا رہتا ہے۔اگر کھڑا آدمی ورزش کرتے ہوئے سیدھا نیچے سجدے میں چلا جائے تو اس سے اعصاب اور دل پر برا اثر پڑتا ہے۔لہٰذا تم نے جیسا (رکوع) کیا میں نے بھی اپنی کتاب میں ایسے ہی لکھا ہے۔اور میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے کھڑے ہوکر ورزش کریں ۔اس میں ہاتھ باندھ کر رکھیں۔پھر (رکوع کی طرح) جھکیں اور ہاتھوں اور کمر کی ورزش کریں۔پھر اس کے بعد سر زمین پر رکھ کر ورزش کریں۔ایسی ورزش صرف ماہرین ہی کے بس کی بات ہے دیگر لوگ اس کی خوبی کو نہیں جانتے ۔تم نے یہ ورزش کیسے اور کس کے کہنے پر کی؟"

وہ مسلمان کہنے لگا:

"میں مسلمان ہوں۔ہمارے دین میں یہ حکم ہے کہ ہم ایسا کریں۔میں نے آپ کی کتاب کو دیکھا تک نہیں۔ہم مسلمان تو آج سے چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے اپنے نبی کریم ﷺ کے بتانے سے یہ عمل ہر روز باقاعدہ پانچ مرتبہ کرتے ہیں۔"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انگریز یہ بات سن کر حیرت زدہ رہ گیا اور اس مسلمان سے مزید معلومات حاصل کرنے لگا۔

ماہرِ امراضِ دل:

10: ایک پاکستانی شخص جو دل کی بیماری میں مبتلا تھا علاج کے لیے آسٹریلیا گیا۔ وہاں ایک بڑے مشہور ماہرِ امراضِ دل نے اس کا معائنہ کر کے چند دوائیاں تجویز کیں اور ساتھ ہی آٹھ دن کے لیے اسے اپنے فزیو وارڈ میں مخصوص انداز میں ڈاکٹر کی موجودگی میں ورزش کرنے کی ہدایت کی۔ وہ ورزش خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کی مانند تھی۔ مریض درست طور پر ورزش کرنے لگا تو ڈاکٹر نے کہا:

"آپ پہلے مریض ہیں جو اتنی جلدی یہ ورزش درست طور پر کرنے لگے ہیں۔ ورنہ! یہاں تو آٹھ دن میں مریض صرف ورزش کا طریقہ ہی سیکھ پاتے ہیں۔"

مسلمان مریض نے کہا:

"میں مسلمان ہوں اور یہ طریقہ بالکل ہماری نماز کی طرح ہی ہے۔"

یہ بات سن کر ڈاکٹر نے آٹھ دن کی بجائے دوسرے ہی دن اس مسلمان مریض کو کچھ ادویات دے کر اور اسی ورزش کی ہدایت کر کے رخصت کر دیا۔

ڈاکٹر سید محمد کمال الدین ہمدانی:

11: ڈاکٹر وحکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی (پی ایچ ڈی، صدر شعبۂ طب وجراحت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) اپنی تصنیف "اسلامی اصولِ صحت" میں لکھتے ہیں۔!

"اگر انسان پابندِ نماز بن جائے تو اس کے جسم کے لیے یہ ایک ورزش ثابت ہوگی جس سے جملہ اعضاءِ انسانی کی نشوونما بہتر ہوگی اور اس کی قوت بڑھے گی۔ اس کے علاوہ نظامِ تنفس، نظامِ دورانِ خون اور نظامِ ہضم پر بھی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بہتر اثرات مرتب ہوں گے اور انسان مدت العمر امراض و آفات جسمانی سے محفوظ رہے گا۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 35-36، از ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی، ناشر نی علی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ بھارت)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے جو انسان کو ہر دم تازہ دم رکھتی ہے، سستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی۔ دیگر مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسان کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع اسلامی ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم میں تحریک و طاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔''

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 36، از ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی، ناشر نی علی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ بھارت)

اہلِ مغرب نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اسلامی نماز جیسی کوئی ورزش نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مختلف ورزشوں کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ وہ صحت مند رہ سکیں۔ جیسا کہ جرمنی کے مشہور رسالے ''دی ہائف'' میں نامور جرمن فاضل اور مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' نے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔!

''اگر اہلِ یورپ میں اسلامی نماز کا رواج ہوتا تو ہمیں جسمانی ورزش کے لیے نئی نئی ورزشی حرکتیں ایجاد نہ کرنا پڑتیں۔''

(المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ، صفحہ 406)

سید محمد کمال الدین ہمدانی لکھتے ہیں:

''جب نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں بار بار ارکانِ نماز کا اعادہ کیا جاتا ہے تو یہ صورت ایک ورزش بن جاتی ہے جس سے عضلات و مفاصل کی نشو و نما اور طاقت بہتر ہوتی ہے۔ نیز جملہ ارکانِ نماز کی ادائیگی کی صورت میں جملہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اعضاءِ انسانی کی ورزش بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہو جاتی ہے۔جس سے جسمِ انسان کی تازگی اور طاقت بحال رہتی ہے اور جسمانی افعال طبعی معیار پر جاری رہتے ہیں۔"

(اسلامی اصولِ صحت، صفحہ 36، از ڈاکٹر و حکیم سید محمد کمال الدین ہمدانی، ناشر حی علی الفلاح سوسائٹی علی گڑھ بھارت)

ڈاکٹر ماجد زمان عثمانی:

12: ڈاکٹر ماجد زمان عثمانی یورپ میں فزیوتھراپی کی اعلیٰ ڈگری کے لیے گئے۔ جب وہاں ان کو بالکل نماز کی طرح ورزش پڑھائی اور سمجھائی گئی تو یہ اس ورزش کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہم نے آج تک نماز کو ایک دینی فریضہ سمجھا اور پڑھتے رہے لیکن یہاں تو عجیب وغریب انکشافات ہوتے ہیں کہ نماز جیسی ورزش کے ذریعے تو بڑے بڑے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔"

(سنتِ نبویؐ اور جدید سائنس، جلد 1، صفحہ 43-44، از حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

حکیم محمد طارق محمود چغتائی:

13: "نماز کی ورزشیں جہاں بیرونی اعضاء کی خوشنمائی وخوبصورتی کا ذریعہ ہیں وہاں اندرونی اعضاء مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتیں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ اور تمام قسم کے گلینڈز (Glands) کی نشوونما کرتی ہیں بلکہ جسم کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہیں۔"

(سنتِ نبویؐ اور جدید سائنس، جلد 1، صفحہ 40، از حکیم محمد طارق محمود چغتائی، ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

طب اور جدید سائنس سے ثابت ہوا کہ استنجا، مسواک، وضو اور نماز ایسی عبادات ہیں کہ ان کے ذریعے جسم وروح دونوں کی حفاظت کی جاسکتی ہے اور اپنے جسم کو مختلف الاقسام بیماریوں سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دینِ کامل پر کامل عمل کرنے کی توفیق واثق عطا فرمائے۔آمین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۱

اوقاتِ نماز کے بیان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

اوقاتِ نماز اور فقہاءِ کرام

پہلا باب نماز کے اوقات کے بیان میں ہے۔امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں پہلے تو نمازوں کے اوّل و آخروقت کا تعین کیا ہے اور پھر نمازوں کے مستحب اوقات بیان کیے ہیں۔

اوقات نماز کے بارے میں یہ جان لینا چاہیے کہ فجر کی نماز کے ابتدائی وقت اور آخری وقت میں کوئی فقہی اختلاف نہیں، صرف افضل وقت کے بارے میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک نماز فجر کا مستحب وقت وہ ہے جب روشنی اچھی طرح پھیل جائے، لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ،امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اورامام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل وقت یہ ہے کہ طلوع فجر کے فوراً بعد جب اندھیرا ابھی موجود ہو نماز شروع کردی جائے۔

نماز ظہر کے اول وقت میں کوئی اختلاف نہیں البتہ اس کے آخر وقت میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز ظہر کا آخر وقت تب ختم ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ (زوال کے سائے کو چھوڑ کر) اس چیز کی اپنی لمبائی سے دوگنا ہوجائے۔ اسی اختلاف کی بناء پر عصر کے وقت کی ابتداء میں اختلاف ہے لیکن آخروقت میں کوئی اختلاف نہیں یعنی غروب آفتاب اس کا آخری وقت ہے۔

مغرب کی ابتداء غروب آفتاب سے ہوتی ہے اور وقت کا اختتام،شفق کے غائب ہونے پر ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو سرخی کے بعد اُفق پر نمودار ہوتی ہے، لیکن صاحبین اُس شفق سرخی کو کہتے ہیں جو سورج کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

غروب کے وقت آسمان کے مغربی کنارے پر ظاہر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے عشاء کے ابتدائی وقت میں اختلاف ہے لیکن آخر وقت میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ طلوع صبح تک رہتا ہے۔ البتہ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک پڑھنا افضل ہے۔

غرض یہ کہ نماز کے اوقات اور اس کی کیفیت کے بارے میں فقہاء کے نزدیک کوئی بڑا اختلاف موجود نہیں۔ اختلاف صرف افضلیت کے بارے میں ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک ایک کیفیت افضل ہے تو بعض کے نزدیک دوسری، لیکن جواز کے بارے میں دونوں متفق ہیں۔

اس باب کی چار فصول ہیں:

1: وقت نماز فجر

2: وقتِ نماز ظہر وعصر

3: وقت نماز مغرب وعشاء و وتر

4: نمازوں کے مستحب اوقات

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ا

وقتِ نمازِ فجر

''اول وقت الفجراذا طلع الفجرالثانی وھوالبیاض المعترض فی الافق و آخر وقتھا مالم تطلع الشمس۔''

''فجر کااول وقت تب شروع ہوتا ہے جب فجرِثانی طلوع ہواور وہ (فجر ثانی) افق پرنمودار ہونے والی اور پھیلنے والی سفیدی ہےاورفجر کا آخری وقت طلوع آفتاب ہے۔''

مفردات:

طلع: اُبھرا ہوا۔طلوع ہوا۔نمودار ہوا۔

البیاض: سفیدی

المعترض: پھیلنے والا

الافق: آسمان کا کنارا۔اس کی جمع آفاق ہے۔

مسائل و دلائل

وقت نماز فجر:

☆: ''فجر کااول وقت تب شروع ہوتا ہے جب فجر ثانی طلوع ہو اور وہ (فجر ثانی) افق پر نمودار ہونے والی اور پھیلنے والی سفیدی ہےاور فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز فجر کا ابتدائی وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور اسے فجر ثانی کہا گیا ہے۔ صبح دو قسم کی ہوتی ہے:

1: صبح صادق

2: صبح کاذب

صبح کاذب: روشنی کی وہ سیدھی لکیر ہوتی ہے جو نور کے مینار کی صورت شرقاً غرباً آسمان میں ظاہر ہوتی ہے لیکن جلد ہی ختم ہو جاتی ہے اور پھر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ حدیث نبویؐ میں اس کو "ذنب السرحان" یعنی بھیڑیئے کی دم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

صبح صادق: اُس روشنی کو کہا جاتا ہے جو مشرقی اُفق پر شمالاً جنوباً نور کی ایک چادر کی مانند نمودار ہوتی ہے۔ یہ روشنی پھیلتی جاتی ہے اور اندھیرا مغرب کی طرف سمٹتا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام کائنات منور ہو جاتی ہے۔

نماز فجر کا ابتدائی وقت اسی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور اس کا آخری وقت وہ ہے جب تک سورج طلوع نہ ہو۔ جب سورج کا کنارا اُفق پر نمودار ہو جائے تو نماز فجر کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۲

وقتِ نمازِ ظہر وعصر

''واول وقت الظهراذازالت الشمس واٰخر وقتها عندابى حنيفة رحمه الله تعالٰى اذاصارظل كل شى ء مثليه سوىٰ فیٔ الزوال وقال ابويوسف ومحمدرحمهما اللّٰه اذاصارظل كل شيءٍ مثله و اول وقت العصراذا خرج وقت الظهرعلى القولين واٰخروقتها مالم تغرب الشمس۔''

'' اور اوّل وقت ظہر کا شروع ہوجاتا ہے جب سورج زائل (ڈھل) جائے اور ظہر کا آخروقت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (اس وقت تک) ہوتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ اس کی لمبائی سے دوگنا ہوجائے یعنی اصلی سایہ کے علاوہ ۔امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہا اللہ نے کہا ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کی لمبائی کے سایہ کے برابر ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔عصر کا وقت (تب شروع ہوتا ہے) جب دونوں قولوں کے مطابق ظہر کا وقت نکل جائے اور اس کا آخری وقت تب تک رہتا ہے جب تک سورج غروب نہ ہوجائے۔''

مفردات:

زالت: زوال پذیر ہوا۔ ڈھل گیا۔صیغہ واحدمونث فعل ماضی مطلق مثبت معروف ازثلاثی مجرد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ظل: سایہ

فیئ زوال: کسی چیز کا اصلی سایہ۔ سورج ڈھلنے سے پہلے عین دوپہر کے وقت ہر چیز کا ایک سایہ ہوتا ہے۔ جغرافیائی محل وقوع اور موسموں کے مختلف ہونے سے یہ سایہ مختلف ہوتا رہتا ہے اس سائے کی عین دوپہر کے وقت پیائش کرلی جائے اور کسی چیز کے سائے سے منہا کرلیا جائے تو جو باقی رہ جاتا ہے اس کو اُس چیز کا صحیح سایہ جس کو ''ظل کل شی'' کہا گیا ہے۔

لم تغرب: غروب نہ ہوا۔

دلائل ومسائل

نماز ظہر کا وقت:

☆: ''اور اوّل وقت ظہر کا شروع ہوجاتا ہے جب سورج زائل (ڈھل) ہوجائے اور ظہر کا آخر وقت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (اس وقت تک) ہوتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ اس کی لمبائی سے دوگنا ہوجائے سوائے اصلی سایہ کے۔ امام ابویوسف اور امام محمد رحمہا اللہ نے کہا ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کی لمبائی کے سایہ کے برابر ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔''

نماز ظہر کے وقت کی ابتداء میں کسی قسم کا اختلاف نہیں اور تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ جب سورج مغرب کی سمت ذرا سا ڈھل جائے (اس کی علامت یہ ہے کہ دیواروں کا سایہ مشرق کی طرف جوتے کے تسمے کے برابر نکل آئے) تو ظہر کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ البتہ ظہر کے وقت کی انتہا کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دونوں شاگردوں (امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جن کو صاحبین کہا جاتا ہے) کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ ''فیئ زوال'' کو منہا کر کے اُس سے دوگنا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہوتا ہے جبکہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایے کو چھوڑ کر اس کی ایک مثل ہو جائے (جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے) تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔

صاحبین کی دلیل امامت جبرائیل علیہ السلام کی حدیث ہے کہ جبریل علیہ السلام کی امامت میں رسول اللہ ﷺ نے دوسرے دن جو نماز پڑھی تھی اُس میں واضح طور پر مذکور ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اُس کے مثل یعنی برابر ہو گیا تو اس وقت ظہر کی نماز کا آخری وقت جبریل علیہ السلام نے بیان کیا۔

نماز پنجگانہ کے ابتدائی اوقات اور آخری اوقات کے بارے میں واضح راہنمائی ہمیں حدیث امامت جبریل علیہ السلام سے ملتی ہے جس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ حدیث یہ ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے بیت اللہ کے قریب جبریل علیہ السلام کی امامت میں دو مرتبہ نماز پڑھی۔ پہلی دفعہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب سورج ڈھل گیا اور سایہ جوتے کے تسمے کے برابر ہو گیا۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اُس کے برابر ہو گیا۔ غروب آفتاب کے بعد روزہ داروں نے روزہ افطار کیا تو اس وقت مغرب کی نماز پڑھی۔ عشاء کی نماز اس وقت پڑھی جب شفق غائب ہو گئی۔ نماز فجر اس وقت پڑھی جب روزہ داروں نے کھانا پینا بند کر دیا لیکن دوسرے روز نماز ظہر اس وقت ادا کی جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو گیا۔ یہ وہی وقت تھا جب پہلے دن ہم نے نماز عصر ادا کی تھی۔ مغرب کی نماز اسی وقت ادا کی جس وقت میں پہلے دن ادا کی تھی۔ عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزرنے پر ادا کی۔ نماز فجر اس وقت پڑھی جب روشنی خوب پھیل گئی۔ پھر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جبرئیل علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا:

"اے محمد! پہلے انبیاء بھی انہی اوقات میں نماز ادا کرتے تھے اور نماز کا افضل وقت وہ ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے۔"

(سنن ابی داؤد) (سنن ترمذی) (مشکوۃ المصابیح، باب المواقیت)

نماز ظہر کے آخری وقت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول صاحبین کے قول کے مطابق بھی نقل کیا گیا ہے، لہٰذا کوئی تضاد نہ رہا۔ ویسے بھی علمائے احناف کے نزدیک فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

فیی الزوال یعنی سایۂ زوال یا سایۂ اصلی۔ ہر چیز کا ایک اصلی اور حقیقی سایہ بھی ہوا کرتا ہے اور یہ سایہ وہ ہوتا ہے جو عین سورج کے نصف النہار کے وقت ہر چیز کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ سایہ خطِ استواء سے دور ممالک میں زیادہ بڑا اور قریب کے ممالک میں چھوٹا ہوتا ہے۔ ظہر اور عصر کی نمازوں کا وقت معلوم کرنے کے لیے ہر چیز کا اصلی سایہ اس سے منہا کرلیا جانا چاہیے۔

وقت عصر:

نماز عصر کے شروع وقت کے بارے میں بھی وہی اختلاف ہے جو ظہر کے اختتام کے بارے میں ہے یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ دو چند ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے مسلک کے مطابق جب ہر چیز کا سایہ علاوہ اصلی سایہ کے جب ایک مثل ہو جائے تو عصر کے وقت کی ابتداء ہو جاتی ہے۔

عصر کے وقت کی انتہا غروب آفتاب تک ہے۔ چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من ادرك ركعة فی العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك صلوٰة العصر۔"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت بھی پالی تو اس نے نمازِ عصر پالی۔''

اس صحیح حدیث سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ عصر کو غروب آفتاب تک پڑھا جاسکتا ہے۔ اگر عصر کی نماز ادا کرنے کے سے پہلے سورج غروب ہو چکا تھا مثلاً ایک رکعت رہتی تھی تین ادا ہو چکی تھیں لیکن سورج غروب ہو گیا تو نمازِ عصر کا فرض ادا ہو گیا اور اس کا اعادہ واجب ہو گیا کہ اصل میں وہ ساری اپنے وقت میں ادا نہیں ہوئی۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۳

وقتِ نمازِ مغرب،عشاء و وتر

''واول وقت المغرب اذا غربت الشمس وآخر وقتها مالم تغب الشفق وهو البياض الذی یریٰ فی الافق بعد الحمرة عندابی حنیفة رحمه الله وقال ابویوسف ومحمدرحمهما اللهٰ هوالحمرة واول وقت العشاء اذاغاب الشفق وآخر وقتها مالم یطلع الفجر الثانی واول وقت الوتربعد العشاء وآخر وقتها مالم یطلع الفجر۔''

''اوراول وقت مغرب کا (تب شروع ہوتا ہے) جب سورج غروب ہوتا ہے اور اس کا وقت (تب تک رہتا ہے) جب تک شفق غائب نہ ہوجائے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق میں دکھائی دیتی ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ شفق وہ سرخی ہی ہے۔عشاء کا اول وقت (تب شروع ہوتا ہے) جب شفق غائب ہوجائے اور آخری وقت (تب تک رہتا ہے) جب تک فجر ثانی نہ طلوع ہوجائے۔ وتر کا اول وقت نماز عشاء کے بعد ہوتا ہے اور آخر وقت (تب تک رہتا ہے) جب تک فجر طلوع نہ ہو۔''

مفردات:

لم تغب: غائب نہ ہوا۔ نہ چھپا۔

الشفق: امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا معنی سفیدی اور امام ابویوسف و امام محمد رحمۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اللہ علیہما کے نزدیک سرخی ہے۔

الحمرۃ : سرخی

الفجر الثانی: صبح صادق

مسائل ودلائل

مغرب کا وقت:

☆ : ''اور اول وقت مغرب کا (تب شروع ہوتا ہے) جب سورج غروب ہوتا ہے اور اس کا وقت (تب تک رہتا ہے) جب تک شفق غائب نہ ہوجائے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق میں دکھائی دیتی ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ شفق وہ سرخی ہی ہے۔''

احناف کے نزدیک مغرب کا وقت غروب آفتاب کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مغرب کا وقت صرف اس قدر ہے کہ جس میں نماز باجماعت ادا کی جاسکے یعنی اوّل اور آخر وقت ایک ہی ہے۔

احناف کے قول کے مطابق شفق کے معنی میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ شفق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو سرخی کے بعد مغربی اُفق پر ظاہر ہوتی ہے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد کے نزدیک شفق سرخی کو کہتے ہیں۔ یہاں لغت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید کررہی ہے کیونکہ ائمہ لغت نے شفق کا معنی لکھا ہے:

''ضوء الشمس بعدالغروب وضوء الفجر۔''

''غروب کے بعد سورج کی روشنی اور فجر کی روشنی۔''

لہٰذا شفق کے معنی میں سرخی کا تصور موجود ہی نہیں اور وہ روشنی سفید ہے جو افق پر سورج کے بعد نظر آتی ہے۔ اگرچہ احتیاطاً اور اختلاف کو ختم کرنے کے لیے سرخی کے ختم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہونے تک مغرب کی نماز پڑھ لینا اولیٰ ہے۔

عشاء کا وقت:

☆: ”عشاء کا اول وقت (تب شروع ہوتا ہے) جب شفق غائب ہو جائے اور آخری وقت (تب تک رہتا ہے) جب تک فجر ثانی نہ طلوع ہو جائے۔“

صلوٰۃ عشاء کا وقت شفق کے غروب کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔ نماز عشاء کے ادا کرنے سے متعلق رسول اکرم ﷺ سے کئی احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز:

”ثلث اللیل“

”ایک تہائی رات تک ادا فرمائی۔“

دوسری حدیث میں:

”نصف اللیل“

”آدھی رات“

کے الفاظ ہیں۔

اور تیسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز:

”آخر اللیل“

”رات کے آخری حصے میں ادا فرمائی۔“

ان سب احادیث کو جمع کرتے ہوئے احناف نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ تہائی رات تک مستحب وقت ہے، آدھی رات تک جائز ہے اور آخر رات تک مؤخر کرنا ضرورت کی وجہ سے ہے۔

نماز وتر:

☆: ”وتر کا اول وقت نماز عشاء کے بعد ہوتا ہے اور آخر وقت (تب تک رہتا ہے) جب تک فجر طلوع نہ ہو۔“

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وتر کی نماز عشاء کے بعد ادا کی جاسکتی ہے اور طلوع فجر تک اس کا وقت رہتا ہے۔

احناف کے نزدیک وتر واجب ہیں اور ان کا درجہ سنت سے اوپر اور فرض کے نیچے ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نماز کا حکم دیا ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ وتر ہے۔''

اس حدیث میں ''حکم دیا ہے'' کے الفاظ وارد ہیں اور حکم وجوب ہی ہوتا ہے۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۴

نمازوں کے مستحب اوقات

"ویستحب الاسفاربالفجروالابراد بالظھرفی الصیف وتقدیمھا فی الشتآء وتاخیرالعصرمالم یتغیرالشمس وتعجیل المغرب وتاخیرالعشاء الی ماقبل ثلث اللیل ویستحب فی الوترلمن یالف صلوٰۃ اللیل ان یؤخرالوترالی اٰخراللیل وان لم یثق بالانتباہ اوترقبل النوم۔"

"فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھنا مستحب ہے اور ظہر کی نماز گرمیوں میں ٹھنڈی کر کے پڑھنا اور سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے۔عصر کی نماز سورج کی حالت تبدیل ہونے سے پہلے تک دیر سے پڑھنا مستحب ہے اور مغرب کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے۔عشاء کی نماز تہائی رات سے پہلے پہلے پڑھنا مستحب ہے اور جو شخص نماز تہجد کا عادی ہو اس کے لیے وتر آخری رات تک کو تاخیر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور اگر اسے (تہجد کے لیے) جاگنے پر بھروسہ نہ ہو تو وہ سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لے۔"

مفردات:

یستحب: مستحب ہے۔پسندیدہ ہے۔

الاسفار: خوب روشن ہونا۔پردہ اتارنا۔

الابراد: ٹھنڈا کرنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الصیف: گرمیوں کا موسم۔

الشتاء: سردیاں۔

لم یتغیر: تبدیل نہ ہوا۔

تعجیل: جلدی کرنا۔

یالف: مانوس ہوتا ہے۔ عادت بنالیتا ہے۔

لم یثق: اعتماد نہ کیا۔ بھروسہ نہ کیا۔

الانتباہ: نیند سے بیداری۔

مسائل ودلائل

فجر کا افضل وقت:

☆: ''فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھنا مستحب ہے۔''

نماز فجر کی ادائیگی کے لیے افضل وقت یہ ہے کہ روشنی اچھی طرح ہو جائے۔

چنانچہ حدیث رسول اللہ ﷺ ہے:

''اسفیروا بالفجر فانه اعظم للاجر۔''

''فجر کی نماز کو خوب روشن کر کے پڑھو! بے شک اس کا اجر بہت بڑا ہے۔''

(سنن ابی داؤد)(سنن ترمذی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فجر کی نماز کا افضل وقت یہ ہے کہ اندھیرے میں شروع کی جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز فجر ادا کر کے واپس جاتیں تو ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتی تھیں۔

(الصحیح البخاری)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دونوں حدیثوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ نماز فجر شروع تو اوّل وقت میں کی جائے لیکن قرأت لمبی کی جائے اور ختم اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وقت کی جائے جب خوب روشنی ہو جائے۔

ظہر کا افضل وقت:

☆: "ظہر کی نماز گرمیوں میں ٹھنڈی کر کے پڑھنا اور سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

ظہر کی نماز کے لیے مستحب وقت یہ ہے کہ سردیوں میں جلدی ادا کی جائے اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھی جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے عمل سے یہی ثابت ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا اشتد البرد بكر الصلوٰة واذااشتدالحر ابردبالصلوٰة۔"

"جب سردی شدید ہوتی تو جلدی نماز ادا فرماتے اور جب گرمی شدید ہوتی تو نماز دیر سے ادا فرماتے۔"

(الصحیح البخاری والصحیح المسلم۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ابردوابالظهر فان شدةالحر مين فيح جهنم۔"

"ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو! کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے۔"

عصر کا افضل وقت:

☆: عصر کی نماز سورج کی حالت تبدیل ہونے سے پہلے تک دیر سے پڑھنا مستحب ہے۔"

عصر کی نماز کے لیے افضل وقت اس کا دیر سے پڑھنا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ سورج کا رنگ تبدیل نہ ہو یعنی زرد نہ ہو جائے۔ تاخیر سے پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ عصر کی نماز کے بعد حدیث پاک میں نوافل ادا کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ جب تاخیر سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پڑھیں گے تو نماز عصر سے پہلے نوافل کثرت سے ادا کرنے کا وقت مل جائے گا۔ دوسرا یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عمل سے نماز عصر کا تاخیر سے پڑھنا ثابت ہے اور انہوں نے اسے سنت فرمایا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

مغرب کا افضل وقت:

☆: ''مغرب کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے۔''

مغرب کی نماز کو جلدی ادا کرنا مستحب ہے کیونکہ اس کا وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ احناف کے نزدیک مغرب کا وقت غروب آفتاب کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مغرب کا وقت صرف اس قدر ہے کہ جس میں نماز باجماعت ادا کی جا سکے یعنی اوّل اور آخر وقت ایک ہی ہے۔ اسی لیے اس میں جلدی مستحب ہے تاکہ آدمی اختلاف سے بچ سکے۔

نماز عشاء کا افضل وقت:

☆: ''عشاء کی نماز تہائی رات سے پہلے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔''

نماز عشاء کو تہائی رات سے قبل تک مؤخر کرنا افضل ہے۔ حدیث نبویؐ ہے:

''لولا ان اشق علی امتی لاخرت العشاء الی ثلث اللیل۔''

''اگر میری اُمت کے لیے یہ بات گراں نہ ہوتی تو میں عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کر دیتا۔''

(سنن ترمذی)(سنن ابی داؤد)

نماز تہجد اور وتر:

☆: ''اور جو شخص نماز تہجد کا عادی ہو اس کے لیے وتر آخری رات تک کو تاخیر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور اگر اسے (تہجد کے لیے) جاگنے پر بھروسہ نہ ہو تو وہ سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز وتر کے لیے مستحب یہ ہے کہ جو شخص تہجد کی نماز کو عادی ہو اُسے وتر تہجد کے بعد ادا کرنے چاہئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص رات کے آخری پہر اُٹھنے میں رغبت رکھتا ہو تو وہ وتر آخر میں ادا کرے کیونکہ رات کے آخری پہر کی نماز میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔''

(الصحیح المسلم)

جس آدمی کو تہجد میں اٹھنے کا بھروسہ نہ ہو تو اُسے نیند سے پہلے نماز وتر ادا کر لینا چاہیے۔''

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۲

اذان کے بیان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

اذان فضیلت واہمیت

اذان کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

اذان کا لغوی معنی ہے:

اعلانِ عام یا نماز کے اوقات کی اطلاع۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اعلان کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ سورۃ الحج میں ہے:

''واذن فی الناس بالحج ''

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔''

(القرآن المجید، سورۃ الحج (سورۃ نمبر 22)، آیت نمبر 27)

سورۃ التوبہ میں ہے:

''واذان من اللہ ورسولہ الی الناس ''

اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لوگوں کے لیے اعلان ہے۔''

(القرآن المجید، سورۃ التوبہ (سورۃ نمبر 9)، آیت نمبر 3)

سورۂ یوسف میں ہے:

''ثم اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسارقون''

''پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: ''اے قافلے والو! تم چور ہو۔''

(القرآن المجید، سورۃ الیوسف (سورت نمبر 12)، آیت نمبر 7)

شرعی اصطلاح میں اذان مخصوص کلمات کا نام ہے جن کے ذریعے مسلمانوں کو نماز

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے لیے بلایا جاتا ہے۔اذان کے لیے نداء کالفظ بھی قرآن مجید نے استعمال کیا ہے۔

چنانچہ سورۃ الجمعہ میں ارشاد ہے:

”یاایھاالذین امنوااذانودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعواالی ذکر اللہ۔“

”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔“

(القرآن المجید،سورۃ الجمعۃ (سورۃ نمبر 62)،آیت نمبر 9)

ابتدائے اذان:

شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے ایک فرشتے کواذان کہتے سنا، لیکن مکے میں کفار کی سخت مخالفت کی وجہ سے اذان کا حکم نہ دیا گیا۔

جب ہجرت کے بعد مسلمانوں نے مسجد نبوی کوتعمیر کرلیاتواب باجماعت نماز کی طرف بلانے کے سلسلے میں اذان کی مشروعیت سے پہلے ”اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ“ کے الفاظ سے نماز کے لیے پکارا جاتا تھا۔ یہ الفاظ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکارا کرتے تھے۔اذان کا آغاز حضور ﷺ نے مدینہ میں 1یا2ہجری میں فرمایا۔

مشہور ہے کہ نمازِباجماعت کی طرف بلانے کے سلسلے میں حضور ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا کہ مسلمانوں کونماز باجماعت کی طرف بلانے کے لیےکون سی صورت اختیار کی جائے؟

بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ناقوس بجانے کامشورہ دیا جیسا کہ نصاریٰ (عیسائی) بجاتے ہیں۔

کسی نے یہودیوں کی طرح سینگ پھونکنے کامشورہ دیاتوکسی نے کہا کہ کسی بلندجگہ پرآگ روشن کرنی چاہیے۔

غرضیکہ ابھی کوئی بات طےنہیں پائی تھی کہ حضرت عبداللہ بن زیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(جن کو "صَاحِبُ الْاَذَانِ" کہا جاتا ہے۔) نے ایک خواب دیکھا کہ "ایک فرشتہ آسمان سے نیچے اُترتا ہے اور اس کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا:

"اے بندۂ خدا! کیا اسے بیچتے ہو؟"

اس نے کہا:

"تم اسے کیا کرو گے؟"

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"میں اس سے لوگوں کو نماز کے لیے جمع کروں گا۔"

فرشتے نے کہا:

"میں تمہیں اس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں۔"

اس کے بعد فرشتے نے......

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

کے ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان سکھائی اور اسی طرح اقامت بھی سکھائی۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنا خواب سنایا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلرُّؤْیَا حَقٌّ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی"

(ترجمہ) "ان شاء اللہ! یہ خواب سچا ہے۔"

پھر حکم ارشاد فرمایا!

"اے عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جاؤ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ کلمات سکھاؤ، اس لیے کہ اس کی آواز بلندتر، نرم تر اور شیریں تر ہے۔"

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ سنے تو دوڑتے ہوئے اور اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے آئے اور عرض کیا!

"یارسول اللہ ﷺ! میں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہے جو کچھ عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دیکھا۔"

(الصحیح البخاری، باب الاذان)

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"اگر ایسی بات ہے تو ان دونوں خوابوں کی موافقت پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی طرف سے الہام فرمایا اور صدق و ثواب کا راستہ بتایا ہے۔"

(سیرۃ حلبیہ، جلد 2، صفحہ 266)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ معراج کی رات رسول اللہ ﷺ نے اذان سنی تھی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو کبریائے حق کے ایک خاص محل سے گزرے۔ وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا!

"یہ فرشتہ کون ہے؟"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواباً عرض کیا!

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''قسم ہے اس خدائے ذوالجلال کی! جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ بیشک میں بارگاہِ رب العزت میں سب سے زیادہ مقرب بندہ ہوں مگر میں نے اس فرشتہ کو اس ساعت سے پہلے (جب سے مجھے پیدا کیا گیا ہے) کبھی نہیں دیکھا۔''

نمودار ہونے والے فرشتے نے کہا!

''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' پردۂ جلال سے آواز آئی۔

''اے میرے بندے! تو نے سچ کہا۔ یقیناً میں بہت بڑا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس فرشتے نے اذان کے بقیہ کلمات کو پڑھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے شبِ معراج اذان کو سماعت فرمایا لیکن حکم نہ ہوا تھا کہ ان کلماتِ اذان کو نماز کے لیے پکارا جائے۔

حضور ﷺ مکۃ المکرمہ میں بغیر اذان کے نماز ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ مدینۃ المنورہ میں رونق افروز ہوئے تو نمازیوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے سے ان کلماتِ اذان کو اختیار فرمایا۔

بعض کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اذان کو جب خواب میں سنا تو وحی آئی کہ ان کلمات کو جو آسمان پر تھے زمین پر اختیار کرو۔

(سیرۃ حلبیہ، جلد 2، صفحہ 266)

بہر حال نماز کے لیے اذان دینا سنت ہے اور اسلامی شعائر میں سے ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر کسی آبادی کے لوگ اذان نہ دینے پر متفق ہو جائیں تو اُن کے خلاف قتال کیا جائے۔

دنیا میں ہر وقت نغمۂ توحید و رسالت کی گونج:

یہ بھی اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ اذان کی آواز ہر وقت دنیا میں گونج رہی ہے۔ زمین کے کسی نہ کسی خطے میں کسی نہ کسی ملک و علاقے میں ہر وقت اذان کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آواز بلند ہوتی رہتی ہے۔

اگر آپ دنیا کے نقشے کو غور سے دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اسلامی ممالک میں ''انڈونیشا'' کرۂ ارض کے عین مشرقی جانب واقعہ ہے۔ یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں ''سماٹرا''، ''جاوا'' اور ''سیلبز'' بڑے مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔

80 کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔

طلوع سحر سیلبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں طلوع سحر کے ساتھ ہی ''انڈونیشیا' کے انتہائی مشرق کے جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت لاکھوں مؤذن خدا تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔

مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد ''جکارتہ'' میں مؤذنوں کی آواز گونجتی ہے۔ ''جکارتہ'' کے بعد یہ سلسلہ ''سماٹرا'' میں شروع ہو جاتا ہے اور ''سماٹرا'' کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی '' ملایا'' کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ ''ملایا'' کے بعد ''برما'' کی باری آتی ہے۔ اسی طرح ''جکارتہ'' سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ''ڈھاکہ'' پہنچتا ہے۔

''بنگلہ دیش'' میں ابھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ '' کلکتہ'' سے ''سری نگر'' تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ ''کلکتہ'' سے ''بمبئی'' کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ''ہندوستان'' کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ ''سری نگر'' اور ''سیالکوٹ'' میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔

''سیالکوٹ'' سے ''کوئٹہ''، ''کراچی'' اور ''گوادر'' تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس عرصہ میں فجر کی اذانیں ''پاکستان'' میں بلند ہوتی رہتی ہیں۔''پاکستان'' میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے ہی ''افغانستان'' اور ''مسقط'' میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

''مسقط'' سے بغداد تک ایک ایک گھنٹہ کا فرق ہے، اس عرصے میں اذانیں ''حجازِ مقدس'' ''یمن''، ''عرب امارات''، ''کویت'' اور ''عراق'' میں گونجتی ہیں۔'' بغداد'' سے ''اسکندریہ'' تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔اس دوران میں'' شام''، ''مصر'' ''صومالیہ'' اور'' سوڈان'' میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔

''سکندریہ'' اور''استنبول'' ایک ہی طول وعرض پر واقع ہے۔''مشرقی ترکی'' سے ''مغربی ترکی'' تک ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران ''ترکی'' میں صدائے توحید ورسالت بلند ہوتی ہے۔

''سکندریہ''، ''طرابلس'' تک ایک گھنٹہ کا دورانیہ ہے۔اس عرصہ میں ''شمالی افریقہ'' میں ''لیبیا'' اور ''تیونس'' میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

فجر کی اذان جس کا آغاز'' انڈونیشیا'' کے ''مشرقی جزائر'' سے ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا طویل سفر کرکے'' بحراوقیانوس'' کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان'' بحراوقیانوس'' تک پہنچنے سے قبل ہی ''مشرقی انڈونیشیا'' میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور'' ڈھاکہ'' میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک ''مشرقی انڈونیشیا'' میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں ۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل ''جکارتہ'' پہنچتا ہے کہ ''انڈونیشیا'' کے ''مشرقی جزائر'' میں نمازِ مغرب کا وقت ہوجاتا ہے ۔مغرب کی اذانیں ''سیلبز'' سے بمشکل'' سماٹرا'' تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔اس وقت'' افریقہ'' میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟ کہ کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہزاروں اورلاکھوں مؤذن بیک وقت خداتعالیٰ کی توحید اورمحمدرسول اللہ ﷺ کی رسالت کااعلان نہ کررہے ہوں۔یہ سلسلہ جاری تھا،جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اذان مسائل وشرائط

''الاذان سنة للصلوات الخمس والجمعة دون ماسواهاولاترجيع فيه ويزيد في اذان الفجر بعد الفلاح الصلوٰة خيرمن النوم مرتين والاقامة مثل الاذان الا انه يزيدفيها بعد حيي على الفلاح قد قامت الصلوٰة مرتين ويترسّل في الاذان ويحدر في الاقامة ويستقبل بهما القبلة۔ فاذا بلغ الى الصلوٰة والفلاح حوّل وجهه يمينا وشمالًا ويوذن للفائتة و يقيم فان فاتته صلوات اذن للاولىٰ واقام و كان مخيرافي الثانية ان شاء اذن واقام وان شاء اقتصر على الاقامة وينبغي ان يوذن ويقيم على طهر فان اذن على غير وضوء جاز ويكره ان يقيم على غير وضوء اويوذن وهوجنب ولايوذن لِصَّلوٰة قبل دخول وقتها الافي الفجر عند ابي يوسف۔''

''اذان پانچ وقتہ نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لیے سنت ہے۔ ان کے سوا کسی دوسری نماز کے لیے نہیں اذان نہیں۔ اذان میں ترجیع نہیں اور فجر کی اذان میں حی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دومرتبہ کہے۔ اقامت اذان کی ہی طرح ہے البتہ اس میں حی علی الفلاح کے بعد دوبار قد قامت الصلوٰۃ کہے۔ اذان کو ٹھہر ٹھہر کر لمبا کرکے پڑھے اور اقامت (تکبیر) کو تیزی سے کہے اور اذان واقامت دونوں میں اپنا منہ قبلہ کی طرف رکھے۔ جب حی علی الصلوٰۃ اور اور حی علی الفلاح پر پہنچے تو اپنے چہرے کو دائیں بائیں پھیرے۔ فوت شدہ نمازوں کے لیے بھی اذان دے اور اقامت کہے اور اگر کئی نمازیں فوت ہوجائیں تو پہلی کے لیے اذان دے اور اقامت کہے اور دوسری میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسے اختیار ہے چاہے تو اذان واقامت کہے اور چاہے تو صرف اقامت پر ہی اکتفا کرے اور بہتر ہے کہ اذان واقامت وضو سے کہے اور اگر وضو کے بغیر بھی اذان دے دے تو جائز ہے اور بے وضو اقامت کہنا مکروہ ہے۔ نیز جنابت کی حالت میں اذان کہنا بھی مکروہ ہے اور کسی نماز کا وقت ہونے سے پہلے اذان نہ دے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر اس سے مستثنیٰ ہے۔''

مفردات:

ترجیع: دہرانا۔لوٹانا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ دونوں کلمات شہادت کو نہ دہرایا جائے۔

یزید: اضافہ کرے۔ زیادہ کرے۔

یترسل: ٹھہر ٹھہر کرادا کرے۔

یحذّر: جلدی جلدی پڑھے۔

حول: پھیر لیا۔

فائتة: فوت ہوجانے والی نماز۔اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔

صلوات: نمازیں۔ یہ صلوٰۃ کی جمع ہے۔

مخیر: جسے اختیار دیا گیا۔صیغہ اسم مفعول۔

اقتصر: اکتفا کیا۔انحصار کیا۔صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مجرد از باب افتعال۔

ینبغی: مناسب ہے۔

طهر: پاکیزگی۔

جنب: وہ آدمی جس پر غسل واجب ہو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسائل و دلائل

اذان سنت مؤکدہ ہے:

☆: ''اذان پانچ وقتہ نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لیے سنت ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسری نماز کے لیے نہیں اذان نہیں۔''

اذان پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے سنت ہے۔ سب علماء اس پر متفق ہیں کہ اذان سنت مؤکدہ ہے اور اس کا ثبوت قرآن مجید اور سنت دونوں سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

''واذاناديتم الى الصلوٰة اتخذوها'' (المائدہ ۵ : ۵۸)

''جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو تو کفار اس پر تمسخر کرتے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خواب سن کر فرمایا:

''یہ خواب برحق ہے۔ اُٹھو اور بلالؓ کو یہ الفاظ سکھاؤ کہ اس کی آواز بلند اور سریلی ہے۔''

جمعہ کا ذکر خصوصیت سے اس لیے کیا گیا کہ اس میں دو اذانیں ہوتی ہیں۔ پانچ وقتہ نمازوں اور جمعہ کے علاوہ باقی کسی نماز کے لیے اذان مسنون نہیں ہے۔ باقی نمازوں سے مراد نمازِ جنازہ، نماز تراویح، وتر، عیدین، صلوٰۃ استسقاء، صلوٰۃ کسوف اور خسوف، صلوٰۃ استخارہ اور صلوٰۃ اوابین ہے کہ ان کے لیے اذان نہیں دی جاتی۔

اذان میں ترجیع نہیں:

☆: اذان میں ترجیع نہیں۔''

اذان میں ترجیع یعنی شہادتوں کو دہرانا نہیں ہے۔ یہ احناف کا مسلک ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اذان میں ترجیع ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ترجیع کی صورت یہ ہے کہ پہلے **اشهدان لااله الاالله** اور **اشهدان محمدرسول الله** آہستہ کہا جائے۔ پھر یہی کلمات بلند آواز سے کہے جائیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب انہیں حضور ﷺ نے اذان کی تعلیم دی تو پہلے انہوں نے شہادتوں کو آہستہ سے کہا پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم دیا۔

احناف نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خواب والی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ان میں ترجیع کا ذکر نہیں۔

حدیث ابومحذورہ: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤذن بننے کا واقعہ انہی سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''خرجت فی نفرو کنابعض طریق حنین نقل رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم من حنین فلبث رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم فی بعض الطریق فاذن مؤذن رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم بالصلوۃفسمعنا صوت المؤذن ونحن متنکون رای عن الطریق فصرنانحکیه ونستهزی به فسمع النبی صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم فارسل الینا الی ان وقضنابین یدیه صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم ایکم الذی سمعت صوته قدارتضع فاشارالقوم کلهم الی فحسبنی ای البقانی عنده وارسلهم وقال قم فاذن فقمت ولاشئی اکره الی من النبی صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم ولامما یامرنی به فقمت بین یدی رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم فالقی علی التاذین هوبنفعه ثم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دعانين حين التاذين فاعطاني مرةفيهاشيئي من فضةثم وضع يده على ناصيتي ومربهاوعلى وجهي ثم بين يدي ثم على كيدي حتى بلغت يده سرتي ثم قال بارك الله فيك وبارك عليك فقلت يا رسول الله صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم مرني بالتاذين بمكة فقال رسول الله صلى الله عليه وعلى اله و صحبه وسلم قدامرتك به و ذهب كل شيئي كان رسول الله صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم من كراهةو عاد ذالك كله صحبةلرسول الله صلى الله عليه وعلى اله و صحبه وسلم فقدمت على عتاب ابن اُسيد رضى الله تعالٰى عنه عامل رسول الله صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم على مكة فانت بالصلوةعن امررسول الله صلى الله عليه و على اله وصحبه وسلم۔'' (سیرۃحلبیہ،جلد2،صفحہ307)

(ترجمہ)''میں ایک جماعت کے ساتھ نکلااور ہم حنین کی راہ پر چل رہے تھے۔رسول اللہ ﷺ بھی واپس تشریف لے جارہے تھے۔حضور ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا اور آپ کے مؤذن نے اذان پڑھی تو ہم نے اذان سن کر پھبتیاں اُڑائیں لیکن ہم راستہ سے ہٹ کر تنہا جارہے تھے،اس کے باوجود حضور ﷺ نے (بطورِمعجزہ) ہماری باتیں سن لیں اور کسی کو ہمیں بلانے کا حکم فرمایا۔ہم حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا!

''تم میں کون ہے جس نے اذان سن کرایسے ایسے کہا ہے؟''

سب نے میری طرف اشارہ کیا۔آپ نے سب کواجازت دے دی اور مجھے اپنے پاس ٹھہرا کرفرمایا کھڑے ہو جاؤ!میں کھڑا ہوگیا لیکن اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ تمام اشیاء سے مکروہ ترین (نعوذ باللہ من ذلك الكفر) محسوس ہو رہے تھے اوران کا ہر حکم مجھے مکروہ محسوس ہو رہا تھا،تاہم حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھڑا ہوگیا۔اس پر خود رسول اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ﷺ نے مجھے اذان کے کلمات پڑھائے۔

اس کے بعد مجھے اپنے قریب بلا کر ایک سونے سے بھری ہوئی تھیلی عطا فرمائی۔ پھر آپ نے اپنا رحمت بھرا ہاتھ مبارک میری پیشانی پر رکھا اور اسے میرے چہرے پر پھیرتے ہوئے میرے دل سے جگر اور ناف تک لے گئے اور فرمایا!

''تجھے اللہ برکت بخشے۔''

اس پر میں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے مکہ معظّمہ کا مؤذن مقرر فرما دیجیے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا!

''آج کے بعد تم مکہ کے مؤذن ہو!''

حضرت ابومحذورہؓ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ کی برکت سے میرے دل کا تمام بغض و کینہ نکل گیا۔ اس کے بعد میرے دل میں عشقِ رسول ﷺ موجزن ہو گیا۔ میں حضور ﷺ کے مقرر کردہ حاکمِ مکہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور رسول اللہ ﷺ کا حکم سنایا کہ مجھے مکہ کا مؤذن بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد میں ہی مکہ کا مؤذن رہا۔''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دس سال تک مدینے میں اذان کہلوائی لیکن اس میں ترجیع نہ تھی۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ چونکہ مسجد الحرام کے مؤذن تھے اس لیے وہاں ترجیع موزوں تھی کیونکہ وہاں کے لوگ توحید و رسالت کے منکر رہے تھے اس لیے ان کے سامنے توحید و رسالت کا اعلان بہ تکرار کرنا مناسب تھا۔ اگر ترجیع اذان کا جزو ہوتی تو حضور نبی کریم ﷺ مدینے میں بھی ایسا کراتے۔

فجر کی اذان میں اضافہ:

☆: ''فجر کی اذان میں حی الفلاح کے بعد دو مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہے۔"

فجر کی اذان میں **الصلوٰۃ خیر من النوم** کا اضافہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور معجم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تہجد پڑھنے کے بعد ہلکی سی نیند لے لیا کرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز کے لیے جگایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ **الصلوٰۃ خیر من النوم** کے الفاظ نبی کریم ﷺ جگانے کے لیے کہہ دیئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ یہ الفاظ فجر کی اذان کے ساتھ خاص کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اُس وقت سے یہ الفاظ اذان فجر کا حصہ بن گئے۔

اس سے شیعہ حضرات کے اس الزام کا بھی رد ہو گیا جو وہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لگاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ اضافہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا حالانکہ دلائل سے ثابت ہے کہ یہ اضافہ سرکار دوعالم ﷺ نے خود فرمایا۔

انگوٹھے چومنا: اذان سن کر جواب دینا سنت ہے اور حضور ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومنا اور انہیں آنکھوں سے لگانا مستحب اور سنتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے:

"درمحیط آوردہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم بمسجد در آمد و نزدیک ستون بنشست وصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربرابر آں حضرت نشستہ بود بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ برخاست و باذان اشتغال فرمود چوں گفت اشھد ان محمد رسول اللہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہردو ناخن ابہامین خود را بر ہر دو چشم نہادہ گفت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ چوں بلال رضی اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تعالیٰ عنه فارغ شدحضرت رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم فرموده که یاابا بکرهر که بکندچنیں که تو کردی خدائے بیامرزد گناهان جدیدوقدیم اورااگر بصمدبود باشد اگر بخطاء"

(تفسیر روح البیان از علامہ اسماعیل حقی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ)

"محیط میں ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ ﷺ کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر اذان دینا شروع کی۔ جب انہوں نے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور "قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" کہا۔

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!

"اے ابوبکرؓ! جو شخص ایسا کرے جیسا تم نے کیا ہے تو خدائے تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔"

2: "حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قوت القلوب میں ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں۔!

"پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بمسجد درآمد دررہِ محرم وبعدازآنکہ نماز جمعہ ادا فرمودہ بودنزدیک استوانہ قرارگرفت وابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظہرا بہامین چشم خودرامسح کردوگفت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ وچوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ازاذان فراغتی روئے نمود حضرت رسول اللہ ﷺ فرمودہ کہ ای ابا بکر ہر کہ بگوید آنچہ تو کردی خدائے درگزارد گناہان ویرا آنچہ باشد نو وکہنہ خطا وعمد ونہاں وآشکارا۔"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''رسول اللہ ﷺ محرم کی دس تاریخ کونمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے مسجد تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب تشریف فرما ہوئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں حضور ﷺ کا نام سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر لگایا اور کہا!

''قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ'' (یارسول اللہ ﷺ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔)

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''اے ابوبکر! جوشخص تمہاری طرح میرا نام سن کر انگوٹھے اپنی آنکھوں پر لگائے اور جوتم نے کہا وہ کہے یقیناً اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے نئے اور پرانے، ظاہر اور باطنی گناہ معاف فرمادے گا۔''

(قوت القلوب، از امام محمد بن علی المکی)(تفسیر روح البیان، جلد 4، صفحہ 648، از علامہ اسماعیل حقی)

3: امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ'' جوشخص مؤذن سے ''اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًارَّسُوْلُ اللّٰهِ'' سن کر کہے ''مَرْحَبًا بحبيبتي عَيْنِيْ مُحَمَّدبن عَبْدِاللهِ ﷺ'' پھر دونوں انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر رکھے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور اسکی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔''

(المقاصد الحسنۃ، صفحہ 341)

4: علامہ امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ دیلمی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے......

'' لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَقَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمِلَتَيْنِ السَّبَابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ فَقَالَ ﷺ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَافَعَلَ خَلِيْلِي فَقَدْحِلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ.''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''جب مؤذن (حضرت بلال ﷜) کو ''اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًارَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کہتے سنا تو آپ نے بھی یہی الفاظ پڑھے اور اپنے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں سے لگائے تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا! ''جو آدمی میرے اس پیارے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی طرح کرے گا اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔''

(القاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرہ علی السنۃ) (سیرۃ حلبیہ، دیلمی)

5: شرح نقایہ میں ہے:

''وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَالثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةَ عَيْنِىْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ يُقَالُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَى الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ عليه السلام يَكُوْنُ لَهٗ قَائِدًا اِلَى الْجَنَّةِ''

(ردالمختار شرح درمختار، جلد 1، صفحہ 370)

''اور جان لو کہ بیشک اذان کی پہلی شہادت (اشهدان محمدا رسول الله) سننے پر ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ'' پڑھنا اور دوسری شہادت سننے پر قُرَّةَ عَيْنِىْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے۔ پڑھنے والا پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن (چوم کر) اپنی آنکھوں سے لگائے اور یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ'' حضور ﷺ ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔''

6: مالکی مذہب کی مشہور و معروف کتاب ''کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیر وانی'' کے صفحہ نمبر 169 اور شافعی مذہب کی مشہور ترین کتاب ''اعانۃ الطالبین علی حد الفاظ فتح المعین'' کے صفحہ 247 میں ہے کہ ''جب اذان میں حضور کا نام نامی سنے تو درود پڑھے:

''ثُمَّ يُقَبِّلُ اِبْهَامَيْهِ وَيَجْعَلُهُمَا عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمَّ وَلَمْ يَرْمِدْ اَبَدًا۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''پھر انگوٹھے چومے اور ان کو آنکھوں پر رکھے تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ ہی کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی۔''

(کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی، صفحہ نمبر 169)

(اعانۃ الطالبین علی حد الفاظ فتح المعین، صفحہ 247)

7: فتاویٰ شامی میں ہے:

''وَيُسْتَحِبُّ اَن يُّقَالَ عِنْدَسَمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ) وَعِنْدَالثَّانِيَةِمِنْهَاقُرَّةُعَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ)ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ بَعْدَ دَفْعِ ظَفْرِي الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُوْنُ قَائِداً لَّهٗ اِلَى الْجَنَّةِ كَذَافِيْ كَنْزِ الْعِبَادِ قُهُسْتَانِي وَنَحْوِهٖ فِي الْفَتَاوٰى الصُّوْفِيَّةِ وَفِي الْفِرْدَوْسِ مَنْ قَبَّلَ ظَفْرِي الْاِبْهَامَيْهِ عِنْدَ سَمَاعِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداًرَّسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْاَذَانِ اَنَاقَاعِدُهٗ وَ مُدْخِلُ فِيْ صُفُوْفِ الْجَنَّةِوَتَمَامِهٖ فِيْ حَوَاشِي الْبَحْرِلَكَ رَمْلِيْ''

(ردالمختار شرح درمختار، جلد 1، باب الاذان، صفحہ 370)(الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ 111)

''اذان کی پہلی شہادت پر''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ'' کہنا اور دوسری شہادت کے وقت''قُرَّةُعَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ'' کہہ کر ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر رکھنا مستحب ہے۔ جو کوئی یہ کام کرے اور آنکھوں پر ناخن رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھے:''اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ'' تو حضور ﷺ اس کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔اسی طرح کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ میں ہے۔ کتاب الفردوس میں حضور ﷺ کی حدیث منقول ہے کہ''حضور ﷺ نے فرمایا!''مَنْ قَبَّلَ ظَفْرِي الْاِبْهَامَيْهِ عِنْدَ سَمَاعِ اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّداًرَّسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْاَذَانِ اَنَاقَاعِدُهٗ وَ مُدْخِلُ فِيْ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صَفُوْفِ الْجَنَّۃِ"''جس شخص نے اذان میں'' اَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًارَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کے الفاظ سن کر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما تو میں اس کا راہنما بنوں گا اور اسکو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔'' اس مسئلہ کی پوری تفصیل وتحقیق کنز الدقائق کی شرح بحر الرائق کے حواشی رملی میں ہے۔''

(ردالمحتار شرح درمختار، جلد 1، باب الاذان، صفحہ 370) (الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ 111)

8: علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی معتبر و مستند اور شہرۂ آفاق تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:

''وَفِیْ قَصَصِ الْاَنْبِیَاءِ وَغَیْرِھَااَنَّ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَشْتَاقٌ اِلٰی لِقَاءِ مُحَمَّدٍﷺحِیْنَ کَانَ فِی الْجَنَّۃِ فَاَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ ھُوَمِنْ صُلْبِكَ وَیَظْھَرُفِیْ اٰخِرِالزَّمَانِ فَسَأَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍﷺحِیْنَ کَانَ فِی الْجَنَّۃِ فَاَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ فَجَعَلَ اللّٰہُ النُّوْرَالْمُحَمَّدِیَّ فِیْ اَصْبِعِہِ الْمُسَبِّحَۃِفَلِذٰلِكَ سَمِعَتْ تِلْكَ الْاَصْبَعِ مُسَبِّحَۃِ کَمَافِی الرَّوْضِ الْفَائِقِ اَوْاَظْھَرَاللّٰہُ تَعَالٰی جَمَالَ حَبِیْبِہٖ فِیْ صِفَاءِ ظَفْرِیْ اِبْھَامَیْہِ مِثْلُ الْمِرْاٰۃِفَقَبَّلَ اٰدَمُ ظَفْرِیْ اِبْھَامَیْہِ وَ مَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْہِ نَصَارَاَصْلًالِّذُرِّیَّتِہٖ فَلَمَّااَخْبَرَجِبْرِیْلُ النَّبِیَّ ﷺ بِھٰذِہِ الْقِصَّۃِقَالَﷺمَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظَفْرِیْ اِبْھَامَیْہِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْہِ لَمْ یَعْمَ اَبَدًا۔''

(تفسیر روح البیان، جلد 4، عربی صفحہ 649)

''قصصُ الانبیاء وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو رسول اللہ ﷺ سے ملنے کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں نور محمدی ﷺ کو چمکایا تو اس نور نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی۔ اسی لیے اس انگلی کا نام شہادت کی اُنگلی رکھا گیا جیسا کہ روضُ الفائق میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جمال کوحضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثلِ آئینہ ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرا، یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب جبریل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کواس بات کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا! مَنْ سَمِعَ اِسْمِی فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظَفَرِیْ اِبْهَامَیْهِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَعْمِ اَبَدًا'' ''جوشخص اذان میں میرانام سنے اوراپنے اُنگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ کبھی بھی اندھانہ ہوگا۔''

(تفسیر روح البیان، جلد 4، عربی صفحہ 649)

بعض کوڑھ مغز صرف شانِ رسالت سے متعلق روایات سن کرفوراً کہہ دیتے ہیں!

''هٰذَاحَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ''

''یہ حدیث ضعیف ہے۔''

یہ ان کی بدقسمتی کی دلیل ہے، ورنہ ہر حدیثِ رسول ﷺ ضعیف کیسے ہوسکتی ہے؟

حدیثِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند موقوف صحیح ہے۔

چنانچہ امام ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''قُلْتُ وَاِذَاثَبَتَ رَفْعُهُ اِلَی الصِّدِّیْقِ الْاَکْبَرِرَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَیَکْفِی لِلْعَمَلِ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامِ''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّةِالْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ ○''

(الموضوعات الکبیر، صفحہ 64 از امام ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ)

''میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے تو عمل کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِالْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ'' ''تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پرعمل کرنالازم ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

معلوم ہوا کہ یہ حدیث موقوف صحیح ہے، کیونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس کی سند ثابت ہے اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت سنتِ رسول ﷺ ہے۔

دانش مند حضرات کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے لیکن بے عقل کو حوالوں کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ اپنے عمل کے ثبوت میں ہم اہل سنت کے پاس ہزاروں حوالجات ہیں جن میں چند ایک یہ ہیں:

منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین، از اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ

جاء الحق وزہق الباطل، از مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ

روح البیان، از امام اسماعیل حقی، جلد 4، صفحہ 648،649

المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی السنۃ، از امام شمس الدین سخاوی

موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ، از ابو العباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی

رد المختار شرح درمختار، از علامہ شامی، جلد 1، صفحہ 370

الطحطاوی علی مراقی الفلاح، از علامہ طحطاوی، صفحہ 111

شرح الکبیر، از امام قہستانی

کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی، صفحہ نمبر 169

اعانۃ الطالبین علی حد الفاظ فتح المعین، صفحہ 247

نہج السلامۃ فی تقبیل الابہامین فی الاقامۃ، صفحہ 4

حلیۃ الاولیاء، از امام ابو نعیم، جلد 4، صفحہ 42

سیرۃ حلبیہ، جلد 1، صفحہ 85

الموضوعات الکبیر، از ملا علی قاری، صفحہ 64

اذان اور اقامت میں فرق:

☆: ''اقامت اذان کی ہی طرح ہے البتہ اس میں حی علی الفلاح کے بعد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دو بار قد قامت الصلوٰۃ کہے۔ اذان کو ٹھہر ٹھہر کر لمبا کر کے پڑھے اور اقامت (تکبیر) کو تیزی سے کہے۔''

اقامت کے کلمات اذان کی مانند ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اذان کے کلمات ترسل سے ادا کئے جاتے ہیں اور اقامت کے کلمات حدر سے۔ ترسل کا معنی ہے:

''لمبا کرکے' ٹھہر ٹھہر کے' الگ الگ کرکے ادا کرنا۔''

اور حدر کا معنی ہے:

''تیزی اور روانی سے ادا کرنا۔''

اقامت میں حدر اس لیے ہے کہ لوگ جلدی سے جماعت کی نماز میں داخل ہو جائیں۔

اذان اور اقامت قبلہ رُو ہو کر کہے:

☆: اذان و اقامت دونوں میں اپنا منہ قبلہ کی طرف رکھے۔ جب حی علی الصلوٰۃ اور اور حی علی الفلاح پر پہنچے تو اپنے چہرے کو دائیں بائیں پھیرے۔''

اذان اور اقامت کہتے ہوئے منہ قبلے کی طرف کرنا چاہئے۔ اگر قبلے کے علاوہ کسی اور طرف رُخ کیا تو یہ آداب اذان کے خلاف ہوگا اور ایسا کرنا مکروہ ہوگا۔

حی الصلوٰۃ اور حی الفلاح کہتے ہوئے چہرہ دائیں اور بائیں کرنا چاہیے تاکہ اذان کا جو مقصد ہے یعنی غائب لوگوں کو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آگاہ کرنا' وہ پورا ہو سکے۔ صرف چہرہ ہی پھیرے' قدم اپنی جگہ قائم رہیں اور سینہ بھی۔ اقامت چونکہ صرف حاضرین کے لیے ہوتی ہے اس لیے اس میں دائیں بائیں چہرہ نہ پھیرنا چاہئے۔

اقامت میں حی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ کہے۔

قضا نماز کے لیے اذان:

☆: فوت شدہ نمازوں کے لیے بھی اذان دے اور اقامت کہے۔''

جو نماز فوت ہو جائے اُس کے لیے اذان اور اقامت کہنا چاہئے کیونکہ رسول اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ﷺ کا عمل اس پر ثابت ہے۔ ابوداؤد، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں لیلۃ التعریس والی حدیث اس پر شاہد ہے۔

یہ حدیث عبداللہ بن مسعود، عمران بن حصین، حضرت بلال اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

حدیث لیلۃ التعریس: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے لمحات سرورِ کائنات ﷺ کے زیرِ سایہ بسر ہوئے۔ ان میں بہت سارے واقعات درپیش آئے جن میں سے ایک قصہ لیلۃ التعریس کا بھی ہے۔ تعریس رات کے آخری حصہ میں مسافر کے سونے کے لیے سواری سے اُترنے اور ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور اکرم ﷺ پر غزوہِ خیبر کی واپسی میں ایک رات سفر میں نیند کا غلبہ ہوا تو حضور ﷺ نے آخر شب میں خواب و استراحت کے لیے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا!

''کہ ہم سو جائیں تو ہمارے لیے رات کو نگہبانی کرنا اور جاگتے رہنا۔''

جب صبح ہو جائے۔ ہمیں بیدار کر دینا تاکہ صبح کی نماز ہاتھ سے نہ جائے۔

حضور ﷺ نے نمازِ تہجد سونے سے پہلے ادا فرمالی تھی۔ یہاں تک کہ نیند کا غلبہ ہوا کہ اس نے مہلت نہ دی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب بیداری کے لیے آمادہ ہوئے اور نماز میں مشغول ہو گئے اور اتنی نمازیں پڑھیں جتنی خدا نے ان کو توفیق دی۔ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو نیند سے بیدار کرنے کا یہ بارِ گراں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن پر پڑا۔ جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کجاوے سے ٹیک لگالی اور طلوعِ فجر کی طرف متوجہ ہوئے اور غور سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ بوجھل ہونے لگی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور بے اختیار نیند آ گئی۔ حالانکہ آپ اپنے اونٹ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔

ایک روایت کے مطابق اپنی دستار کھول کر اس سے احتباء کیا۔ چنانچہ نہ حضور ﷺ بیدار ہوئے اور نہ ہی کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور حضور ﷺ سونے اور نماز کے فوت ہو جانے سے حق تعالیٰ کے جلال سے اور اس کی تجلی سے ڈرے۔ حضور ﷺ کے بعد اور حضرات بھی بیدار ہوئے۔

حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی اور فرمایا!

''اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ کیا ہوا تم کیوں سو گئے تھے؟''

اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

''میں کیا عرض کروں، مجھے بھی اس نے آ گھیرا تھا جس نے آپ ؐ کو گھیرا تھا اس قوت بیداری کے باوجود جو آپ ؐ کو حاصل ہے۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا!

''بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس شیطان آیا حالانکہ وہ نماز میں کھڑے تھے۔ شیطان نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور انہیں اس طرح تھپک تھپک کر سلا دیا جس طرح بچے کو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سو گئے۔''

اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے ان کے سو جانے کی کیفیت دریافت فرمائی تو انہوں نے ویسا ہی عرض کیا جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا۔ (یہ سن کر) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا!

''اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْحَقُّ''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔''

اس کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا!

''اپنے اونٹوں کو یہاں سے اٹھا کر لے چلو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنے اونٹوں کو اٹھایا اور وہاں سے چل دیے۔ کچھ آگے جا کر اذان واقامت کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی گئی۔

(المشکوۃ المصابیح، باب الاذان، الفصل الثانی) (مرأۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 398)

وہابیوں، دیوبندیوں اور مودودیوں کے اس واقعہ کو لے کر حضور ﷺ کے علم وعمل پر اکثر یہ اعتراض ہوتے ہیں:

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا کہ میری نماز قضاء ہو جائے گی تو سرے سے ہی نہ سوتے؟

جواب: لاعلمی کی تہمت تو خیر خانہ ساز ہے کیونکہ مشکوۃ شریف میں دونوں روایات موجود ہیں۔ دوسری میں حضور ﷺ نے آرام فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملہ حالات دیکھے اور پھر من وعن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا دیئے جیسا کہ اوپر گزرا اور پھر اسی معجزہ اور خبر غیبی کی تصدیق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اشھدانك رسول اللہ والحق''

اور یہ معجزہ دیکھنے کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا معمول تھا کہ وہ اسی طرح کے الفاظ پڑھا کرتے تھے۔

اگر اسی کا نام لاعلمی ہے تو پھر علم اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا بلکہ شرم وحیاء کی آنکھ اور حق شناس عقل نصیب ہو تو یہاں علم غیب کا اتنا زبردست ثبوت ہے کہ معمولی سی سمجھ رکھنے والا آدمی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ حضور ﷺ نے نہ صرف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوائف بتائے بلکہ وہ ابلیس اور اس کی کارروائی (جسے کوئی نہیں دیکھ سکتا وہ) بھی حضور ﷺ نے بتا دی۔ اس سے زیادہ علم غیب اور کون سا ہوگا؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ان راوایات پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات ''مراۃ المناجیح''، جلد 1، صفحہ نمبر 398 تا 402 میں مذکور ہیں۔

کئی قضاء نمازوں کے لیے:

☆: ''اگر کئی نمازیں فوت ہوجائیں تو پہلی کے لیے اذان دے اور اقامت کہے اور دوسری میں اسے اختیار ہے چاہے تو اذان واقامت کہے اور چاہے تو صرف اقامت پر ہی اکتفا کرے۔''

اگر کئی نمازیں فوت ہوجائیں تو پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت دونوں کہی جائیں اور دوسری کے لیے اختیار ہے، چاہیں تو اذان اور اقامت دونوں کہیں اور چاہیں تو صرف اقامت کہیں۔ وجہ یہ کہ اذان غائب لوگوں کی اطلاع کے لیے ہوتی ہے۔ اور یہ مقصد پہلی اذان سے حاصل ہوچکا ہے' اور اقامت حاضرین کے لیے ہوتی ہے تاکہ وہ صف بندی کرلیں اور نماز کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔

اذان اور اقامت کے لیے وضو کی شرط:

☆: ''بہتر ہے کہ اذان واقامت وضو سے کہے اور اگر وضو کے بغیر بھی اذان دے دے تو جائز ہے اور بے وضو اقامت کہنا مکروہ ہے۔ نیز جنابت کی حالت میں اذان کہنا بھی مکروہ ہے۔''

ناپاک آدمی کا اذان دینا مکروہ ہے اگرچہ اعلان یعنی اطلاع دینے کا مقصد حاصل ہوجاتا ہے مگر حالت جنابت میں اقامت حرام ہے کیونکہ اقامت عام طور پر مسجد میں ہوتی ہے اور حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

وقت سے پہلے اذان نہیں:

☆: ''کسی نماز کا وقت ہونے سے پہلے اذان نہ دے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر اس سے مستثنیٰ ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے اذان نہیں دینا چاہیے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہی ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر کی اذان طلوع فجر سے پہلے بھی دی جاسکتی ہے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان فجر صبح طلوع ہونے سے پہلے دیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے:

''ان بلالا یوذن بلیل''

''حضرت بلالؓ رات کے وقت اذان دیا کرتے تھے۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اذان تہجد کے لیے ہوتی تھی اور یہ کہ یہ اذان رمضان میں ہوتی تھی لوگوں کو جگانے کے لیے اور سحری تناول کرنے کے لیے۔ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسی اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان پر دوسری اذان دلوائی۔

نصب الرایہ میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فجر سے پہلے والی اذان صرف رمضان المبارک میں ہوتی تھی تاکہ لوگ جاگ اٹھیں اور تہجد پڑھنے والے سحری کھالیں۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۳

نماز سے پہلے کی شرائط

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

شرائطِ نماز

شروط شرط کی جمع ہے اور شرط وہ ہوتی ہے جس کا وجود کسی چیز کے لیے لازم ہوتا ہے۔ جب شرط نہ پائی جائے تو مشروط بھی ناپید ہو جاتا ہے۔نماز کے لیے دو قسم کی شرطیں ہیں جو نماز میں داخل ہونے سے پہلے ضروری ہیں۔ ان کو نماز کے فرائض بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی تعداد چھ ہے۔ دوسری قسم کے فرائض نماز کے اندر ہیں۔

نماز کے اندر بھی چھ فرائض ہیں اور نماز کے باہر بھی چھ۔

بیرونی فرائض یہ ہیں:

1: جسم کا پاک ہونا۔

2: کپڑوں کا پاک ہونا۔

3: جگہ کا پاک ہونا۔

4: ستر کا چھپانا۔

5: قبلہ کی طرف رخ کرنا۔

6: نیت کرنا۔

اگر شرائط نماز میں سے کوئی ایک شرط پوری نہ ہو تو نماز کو شروع ہی نہیں کیا جا سکتا۔

نماز کے وجوب کے لیے بھی چار چیزیں لازم ہیں:

1: اسلام

2: ہوش وحواس کی درستگی۔

3: بالغ ہونا۔

4: نماز کا وقت ہونا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز میں دخول کی شرائط

"یجب علی المصلِّی ان یقدّم الطھارۃ من الاحداث والانجاس علی ماقدمناہ ویسترعورتہ والعورۃ من الرجل ماتحت السرّۃ الی الرکبۃ والرکبۃ عورۃ دون السرۃ وبدن المرءۃ الحرۃ کلہ عورۃ الا وجھھا وکفیھا وماکان عورۃ من الرجل فھوعورۃ من الامۃ وبطنھاوظھرھاعورۃ وماسوی ذلک من بدنھا لیس بعورۃ ومن لم یجدمایزیل بہ النجاسۃ صلّی معھا ولم یعدومن لم یجدثوباصلی عریانا قاعدایؤمی بالرکوع والسجود فان صلی قائمااجزأہ الاول افضل وینوی للصلوٰۃ التی یدخل فیھا بنیۃ لایفصل بینھاوبین التحریمۃ بعمل ویستقبل القبلۃ الاان یکون خائفا فیصلی الی ایّ جھۃٍ قدر فان اشتبھت علیہ القبلۃ ولیس بحضرتہ من یسئلہ اجتھدوصلّی فان علم انہ اخطابعد ما صلی فلااعادۃ علیہ وان علم ذلک وھوفی الصلوٰۃ استدارالی القبلۃ وبنی علیھا۔"

"نمازی پر واجب ہے کہ وہ اندرونی اور بیرونی نجاستوں سے جسم کو پاک کرنے کا عمل نماز سے پہلے کرے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور جسم کے ڈھانپنے والے اعضاء کو چھپائے اور مرد کے ڈھانپنے والے اعضاء ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہیں اور گھٹنے ڈھانپنے والے اعضاء میں شامل ہیں سوائے ناف کے (یعنی ناف شامل نہیں) اور آزاد عورت کا سارا جسم ہی ڈھانپنے کے لائق ہے سوائے اس کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے۔ جو ہے ڈھانپنے والا حصہ مرد کا ہے وہی لونڈی کا ہے اور اس کا پیٹ اور پشت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بھی ستر میں شامل ہیں اور اس کے سوا باقی جسم کا حصہ ستر میں شامل نہیں۔ جو شخص ایسی چیز نہ پائے جس سے غلاظت دور کر سکے تو وہ اس غلاظت کے ساتھ ہی نماز پڑھے اور بعد میں نماز کو نہ لوٹائے اور جس کو کپڑا نہ مل سکے وہ ننگے ہی بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور رکوع وسجود اشاروں سے کرے۔ پس اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو یہ اس کے لیے کافی ہو گا اور پہلی بات (بیٹھ کر نماز پڑھنا) افضل ہے۔ نماز کو شروع کرنے کے لیے ایسی نیت کرے کہ اس نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کوئی فاصلہ ڈالنے والا فعل نہ ہو اور نماز کے لیے قبلہ رخ ہو سوائے اس کے کہ وہ خوف کی حالت میں ہو۔ اگر خوف کی حالت میں ہو تو وہ جس سمت بھی رخ کر سکتا ہو کر لے۔ پس اگر اسے قبلہ مشتبہ ہو جائے اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ ہو جس سے وہ اس کی بابت پوچھ ہی لے تو پھر وہ اپنی رائے سے کام لے اور نماز پڑھے۔ پس اگر نماز پڑھنے کے بعد اسے معلوم ہو کہ اُس نے قبلہ کے رخ کے بارے میں غلطی کی تھی تو اس پر نماز دوبارہ پڑھنا لازم نہیں اور اگر اُسے نماز کے دوران میں ہی معلوم ہو جائے تو پھر وہ قبلہ کی طرف گھوم جائے اور باقی ماندہ نماز کی بنیاد پڑھی گئی نماز ہی پر رکھے۔''

مفردات:

یقدم: مقدم کرتا ہے۔ پہلے لاتا ہے۔

الاحداث: وہ پلیدی جو جسم سے خارج ہو۔ مثلاً پیشاب، پاخانہ اور خون وغیرہ۔ الاحداث حدث کی جمع ہے۔

الانجاس: وہ غلاظت جو باہر سے انسان کے جسم پر لگے۔ الانجاس نجاسۃ کی جمع۔

یستر: وہ ڈھانپتا ہے۔

العورۃ: وہ چیز یا جگہ جس کا چھپانا ضروری ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

السرۃ: ناف۔

الرکبۃ: گھٹنا۔

الحرۃ: آزادعورت۔ جولونڈی نہ ہو۔

الامۃ: لونڈی۔ جوآزادنہ ہو۔

بطن: پیٹ۔

ظھر: پیٹھ۔

لم یجد: نہ پائے۔

عاد: یعود عودا: نہ لوٹائے۔

عریانا: ننگا۔

یومی: وہ اشارہ کرتا ہے۔

اجزاہ: اس کے لیے کافی ہے۔

ینوی: وہ نیت کرتا ہے یا کرے گا۔

لایفصل: فصل یفصل سے ماخوذ ہے۔ نہ الگ کرے۔ نہ جدا کرے۔

یستقبل: سامنے رکھتا ہے۔

خائفا: خوف رکھنے والا۔ اسم فاعل۔

قدر: قادرہوا۔

اشتبھت: مشتبہ ہوجائے۔ سمت قبلہ معلوم نہ ہو۔ صیغہ فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مزید فیہ از باب افتعال۔

اجتھد: کوشش کرے۔

استدار: گھوم جائے۔

بنی: بنا کرے۔ نماز کے پہلے حصے کے ساتھ ملادے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسائل ودلائل

پاکیزگی:

☆: ”نمازی پر واجب ہے کہ وہ اندرونی اور بیرونی نجاستوں سے جسم کو پاک کرنے کا عمل نماز سے پہلے کرے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔“

سب سے پہلے نمازی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا جسم اور لباس تمام ناپاکیوں اور پلیدیوں سے پاک اور صاف ہو۔ احداث جمع حدث کی ہے۔اور حدث اندرونی ناپاکی کی کیفیت کو کہتے ہیں ۔ انجاس نجاسۃ کی جمع ہے اور نجاست ظاہری پلیدی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

حدث کی دو قسمیں ہیں:

1: حدث اکبر۔

2: حدث اصغر۔

حدث اکبر جنبی ہونے کی حالت (جس پر غسل واجب ہو) کا نام ہے اور حدث اصغر بے وضو ہونے کی حالت کا نام ہے۔نماز کے لیے دونوں قسم کی ناپاکی سے مبرا ہونا لازم ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید کی درج ذیل آیت میں حدث اکبر کا بیان ہے:

”وان کنتم جنبا فاطھروا“

”اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ۔“

قرآن مجید کی درج ذیل آیت مبارکہ میں حدث اصغر سے پاکیزگی کی تاکید کی گئی ہے:

”یاایھاالذین اٰمنوااذاقمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارْجُلِکُمْ الی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الکعبین‘‘(المائدہ ۵ : ۶)

’’اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ تم اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو۔‘‘

کپڑوں کی طہارت کے لیے سورۃ المدثر میں یوں حکم ہے:

’’وثیابك فطهر‘‘ (المدثر ۷۴ : ۴)

’’اے نبیؐ! اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔‘‘

اس کے علاوہ متعدد احادیث نبویہ میں بھی کپڑوں کی صفائی کی تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

سترعورت:

☆: ’’نماز پڑھنے والا جسم کے ڈھانپنے والے اعضاء کو چھپائے اور مرد کے ڈھانپنے والے اعضاء ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہیں اور گھٹنے ڈھانپنے والے اعضاء میں شامل ہیں سوائے ناف کے (یعنی ناف شامل نہیں) اور آزاد عورت کا سارا جسم ہی ڈھانپنے کے لائق ہے سوائے اس کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے۔ جو بے ڈھانپنے والا حصہ مرد کا ہے وہی لونڈی کا ہے اور اس کا پیٹ اور پشت بھی ستر میں شامل ہیں اور اس کے سوا باقی جسم کا حصہ ستر میں شامل نہیں۔‘‘

ستر کو ڈھانپنا بھی فرائض میں سے ہے۔ ’’عورت‘‘ کے معنی جسم کا وہ حصہ ہے جسے چھپائے رکھنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ مرد کے لیے ستر کی حدود گھٹنے سے لے کر ناف تک ہیں۔ گھٹنہ ستر میں داخل اور ناف خارج ہے۔

چنانچہ دارقطنی میں حدیث ہے:

’’ماتحت السرة الى الركبة من العورة۔‘‘

’’ناف کے نیچے سے گھٹنے تک شرمگاہ ہے۔‘‘

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسی طرح کا مضمون سنن ابی داؤد اور مسند امام احمد کی احادیث میں بھی ہے۔

آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے' صرف ہاتھ' پاؤں اور چہرہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں ہے:

''ان الجارية اذاحاضت لم تصلح ان يرى منها ال اوجهها ويدايها۔''

''جب لڑکی جوان ہوجائے تو اُس کے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ کوئی چیز ظاہر نہ ہونی چاہئے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قرآن مجید کی اس آیت '' وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّامَاظَھَرَ مِنْھَا'' (النور ۲۴ :۳۱) کی تفسیر میں فرماتی ہیں:

''ماظهر منها سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں۔''

(سنن بیہقی)

سنن ترمذی، مسند ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان نے روایت کیا ہے:

''المرأةُ عورة مستورة''

''عورت کا پورا جسم چھپانے کی چیز ہے۔''

یاد رہے کہ یہ روایات نماز میں ستر ڈھانپنے سے متعلق ہیں۔ ان میں پردے کا ذکر نہیں کیا جارہا ہے۔ پردے کا تذکرہ قرآن مجید کی اس آیت:

''یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ'' (الاحزاب ۳۳ : ۵۹)

''اپنی چادریں اپنے جسم پر لپیٹ کر چلیں۔''

میں ہے اور وہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔

لونڈی کا ستر وہی ہے جو مرد کا ہے مگر اُس کا پیٹ اور اس کی پیٹھ بھی ستر میں داخل ہے۔

کپڑے پاک نہ ہوں تو:

☆: ''جو شخص ایسی چیز نہ پائے جس سے غلاظت دور کر سکے تو وہ اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

غلاظت کے ساتھ ہی نماز پڑھے اور بعد میں نماز کو نہ لوٹائے۔''

کپڑا اگر ناپاک ہو اور پلیدی زائل کرنے کے لیے پانی نہ ہو تو اسی کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس میں فقہاء نے یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر کپڑے کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اس میں نماز جائز ہے اور اگر چوتھائی حصہ بھی پاک نہ ہو تو ننگا نماز پڑھنے سے بہر حال اُس میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ یہ حالتِ مجبوری کا حکم ہے چونکہ نماز ادا ہو گئی اب اس کا لوٹانا بھی ضروری نہیں۔

کپڑوں کی عدم موجودگی:

☆: ''اور جس کو کپڑا نہ مل سکے وہ ننگے ہی بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور رکوع وسجود اشاروں سے کرے۔ پس اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا اور پہلی بات (بیٹھ کر نماز پڑھنا) افضل ہے۔''

اگر کپڑا موجود نہ ہو تو ننگے بدن نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ مجبوری ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار ہی نہیں۔ نصب الرایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''اگر ایسی جگہ ہو جہاں لوگ دیکھ سکیں تو بیٹھ کر نماز پڑھے، ورنہ! کھڑے ہو کر پڑھے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

''جہاز میں نماز پڑھنے والا اور ننگا نماز پڑھنے والا دونوں بیٹھ کر نماز پڑھیں۔''

نیت:

☆: ''نماز کو شروع کرنے کے لیے ایسی نیت کرے کہ اس نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کوئی فاصلہ ڈالنے والا فعل نہ ہو۔''

جو نماز پڑھی جا رہی ہو اُس کی نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ مشہور حدیث ہے:

''انما الاعمال بالنیات''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''عملوں کا دارومدار نیت پر ہے۔''

(الصحیح البخاری)

نماز میں داخل ہونے کے لیے نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان دوسرا کوئی عمل رکاوٹ نہ بن جائے ورنہ نیت ختم ہو جائے گی اور نماز نہ ہوگی۔

نیت دل کا فعل ہے اس لیے زبان کے ساتھ نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں لیکن نیت میں یہ معین کرنا ضروری ہے کہ کون سی نماز اور کتنی رکعتیں پڑھ رہا ہے۔ البتہ نوافل میں رکعتوں کی تعداد وغیرہ کی تعین بھی ضروری نہیں۔

استقبال قبلہ:

☆: ''نماز کے لیے قبلہ رخ ہو سوائے اس کے وہ خوف کی حالت میں ہو۔ اگر خوف کی حالت میں ہو تو وہ جس سمت بھی رخ کر سکتا ہو کر لے۔ پس اگر اسے قبلہ مشتبہ ہو جائے اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ ہو جس سے وہ اس کی بابت پوچھ ہی لے تو پھر وہ اپنی رائے سے کام لے اور نماز پڑھے۔ پس اگر نماز پڑھنے کے بعد اسے معلوم ہو کہ اُس نے قبلہ کے رخ کے بارے میں غلطی کی تھی تو اس پر نماز دوبارہ پڑھنا لازم نہیں اور اگر اُسے نماز کے دوران میں ہی معلوم ہو جائے تو پھر وہ قبلہ کی طرف گھوم جائے اور باقی ماندہ نماز کی بنیاد پڑھی گئی نماز ہی پر رکھے۔''

نماز کے لیے قبلے کی طرف رُخ کرنا لازمی شرط ہے۔

چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت ہے:

''وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ۔''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 2، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر)

''اور تم جہاں کہیں بھی ہو (نماز کے لئے) اپنے چہرے کعبہ کی طرف کرلو۔''

مکہ شریف میں رہنے والوں کے لیے کعبہ شریف کو سامنے رکھنا ضروری ہے اور باہر والوں کے لیے کعبہ کی سمت کی طرف منہ کرنا لازم ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خوف کی حالت میں قبلہ رو ہونا لازمی نہیں بلکہ جس طرف بھی رخ کر سکے جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

''فاینما تولوا فثم وجہ اللہ'' (البقرہ ۲: ۱۱۵)

''تم جس طرف بھی پھرو اللہ کی ذات کو وہیں پاؤ گے۔''

خوف کی صورتیں کئی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً دشمن کا خوف، درندے کے حملہ آور ہونے کا خوف کہ اگر رخ پھیرا تو حملہ کر دے گا یا سمندر میں کسی تختے پر بیٹھا ہوا ہے اور ڈر ہے کہ قبلہ رخ ہوا تو گر جائے گا وغیرہ۔

اسی طرح اگر مریض کے لیے قبلے کی طرف چہرہ کرنا سخت مشکل ہے اور اس کا چہرہ پھیرنے والا بھی کوئی نہیں تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔

(فتح القدیر)

اگر قبلہ کی سمت میں شک پڑ جائے اور کوئی ایسا آدمی موجود نہیں جس سے قبلہ کی سمت پوچھ سکے تو خود متعین کرنے کی کوشش کرے اور نماز پڑھ لے۔ بعد میں اگر پتہ چل جائے کہ صحیح سمت کون سی ہے تو منہ موڑ لے اور باقی نماز کو پہلی نماز پر بنا کر لے۔

قبلہ مشتبہ ہونے کے متعلق نبی کریم ﷺ کے زمانے کی مثال موجود ہے۔ ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی نے کئی صحابہ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے اندھیری رات میں مختلف سمتوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے نماز دوبارہ ادا کرنے کا حکم نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز درست ہو گئی۔

نماز کے اندر کعبہ کی سمت رخ پھیرنے کا مشہور واقعہ ہے کہ جب بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ مسجد ذوالقبلتین میں نماز ادا کر رہے تھے۔ حدیث میں الفاظ ہیں:

''ندار وا کماھم''

''جس طرح وہ تھے انہوں نے رخ پھیر لیا۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یعنی صحابہ نے نماز اسی طرح جاری رکھی اور دوبارہ شروع سے ادا نہیں فرمائی۔ بناء کرنے سے مراد یہ ہے جس طرح عمارت کو بنیادوں پر تعمیر کیا جاتا ہے اسی طرح نماز کے بقیہ حصے کو پہلے سے ادا شدہ حصے پر جاری رکھا جاتا ہے اور پوری نماز نہیں لوٹائی جاتی۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب: ۴

نماز کی ادائیگی کی کیفیت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

اندرونِ نماز کی شرائط

ارکان نماز:

اس سے پہلے باب میں نماز کے اُن اُمور کا بیان ہوا ہے جو نماز کے شروع کرنے سے پہلے ضروری ہیں اور اس باب میں ان شرائط کا بیان ہے جو نماز کے اندر ہوتی ہیں۔ اُن کو ارکان نماز بھی کہتے ہیں۔ اگر ان ارکان میں سے کوئی رکن ادا نہ ہو سکے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

ارکان صلوٰۃ یہ ہیں:

1: تکبیر تحریمہ:

اللہ اکبر کہہ کر نماز کو شروع کرنا۔

2: قیام:

ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہونا۔

3: قرأت:

قرآن مجید کی تلاوت۔

4: رکوع:

اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے آپ کو اتنا جھکا دینا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

5: سجود:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر عاجزی کا اظہار کرنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

6: آخری قعدہ:

عاجزی کے اظہار کے بعد اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا اور نبی کریم ﷺ اور اللہ کے برگزیدہ بندوں پر درود وسلام اور اپنے واسطے دعا کرنا۔

ساتواں رکن: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک ساتواں رکن بھی ہے اور وہ ہے:

''خروج المصلی بصنعه عن الصلوٰة۔''

''نماز پڑھنے والے کا اپنی مرضی اور اپنے عمل سے نماز سے باہر آنا۔''

واجباتِ صلوٰۃ:

ان اعمال کا درجہ ارکان سے کم ہے کیونکہ ان کے چھوڑنے سے نماز ٹوٹتی نہیں بلکہ نماز کے اجر وثواب میں کمی واقع ہوجاتی ہے اور اسے پورا کرنے کے لیے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔

نماز کے واجبات یہ ہیں:

1: سورۂ فاتحہ کی قرأت۔

2: فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت۔

3: فرضوں کی پہلی دو رکعتوں اور سنت ونفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کا پڑھنا۔

4: قیام، رکوع اور سجود میں ترتیب رکھنا۔

5: قومہ یعنی رکوع سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر قیام کرنا۔

6: دو رکعتوں کے بعد قعدہ یا قعدہ اولیٰ کرنا۔

7: جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا۔

8: تعدیلِ ارکان یعنی نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا۔

9: جہری نمازوں میں جہر سے قرأت کرنا اور سرّی نمازوں میں آہستہ قرأت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کرنا۔

10: ہر قعدہ میں تشہد پڑھنا۔

11: السلام علیکم کہہ کر نماز سے باہر آنا۔

12: نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔

13: عیدین کی نماز میں تکبیریں کہنا۔

14: مقتدی کا امام کی اتباع کرنا۔

15: مقتدی کا امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا۔

16: سجدۂ تلاوت ادا کرنا۔

نماز کی سنتیں:

سنتوں کے ترک کرنے سے نماز میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی سجدۂ سہو ادا کرنا پڑتا ہے لیکن ان کے ادا کرنے سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور رسول اکرم ﷺ کی متابعت اور اتباع بھی ہو جاتی ہے۔ نماز میں درج ذیل سنن ہوتی ہیں:

1: تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھانا۔

2: امام کا تکبیر اونچی آواز سے کہنا۔

3: ناف پر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔

4: ثناء پڑھنا۔

5: اعوذ باللہ پڑھنا۔

6: بسم اللہ پڑھنا۔

7: فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

8: جب امام والضالین پڑھے تو آمین کہنا۔

9: مسنونہ قرأت کرنا۔

10: رکوع و سجود کے وقت تکبیر کہنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

11: رکوع وسجود میں تین بار تسبیحات پڑھنا۔

12: رکوع میں گھٹنوں کو انگلیوں سے پکڑنا۔

13: امام کا سمع اللہ اور مقتدی کا ربنا لک الحمد کہنا۔

14: منفرد کا سمع اللہ اور ربنا لک الحمد دونوں کہنا۔

15: سجدہ کرتے ہوئے ہاتھوں اور انگوٹھوں کا پیشانی سے پہلے رکھنا۔

16: سجدے میں ہاتھوں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھنا۔

17: جلسہ اور تشہد کے وقت بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھنا۔

18: جلسہ اور تشہد کے وقت دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا۔

19: اشھد ان لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے شہادت کی اُنگلی کو اٹھانا۔

20: آخری قعدہ میں درود مسنونہ پڑھنا۔

21: سلام کے وقت چہرہ دائیں بائیں پھیرنا۔

22: سلام پھیرتے ہوئے فرشتوں اور مقتدیوں پر سلام کی نیت کرنا۔

23: پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

مستحباتِ نماز:

نماز میں مستحبات کے چھوڑنے پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن ان کی ادائیگی سے اجر وثواب اور نماز کے حسن میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

نماز کے مستحبات یہ ہیں:

1: تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اگر چادر اوڑھے ہوئے ہو تو مرد اپنے ہاتھ اُس سے باہر نکال لے لیکن عورت کے لیے ہاتھ چادر کے اندر رکھنا مستحب ہے۔

2: قیام کے وقت سجدہ کی جگہ پر، رکوع میں پیروں پر، جلسے اور قعدے میں گھٹنوں پر نگاہ رکھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

3: کھانسی کو ممکنہ حد تک روکنا۔

4: جماہی کو روکنا۔

5: تین بار سے زائد رکوع وسجود میں تسبیحات پڑھنا۔

مکروہاتِ نماز:

مندرجہ ذیل اعمال سے نماز میں کراہت یعنی ناپسندیدگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے:

1: سنت طریقے کے خلاف کپڑے پہننا.

2: کپڑوں یا ہاتھوں کو جھاڑنا.

3: سجدے کی جگہ صاف کرنے کے لیے منہ سے بار بار پھونکنا.

4: بلاضرورت بالوں اور کپڑوں سے کھیلنا.

5: سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا.

6: پیشاب' پاخانہ یا ریح کے دباؤ کی حالت میں نماز پڑھنا.

7: اُنگلیاں چٹخانا.

8: نماز میں کمر یا کولہے پر ہاتھ رکھنا.

9: قبلے کی سمت سے چہرہ پھیر لینا.

10: سجدے میں کہنیوں کو زمین پر رکھنا جبکہ عورتوں کے لیے کہنیاں پیٹ سے ملا کر رکھنا افضل ہے.

11: اپنے ارادے سے جماہی لینا.

12: کسی ایسے آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جس کا چہرہ نمازی کی طرف ہو۔

13: ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

14: اگلی صف میں جگہ کے باوجود پچھلی صف میں اکیلے نماز پڑھنا۔

15: صرف پیشانی یا ناک یا عمامے پر سجدہ کرنا۔

16: بلاعذر آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

17: آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا۔

18: قرأت کا کچھ حصہ رکوع میں مکمل کرنا۔

19: کپڑے یا مصلے پر تصویریں وغیرہ بنانا۔

20: امام کے قدموں کا محراب کے اندر ہونا۔

21: نمازوں میں قرآنی آیات کی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا۔

22: نماز کی سنن میں سے کسی سنت کا ترک کرنا۔

23: سجدے کی حالت میں دونوں پاؤں کا زمین سے اُٹھانا۔

24: نماز میں انگڑائی لینا۔

25: نماز کی تسبیحات کا اُنگلیوں پر گننا۔

26: منہ میں کوئی چیز رکھ کر نماز پڑھنا۔

27: نماز میں کسی خاص سورت کا مقرر کر لینا کہ اس کے علاوہ کوئی اور سورت نہ پڑھنا۔

مفسداتِ نماز:

مفسدات نماز ے سے مراد وہ اعمال وافعال ہیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور ازسرنو نماز پڑھنا لازم ہوتا ہے۔

1: نماز میں بات چیت کرنا۔

2: دوران نماز قرآن مجید کی دیکھ کر تلاوت کرنا۔

3: نماز کی شرائط میں سے کوئی شرط پوری نہ کرنا اور اسے چھوڑ دینا۔

4: نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب ترک کر دینا۔

5: سجدہ سہو ادا نہ کرنا۔

6: فرائض نماز میں سے کوئی فرض چھوٹ جائے۔

7: بلا عذر کھانسنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

8: درد یا تکلیف کی وجہ سے رونا یا آہ بھرنا (اگر جنت اور دوزخ کے ذکر کی وجہ سے آہ نکل جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی)۔

9: ایک چنے کے برابر یا زائد چیز کا ارادے یا بھولے سے نگل جانا۔

10: بلا عذر چند قدم چلنا۔

11: کوئی ایسا عمل کرنا کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔

12: قرأت میں ایسی غلطی کرے کہ معنی بدل جائے۔

13: کھلکھلا کر ہنسنا۔

14: عورت کا مرد کے ساتھ ایک رکن کی ادائیگی جتنی دیر کھڑے رہنا۔

15: کسی لکھی ہوئی چیز کو زبان سے پڑھنا (اگر دل میں پڑھے یا صرف مطلب سمجھے تو نماز فاسد نہ ہوگی)۔

اس باب کی دو فصول ہیں:

1: ارکان نماز کے بیان میں۔

2: مستحبات، سنن اور واجبات نماز کے بیان میں۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ارکان وسنن نماز

"فرائض الصلوٰة ستّةٌ، التحريمة والقيام والقرءة و الركوع والسجودوالقعدة الاخيرة مقدارالتشهّد"ومازادعلى ذلك فهو سنة۔ واذادخل الرجل فى صلوٰته كبّرورفع يديه مع التكبيرحتى يحاذى بابهاميه شحمة اذنيه فان قال بدلامن التكبير الله اجل اواعظم اوالرحمن اكبراجزاه عندابى حنيفة و محمدرحمهماالله تعالىٰ وقال ابويوسف رحمه الله لايجوز الا ان يقول الله اكبراوالله اكبر اوالله الكبير و يعتمدبيده اليُمنىٰ على اليُسرىٰ ويضعهما تحت السرة ثم يقول سبحانك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولااله غيرك ويستعيذبالله من الشيطن الرجيم ويقرأُ بسم الله الرحمن الرحيم ويسُرّبهماثم يقرأفاتحة الكتاب و سورة معها اوثلاث آيات قصار اواية طويلة مثل اية الكرسى او آية المدينة من اى سورة شآء واذاقال الامام ولاالضالين قال أمين ويقولهاالموتم ويخفيها ثم يكبرويركع ويعتمد بيديه على ركبتيه ويفرج اصابعه ويبسط ظهره ولا يرفع راسه ولاينكسه ويقول فى ركوعه سبحان ربى العظيم ثلاثاوذلك ادناه ثم يرفع راسه ويقول سمع الله لمن حمده و يقول الموتم ربنا لك الحمدفاذااستوىٰ قآئما كبروسجدواعتمد بيديه على الارضِ ووضع وجهه بين كفيه وسجد على انفه وجبهته فان اقتصر على احد هما جازعندابى

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حنیفة رحمه الله و قالالا یجوز الاقتصارعلی الانف الامن عذر فان سجدعلی کورعمامته اوعلی فاضل ثوبه جاز ویبدی ضبعیه ویجافی بطنه عن فخذیه ویوجه اصابع رجلیه نحو القبلة ویقول فی سجوده سبحان ربی الاعلیٰ ثلاثا و ذلك ادناه ثم یرفع رأسه ویکبرواذااطمأنّ جالسا کبروسجدفاذااطمان ساجدا اکبر واستویٰ قآئماً علی صدور قدمیه ولایقعد ولایعتمد بیدیه علی الارض ویفعل فی الرکعة الثانیة مثل مافعل فی الاولیٰ الا انه لایستفتح ولا یتعوذولایرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولیٰ۔ فاذارفع رأسه من السجدة الثانیة فی الرکعة الثانیة افترش رجله الیسریٰ فجلس علیها ونصب الیمنیٰ نصباووجه اصابعه نحوالقبلة ووضع یدیه علی فخذیه ویبسط اصابعه ثم یتشهد والتشهد ان یقول التحیات للّٰهوالصلوٰات والطیبات السلام علیك ایهاالنبی ورحمة الله و برکاته السلام علینا وعلیٰ عبادالله‌الصالحین اشهد ان لآ اله الاالله‌واشهدان محمداعبده ورسوله و لا یزید علی هذافی القعدة الاولیٰ ویقرأفی الرکعتین الاخریین بفاتحة اللکتاب خاصه فاذاجلس فی اٰخر الصلوٰة جلس کماجلس فی الاولیٰ وتشهّدوصلّی علی النبی صلی الله‌علیه وسلم ودعابما شآء مما یشبه الفاظ القراٰن والادعیة الماثورة ولایدعوبما یشبه کلام الناس ثم یسلم عن یمینه ویقول السلام علیکم ورحمةالله ویسلم عن یساره مثل ذلك۔“

”نماز کے فرائض چھ ہیں۔ تکبیر تحریمہ، قیام، قرأۃ، رکوع، سجدے اور آخری قعدہ بمقدار تشہد۔ جو اس سے زیادہ ہے وہ سنت (و مستحب) ہے اور جب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آدمی اپنی نماز شروع کرے تو اللہ اکبر کہے اور اپنے دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ بلند کرے، یہاں تک کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کی لو تک برابر کردے، پس اگر اس نے اللہ اکبر کے بدلے میں اللہ اجل یا اللہ اعظم یا رحمٰن اکبر کہہ دیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ کافی ہے اور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی۔ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سوائے اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر کے کچھ اور کہنا جائز نہیں اور نمازی اپنے دائیں ہاتھ کو اوپر رکھ کر اس سے بائیں ہاتھ کو تھام لے اور دونوں ہاتھوں کو ناف سے نیچے باندھے پھر "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولااله غيرك" پڑھے۔ پھر "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھے۔ تعوذ وتسمیہ دونوں پست آواز میں کہے پھر سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ پڑھے یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت جیسے آیت الکرسی اور آیت مدینہ ہے، جس سورۃ سے چاہے پڑھے۔ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین بھی کہے۔ مقتدی بھی آمین کہے اور زیر لب کہے پھر (قرأۃ کے بعد) اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے، اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنوں پر سہارا لے، اپنی انگلیاں کھول کر رکھے، اپنی پشت کو پھیلائے اور نہ سر کو بلند رکھے نہ بہت زیادہ جھکا دے۔ اپنے رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہے۔ یہ کم از کم مقدار ہے (اس سے زیادہ جتنی بار چاہے کہے) پھر سر اٹھائے اور کہے سمع اللہ لمن حمدہ اور مقتدی ربنا لک الحمد کہے، پس جب وہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین پر سہارا لے، اپنا چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے اور ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرے۔ پس اگر دونوں میں سے کسی ایک پر بھی اکتفا کرے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سوائے عذر کے صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں۔ پس اگر اپنی پگڑی کے زائد کپڑے پر سجدہ کرے تو جائز ہے۔ اپنے دونوں بازوؤں والے پہلو کھول کر رکھے، پیٹ کو رانوں سے الگ رکھے، اپنے دونوں بازوؤں کی اُنگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف رکھے اور سجدوں میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ یہ کم از کم مقدار ہے (اس سے زیادہ جتنی بار چاہے کہے) پھر اپنا سر اٹھا کر اللہ اکبر کہے اور جب اطمینان سے بیٹھ چکے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، پس جب اطمینان سے سجدہ کرے تو اللہ اکبر کہے اور سیدھا کھڑا ہو جائے، اپنے پاؤں کے اگلے حصوں کے بل اور نہ ہی بیٹھے اور نہ ہی اپنے ہاتھوں سے زمین پر سہارا لے۔ وہ دوسری رکعت میں بھی وہی کچھ کرے جو اس نے پہلی رکعت میں کیا تھا۔ لیکن اب وہ نہ افتتاحیہ کلمات پڑھے اور نہ تعوذ و تسمیہ اور نہ ہی پہلی تکبیر کے سوا اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرے۔ پھر جب دوسری رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کو اس طرح سے کھڑا کرے کہ اس کی اُنگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ اپنے دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو پھیلائے، پھر تشہد پڑھے اور تشہد یہ ہے: ''التحیات للہ والصلوٰات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداعبدہ ورسولہ'' قعدۂ اولیٰ میں اس سے زیادہ کچھ نہ پڑھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف فاتحۃ الکتاب ہی پڑھے۔ پس جب نماز کے آخر میں بیٹھے تو اس طرح بیٹھے جیسے قعدہ اولیٰ میں بیٹھا تھا۔ تشہد پڑھے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ قرآنی الفاظ اور مسنون دعاؤں سے ملتے جلتے الفاظ میں جو دعا چاہے مانگے۔ ان الفاظ میں دعائیں نہ مانگے جو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لوگوں کے کلام سے ملتے جلتے ہوں۔ پھر اپنے دائیں جانب سلام پھیرے اور کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور پھر اپنے بائیں جانب سلام پھیرے اور یہی الفاظ (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) کہے۔

مفردات:

التشهد: تشہد التحیات للہ تا عبدہ ورسولہ پڑھنا ہے۔

یحاذی: برابر کرے۔

ابهامیه: اس کے دونوں انگوٹھے۔ یہ ابہام کا تثنیہ ہے۔

شحمة: کان کی لو۔

اجزائه: اُسے کافی ہے۔

یعتمد: سہارا لے۔

یضعهما: دونوں ہاتھ رکھ دے۔

یستعید: اعوذ باللہ پڑھے۔

یسر: آہستہ پڑھے۔

شاء: وہ چاہے۔

الموتم: مقتدی۔

یخفیها: چھپائے۔ مراد ہے آہستہ پڑھے۔

یفرج: کھول کر رکھے۔

اصابعه: اپنی انگلیاں۔ یہ اصبع کی جمع ہے۔

یبسط: پھیلا دے۔ بچھا دے۔

لاینکسه: جھکا نہ دے۔

ادناه: کم سے کم۔

استوی: ہموار ہوا یعنی سیدھا ہوا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جبهة: پیشانی۔ ماتھا۔

كور: بل یا لپیٹ۔

عمامه: پگڑی۔ پگ

فاضل: زائد۔ بچا ہوا۔

يبدی: ظاہر کرے۔

ضبعيه: دونوں بازو۔ ضبعین کا واحد ضبع ہے۔

فخذ: ران۔

يجافي: دور رکھے۔ الگ رکھے۔

يوجه: رخ کرے۔

نحو القبلة: قبلے کی طرف۔

اطمان: آرام کیا۔ مطمئن ہوا۔

صدور قدميه: سینہ۔ یہاں مراد ہے قدموں کے سروں پر سیدھا اٹھ جائے۔ صدور کا واحد صدر ہے۔

لايستفتح: افتتاح نہ کرے۔ مراد ہے سبحانك اللهم نہ پڑھے۔

افترش: فرش بنائے۔ بچھا دے۔

الادعية: دعائیں۔ یہ دعا کی جمع ہے۔

الماثورة: نقل کی گئی۔ مراد وہ دعائیں ہیں جو احادیث میں منقول ہیں۔

مسائل ودلائل

ارکانِ نماز:

☆: ”نماز کے فرائض چھ ہیں۔“

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اب ان شرائط کو بیان فرمایا ہے کہ جو نماز میں لازمی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہوتی ہیں۔ ان کو ارکان نماز بھی کہتے ہیں۔ اگر ان ارکان میں سے کوئی رکن ادا نہ ہو سکے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

صاحب قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نماز کے چھ فرائض ہیں۔ ان فرائض کی تفصیل درج ذیل ہے:

1: تکبیر تحریمہ:

اللہ اکبر کہہ کر نماز کو شروع کرنا۔

2: قیام:

ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہونا۔

3: قرأت:

قرآن مجید کی تلاوت۔

4: رکوع:

اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے آپ کو اتنا جھکا دینا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

5: سجود:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر عاجزی کا اظہار کرنا۔

6: آخری قعدہ:

عاجزی کے اظہار کے بعد اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے برگزیدہ بندوں پر درود و سلام اور اپنے واسطے دعا کرنا۔

ساتواں رکن: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک ساتواں رکن بھی ہے اور وہ ہے:

''خروج المصلی بصنعہ عن الصلوٰۃ۔''

''نماز پڑھنے والے کا اپنی مرضی اور اپنے عمل سے نماز سے باہر آنا۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تکبیر تحریمہ:

☆: ''نماز کا پہلا رکن تکبیر تحریمہ ہے۔''

نماز شروع کرنے سے پہلے ہاتھ اوپر اُٹھا کر اللہ اکبر کہنے پر وہ تمام چیزیں حرام ہوجاتی ہیں جو اس سے پہلے جائز تھیں اس لیے اس کو تکبیر تحریمہ یا تکبیر اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ ابوحمید ساعدی سے بخاری' ترمذی' ابوداؤد نے حدیث روایت کی ہے کہ حضور ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔

مستدرک' دارقطنی اور طحاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ہاتھوں کو کانوں کی لوتک لے جاتے تھے۔ امام مسلم نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے:

''رفع یدیه حتی یحاذی بهما اذنیه''

''تو اپنے ہاتھ بلند کرتے یہاں تک کہ انہیں کانوں کے برابر لے جاتے تھے۔''

اُن کی دلیل ابوحمید ساعدی کی حدیث ہے جو اُوپر بیان کی گئی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ہاتھ کی ہتھیلیاں کندھوں تک ہوں گی تو انگلیاں کانوں کے برابر پہنچ چکی ہوں گی اور اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل بھی ہوجائے گا۔ عورت کے لیے کندھوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

تکبیر کے الفاظ:

دوسرا اختلاف تکبیر تحریمہ کے الفاظ میں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک **اللہ کبر** کی بجائے اگر **اللہ اعظم یا اللہ اجل یا الرحمن اکبر** کہہ دے تو بھی درست ہے لیکن امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک **اللہ اکبر یا اللہ الکبیر** کے سوا کوئی لفظ کہنا جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''وربك فكبر'' (المدثر ۷۴: ۳)

''اپنے رب کی بڑائی بیان کرو''

اور

''وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى'' (الاعلیٰ ۸۷: ۱۵)

''اللہ کا نام ذکر کیا اور نماز پڑھی۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس لفظ سے بھی بڑائی بیان کی جائے تکبیر کا مقصد پورا ہوجاتا ہے۔

''فتح القدیر'' میں ہے کہ افضل یہی ہے کہ اللہ اکبر کہا جائے اور اسی پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔

یہ بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ آیا دوسرے الفاظ کہنے سے نماز جائز ہوجاتی ہے یانہیں۔ ورنہ! افضلیت میں کوئی اختلاف نہیں۔

قیام:

☆: ''دوسرا رکن قیام ہے۔''

قرآن مجید کی آیت ہے:

''وقوموا اللہ قانتين'' (البقرۃ ۲: ۲۲۸)

''اور اللہ کے لیے عجز و نیاز سے کھڑے ہوجاؤ۔''

ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا عجز و نیاز کی علامت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں قیام کے وقت ہاتھ ناف پر باندھنا چاہئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہاتھ سینے پر باندھنا درست ہے۔ عورت کے لیے بالاتفاق ہاتھ سینے پر باندھنا سنت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے:

''ان من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر ناف کے نیچے رکھے۔''

(سنن ابی داؤد)

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے سنت کہا ہے۔لہٰذا یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے گُٹ کی پشت پر آجائے اور چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر انہیں ایک دوسرے سے ملا دے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کھلے چھوڑ دینے چاہئیں۔

قرأت:

☆: ''تیسرا رکن قرأت ہے۔''

نماز میں قرأت کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے:

''فاقرؤا ما تیسر من القرآن'' (المزمل ۷۳ : ۲۰)

''قرآن میں سے جو آسان ہو اُس کی قرأت کرو۔''

سورۂ فاتحہ کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے اور اُس کے ساتھ قرآن مجید کی ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیات ملانا ضروری ہے۔

رکوع:

☆: ''چوتھا رکن رکوع ہے۔''

رکوع اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و نیاز کی کیفیت کا نام ہے۔ جس میں سر جھک جاتا ہے اور ہاتھ گھٹنوں پر ہوتے ہیں اور زبان پر سبحان ربی العظیم کے الفاظ تین بار کم ازکم کہے جاتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سجود:

☆: پانچواں رکن سجود ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے سامنے سر زمین پر رکھ کر پیشانی' ناک' دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے اور دونوں پیر زمین پر ٹکا کر سبحان ربی الاعلیٰ کے الفاظ کے ساتھ عاجزی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

آخری قعدہ:

☆: "چھٹا رکن آخری قعدہ ہے۔"

آخری قعدہ کی فرضیت رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد سکھانے کے بعد فرمایا:

"اذاقلت هذا اوفعلت هذا فقد تمت صلوٰتك۔"

"جب تو یہ کہہ دے یا یہ کر چکے تو تیری نماز پوری ہوگئی۔"

آپ ﷺ نے نماز کی تکمیل کو آخری قعدہ سے معلق فرمایا یہی اس کی فرضیت کی دلیل ہے۔

خروج: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کا ساتواں فرض نماز سے اپنے ارادے اور عمل سے باہر آنا ہے۔ جو دائیں اور بائیں سلام کرتے وقت اپنا چہرہ پھیرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔ یہ گویا نماز کے اختتام کا اظہار ہے۔ دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ فرض نہیں ہے۔

ثناء پڑھنا:

☆: پھر "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولااله غيرك" پڑھے۔"

تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنا چاہئے۔ ثناء کے لیے سبحانك اللهم کے الفاظ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث سے ثابت ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نمازوں میں صرف ثناء پر اکتفا کرنا افضل ہے۔ نوافل میں ثناء کے ساتھ دوسری دعائیں جو احادیث میں منقول ہیں وہ بھی پڑھنی چاہئیں۔ مثلاً: "انی وجھت وجھی للذی فطر السموت ...... الخ۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرائض اور نوافل سب نمازوں میں ثناء کے ساتھ دوسری منقولہ دعائیں پڑھنا بھی مستحب ہے۔

حدیث صحیح میں امام کو نماز میں تخفیف کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا دعاؤں میں طوالت اُس۔ روح کے منافی ہے جسے شریعت نے فرض نمازوں میں پسندیدہ قرار دیا ہے۔

اعوذ باللہ اور بسم اللہ کی قرأت:

☆: پھر "اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم" اور "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" پڑھے۔ تعوذ وتسمیہ دونوں پست آواز میں کہے۔"

ثناء کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ سے قرأت کا آغاز کرے لیکن تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"واذاقرأت القرآن فاستعذباللّٰہ من الشیطن الرجیم" (النحل ۱۶ : ۹۸)

"اور جب آپ قرآن مجید کی قرأت کریں تو تعوذ پڑھ لیا کریں۔"

بسم اللہ بھی سورۂ فاتحہ کے شروع میں موجود ہے۔ دونوں کے آہستہ پڑھنے کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرأت الحمدللّٰہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(الصحیح البخاری، باب ماىقرؤ ابعد التکبیر)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ ذکر کئے ہیں:

"فما اسمع احدا منهم يقراء بسم الله الرحمن الرحيم۔"

"میں نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔

بعض احادیث میں اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا بھی ثابت ہے لیکن وہ تعلیم پر محمول ہے۔ بعض دفعہ آپ ﷺ لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے ایسا کرتے تھے۔ جب کہ سنت دائمہ آہستہ پڑھنا تھی۔

آمین کہنا:

☆: جب امام ولاالضالین کہے تو آمین بھی کہے۔ مقتدی بھی آمین کہے اور زیرلب کہے۔"

جب امام ولاالضالین کہے تو امام اور مقتدی دونوں آمین کہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذاامن الامام فامنوا فانه من وافق تامينه تامين الملائكة غفرله ماتقدم من ذنبه"

"جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوئی ان کے پہلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔"

(الصحیح البخاری)(الصحیح المسلم)

آمین آہستہ کہنی چاہئے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آمین اُونچی آواز سے کہنا افضل ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام اور مقتدی دونوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے لیے آمین بالجہر کے قائل ہیں جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام کے لیے اُونچی اور مقتدی کے لیے آہستہ آمین کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل قرآن مجید کی آیت ہے:

''اُدعوا ربکم تضرعا وخفیۃ۔''

''اپنے رب کو عاجزی اور آہستہ سے پکارو۔''

(القرآن المجید، سورۃ الاعراف، آیت نمبر 55)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آمین بھی دعا ہے۔ لہٰذا آہستہ کہنا افضل ہے۔''

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور جب ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہا۔

''واخفی بھا صوتہ۔''

''اور آمین آہستہ آواز میں کہی۔''

(مسند امام احمد)(مستدرک للحاکم)(دار قطنی)(طبرانی)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ نماز کے متعلق ائمہ کے جس قدر اختلافات ہیں سب افضلیت اور غیر افضلیت کے بارے میں ہیں۔ ایک مجتہد آمین بالجہر کو زیادہ بہتر قرار دیتا ہے تو دوسرا آمین بالاخفاء کو اولیٰ سمجھتا ہے۔ دونوں کے نزدیک دونوں طرح جائز ہے۔ صرف ایک مسئلہ ایسا ہے جس میں اختلاف شدید ہے کہ ایک فریق اُسے جائز اور دوسرا اُسے فرض قرار دیتا ہے اور وہ مسئلہ امام کے پیچھے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ہے۔ احناف اسے جائز و واجب اور باقی تینوں امام اسے فرض کہتے ہیں۔ دونوں طرف دلائل موجود ہیں لیکن احناف کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔ ان کی کچھ تفصیل ہم نے باب القرأۃ میں دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

رکوع:

☆: ''پھر (قرأۃ کے بعد) اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے، اپنے دونوں ہاتھوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے اپنے دونوں گھٹنوں پر سہارا لے، اپنی انگلیاں کھول کر رکھے، اپنی پشت کو پھیلائے اور نہ سر کو بلند رکھے نہ بہت زیادہ جھکا دے۔ اپنے رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہے۔ یہ کم از کم مقدار ہے (اس سے زیادہ جتنی بار چاہے کہے) پھر سر اٹھائے اور کہے سمع اللہ لمن حمدہ اور مقتدی ربنا لک الحمد کہے۔''

رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نماز کے ہر خفض ورفع اور قیام وقعود میں تکبیر کہا کرتے تھے۔ نسائی نے روایت کیا ہے:

''کان النبی ﷺ تکبیر فی کل خفض ورفع وقیام وقعود۔''

اسی مضمون کی احادیث ترمذی' مسند احمد' مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی موجود ہیں۔

حالت رکوع میں رسول اللہ ﷺ اپنی پیٹھ مبارک کو اس قدر سیدھا اور برابر رکھتے تھے کہ اگر اس پر پانی بھی بہایا جاتا تو ٹھہر جاتا۔ چنانچہ حضرت وابصر بن معدرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رایت رسول اللہ ﷺ یصلی فکان اذارکع سویٰ ظھرہ حتی لوصب علیہ الماء لاستقر۔''

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ جب آپ رکوع فرماتے تو پیٹھ برابر رکھتے کہ اگر اس پر پانی بھی بہایا جاتا تو گرنے نہ پاتا۔''

ترمذی میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

''رکع ثم اعتدل فاء یصوب رأسه ولم یقنع۔''

''رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا' پھر جسم کو برابر کیا نہ تو سر کو اوپر اٹھایا اور نہ ہی نیچے جھکایا۔''

حدیث مبارکہ میں ہے:

''رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم اور سجدے میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے۔''

(سنن ابی داؤد)(سنن ترمذی)(سنن ابن ماجہ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تین مرتبہ تسبیح کہنا سنت ہے اور اس سے زیادہ کہنا مستحب۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام جب رکوع سے سر اُٹھائے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لك الحمد کہے۔ صحاح ستہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

''اذقال الامام سمع اللہ لمن حمدہ تقولوا ربنا لك الحمد''

''جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لك الحمد کہے۔

صاحبین فرماتے ہیں:

''امام سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لك الحمد دونوں کہے۔ ہاں ''ربنا لك الحمد'' آہستہ کہے۔

تعدیل ارکان:

☆: ''پس جب وہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے۔''

رکوع سے اٹھ کر تکبیر کہے' سیدھا کھڑا ہو پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں جائے۔ دونوں سجدوں کے درمیان کچھ دیر بیٹھے' اسی طرح رکوع و سجود کے درمیان کچھ دیر توقف کرے۔ اس کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔ تعدیل ارکان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نہیں لیکن امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے۔

سنن ابوداؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ایک اعرابی کا واقعہ ہے جس نے رکوع وسجود' قومہ اور جلسہ پوری طرح ادا نہیں کیا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اُسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ جب اس نے آپ ﷺ سے نماز لوٹانے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''اذاتمت الی الصلوٰۃ فکبّر ثم اقراء ماتیسرمعك من القرآن' ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم اجلس حتی تطمئن جالسا ثم افعل ذالك فی صلوٰتك کلھا۔''

''جب تو نماز کے لیے کھڑا ہوتو تکبیر کہہ پھر جو آسانی سے پڑھ سکے قرآن پڑھ۔ پھر رکوع کر یہاں تک کہ تجھے رکوع کی حالت میں اطمینان ہو جائے' پھر سر اُٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے' پھر سجدہ کرحتی کہ سجدے کی حالت میں تجھے اطمینان ہو جائے' پھر بیٹھ جا یہاں تک کہ تجھے اطمینان ہو جائے اور پھر ساری نماز میں اسی طرح کر۔''

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ارکان نماز کو اطمینان اور تسلی سے ادا کرنا ضروری ہے! ورنہ نماز باطل ہوگی اور اُسے لوٹانا ضروری ہوگا۔

سجدہ کی حالت:

☆: '' اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین پر سہارا لے، اپنا چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے اور ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرے۔ پس اگر دونوں میں سے کسی ایک پر بھی اکتفا کرے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سوائے عذر کے صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں، پس اگر اپنی پگڑی کے زائد کپڑے پر سجدہ کرے تو جائز ہے۔ اپنے دونوں بازوؤں والے پہلو کھول کر رکھے، پیٹ کو رانوں سے الگ رکھے، اپنے دونوں بازوؤں کی اُنگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف رکھے اور سجدوں میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ یہ کم ازکم مقدار ہے (اس سے زیادہ جتنی بار چاہے کہے) پھر اپنا سر اٹھا کر اللہ اکبر کہے اور جب اطمینان سے بیٹھ چکے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، پس جب اطمینان سے سجدہ کرے تو اللہ اکبر کہے اور سیدھا کھڑا ہو جائے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اپنے پاؤں کے اگلے حصوں کے بل۔''

سجدہ کرتے ہوئے دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے' دونوں پاؤں زمین پر رکھتے ہوئے ناک اور پیشانی پر سجدے کرے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف پیشانی یا صرف ناک زمین پر رکھنے سے بھی سجدہ ہوجاتا ہے لیکن صاحبین کہتے ہیں صرف ناک پر اکتفاء جائز نہیں۔ دوسری روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا صاحبین کے قول کی طرف رجوع ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''اُمرت ان اسجد علی سبعة اعظم ' علی الجمعة والیدین والرکبتین واطراف القدمین۔''

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں' پیشانی' دوہاتھ' دوگھٹنے اور دوقدموں کی اُنگلیوں پر۔''

اس حدیث میں پیشانی کا ذکر ہے مگر ناک کا نہیں۔معلوم ہوا کہ صرف ناک پر سجدہ میں اکتفاء جائز نہیں۔

''دوقدموں کی انگلیوں پر''، حدیث مبارکہ کے ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ سجدہ میں دونوں پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا اوران کے پیٹ کا زمین کے ساتھ لگنا لازم ہے۔

اگر پگڑی کے بل پر یا فالتو کپڑے پر سجدہ کرے تو بھی جائز ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے اور گرمی کی شدت سے اگر زمین پر سجدہ نہ ہوسکتا تو کپڑا اپھیلا کر اُس پر سجدہ کرلیتے۔''(صحاح ستہ)

جلسۂ اِستراحت:

☆: ''سجدے سے اُٹھتے ہوئے سیدھا کھڑا ہوجائے۔اس حالت میں نہ تو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بیٹھے اور نہ ہی ہاتھوں کا سہارا لے۔"

پہلی اور تیسری رکعت کے دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ جلسہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر بیٹھ بھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اُٹھنے کے لیے ہاتھوں کا سہارا لینا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں جب کہ باقی تینوں ائمہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔

رفع یدین:

☆: "پہلی رکعت کی پہلی تکبیر کے سوا اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند نہ کرے۔"

تکبیر کہتے ہوئے ہاتھوں کا بلند کرنا صرف پہلی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ کے لیے ہے۔ باقی تکبیرات کہتے ہوئے رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ باقی تینوں اماموں کے نزدیک رکوع کو جاتے ہوئے اور اس سے اُٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرنا چاہئے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ صحیح حدیث ہے جسے ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"الااصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

"کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھ کے نہ دکھاؤں۔"

"فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرۃ۔"

پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور پہلی تکبیر کے علاوہ ہاتھ نہ اٹھائے۔"

مسند امام اعظم میں صحیح سند کے ساتھ روایت ہے:

"ابوحنیفه قال حدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود ان رسول اللہ ﷺ کان لایرفع یدیه الا عندافتتاح الصلوٰۃ ولایعود فی شیء من ذالك۔"

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حماد نے حدیث بیان کی ان کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابراہیم نے اور ان کو علقمہ اور اسود نے اور ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ پھر ساری نماز میں ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔"

قعدہ کی صحیح کیفیت:

☆: "پھر جب دوسری رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کو اس طرح سے کھڑا کرے کہ اس کی اُنگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ اپنے دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو پھیلائے۔"

جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اُٹھائے تو بایاں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے۔ اور اس کی انگلیوں کے کنارے قبلے کی طرف ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے اور دوسرے قعدے میں اسی کیفیت سے بیٹھنا چاہئے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے قعدے میں اسی طرح بیٹھے اور دوسرے قعدے میں "تورك" کرلے۔ "تورك" یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو دائیں پاؤں کے نیچے سے نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"من سنة الصلوٰة ان تنصب القدم اليمنىٰ واستقبال اصابعه القبلة والجلوس علی اليسرىٰ۔"

"نماز کی سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرکے اس کی اُنگلیوں کو قبلہ رُخ رکھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے۔"

الصحیح البخاری کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''ان سنة الصلوٰة ان تنصب رجلك اليمنیٰ تشی اليسری۔''

''نماز کی سنت یہ ہے کہ تو دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں بچھائے۔''

تشہد:

☆: پھر تشہد پڑھے اور تشہد یہ ہے: ''التحیات للّٰہ والصلوٰات والطیبات السلام علیك ایھاالنبی ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباداللّٰہ الصالحین اشھد ان لاالہ الا اللّٰہ واشھدان محمداعبدہ ورسولہ'' قعدہ اولیٰ میں اس سے زیادہ کچھ نہ پڑھے۔ پس جب نماز کے آخر میں بیٹھے تو اس طرح بیٹھے جیسے قعدہ اولیٰ میں بیٹھا تھا۔ تشہد پڑھے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ قرآنی الفاظ اور مسنون دعاؤں سے ملتے جلتے الفاظ میں جو دعا چاہے مانگے۔ ان الفاظ میں دعائیں نہ مانگے جو لوگوں کے کلام سے ملتے جلتے ہوں۔''

جب تشہد کے لیے بیٹھے تو دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے اور انگلیاں کھول دے پھر یہ تشہد پڑھے: ''التحیات للّٰہ والصلوٰات والطیبات السلام علیك ایھاالنبی ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباداللّٰہ الصالحین اشھد ان لاالہ الا اللّٰہ واشھدان محمدا عبدہ ورسولہ'' پہلے قعدے میں اتنا ہی پڑھے، اس (عبدہ و رسولہ) سے آگے نہ پڑھے۔ دوسرے قعدہ میں اس سے آگے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر ایسی دعائیں مانگے کہ جو قرآنی الفاظ کے مشابہ ہوں۔ لوگوں کے کلام کے مشابہ دعائیں نہ مانگے۔ افضل یہ ہے کہ صرف مسنون دعائیں پڑھے۔

احناف کے نزدیک جو تشہد افضل ہے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا تشہد ہے۔ صحاح ستہ میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد سکھایا' اس وقت میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔ جس طرح کہ آپ ﷺ مجھے قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے اسی طرح آپؐ نے مجھے تشہد سکھایا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو کہے:

"التحیات للّٰہ والصلوٰات والطیبات السلام علیك ایھاالنبی ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباداللّٰہ الصالحین اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ واشھدان محمداعبدہ ورسولہ۔"

اس تشہد کے علاوہ عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے دوسرے الفاظ کے ساتھ اور بھی تشہد منقول ہیں جن کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ نے پسند کیا ہے۔ مختصر یہ کہ جو الفاظ بھی رسول اللہ ﷺ سے نقل کئے گئے ہیں وہی پڑھنے چاہئیں۔

دعائیں وہ پڑھنے چاہئیں جو قرآن مجید کے الفاظ کے مشابہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

"ان صلوٰتنالایصلح فیھا شیء من کلام الناس۔"

"بے شک ہماری نماز میں لوگوں کی گفتگو جیسی کوئی چیز مناسب نہیں۔"

سلام پھیرنا:

☆: "پھر اپنے دائیں جانب سلام پھیرے اور کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور پھر اپنے بائیں جانب سلام پھیرے اور یہی الفاظ (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) کہے۔"

آخر میں دائیں بائیں سلام پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے اور نماز سے باہر آجائے۔ امام مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کنت اری رسول اللّٰہ ﷺ عن یمینہ وعن یسار حتی اری بیاض خدہ۔"

"میں دیکھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے رُخساروں کی سفیدی نظر آتی تھی۔"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۵

قرأت کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

قرأت کے اہم مسائل

قدوری کے اکثر نسخوں میں قراءۃ کا الگ عنوان نہیں ہے بلکہ اسے پہلے باب کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ چونکہ بعض مسائل خاص طور پر قرأت سے تعلق رکھتے ہیں جن کو یہاں یکجا کر دیا ہے اس لیے الگ عنوان مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل مسائل کا تذکرہ اس باب میں ہے:

1: فجر کی نماز، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں امام بہ آوازِ بلند قرأت کرے اور آخری دو رکعتوں میں آہستہ پڑھے۔

2: اگر منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو اُسے اختیار ہے، اگر چاہے تو اُونچی آواز میں قرأت کرے اور اپنے آپ کو سنائے اور چاہے تو آہستہ قرأت کرے۔

3: ظہر اور عصر میں امام آہستہ قرأت کرے۔

4: وتر کی نماز تین رکعت ہے۔ تیسری میں رکوع سے پہلے دُعائے قنوت پڑھے۔ ان تین رکعتوں کے درمیان سلام کا فاصلہ نہیں ہے۔ وتر تمام سال اسی شکل میں ادا کئے جاتے ہیں۔

5: وتر کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۂ ملائے۔

6: جب دعائے قنوت پڑھنی ہو تو تکبیر کہہ کر ہاتھ بلند کرے اور قنوت پڑھے۔

7: وتر کے علاوہ کسی نماز میں دعا قنوت نہیں ہے۔

8: کسی نماز میں کسی خاص مقرر کردہ سورت کا پڑھنا ضروری نہیں کہ اس کے سوا کوئی اور سورت جائز ہی نہ سمجھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

9: نماز کے لیے کسی سورت کا مقرر کر لینا کہ کوئی دوسری سورت پڑھے ہی نہیں، مکروہ ہے۔

10: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں قرأت کی کم سے کم مقدار وہ ہے جسے قرآن کہا جا سکے۔

11: صاحبین کے نزدیک تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت سے کم قرأت جائز نہیں۔

12: مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔

13: جو شخص کسی دوسرے کی اقتداء میں نماز پڑھنا چاہے اُسے دو نیتیں کرنا ہوں گی۔ پہلی نماز کی نیت اور دوسری امام کی متابعت کی۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قرأت کا بیان

''ویجھربالقرأة فی الفجروفی الرکعتین الْاُوْلَیَیْنِ من المغرب والعشاء ان کان اماما ویخفی القرأة فیما بعد الاولیین وان کان منفردافھو مخیران شآء جھر واسمع نفسه وان شآء خافت ویخفی الامام القرأة فی الظھر والعصر والوترثلاث رکعات لایفصل بینھن بسلام ویقنت فی الثالثة قبل الرکوع فی جمیع السنة ویقرأ فی کل رکعة من الوتر فاتحة الکتاب وسورة معھا فاذا ارَادَا ان یقنت کبّرورفع یدیه ثم قنت ولایقنت فی صلوٰة غیرھا، ولیس فی شیء من الصلوٰة قرأة سورة بعینھا لایجوز غیرھا ویکرہ ان یتخذقرأة سورة بعینھا للصلوٰة لایقرأفیھا غیرھا وادنیٰ مایجزئ من القرأة فی الصلوٰة ما یتنا وله اسم القرآن عندابی حنیفة وقال ابویوسف ومحمد رحمھما اللّٰہلایجوز اقل من ثلاث اٰیات قصار اواٰیة طویلة ولایقراُلموتّم خلف الامام ومن اراد لدخول فی صلوٰة غیرہ یحتاج الی نیتین نیة الصلوٰة ونیة المتابعة۔''

''اگر امام ہوتو فجر کی نماز میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دورکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کرے اور پہلی دورکعتوں کے بعد پست آواز میں قرأت کرے۔ اگر اکیلانماز پڑھ رہا ہوتو اُسے اختیار ہے اگر چاہے تو اُونچی آواز میں بولے اور اپنے تئیں سنائے اور اگر چاہے تو پست آواز میں پڑھے۔ امام ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت پست رکھے۔ وتر تین رکعتیں ہیں۔ نمازی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ان رکعتوں میں سلام کے ذریعے فاصلہ نہ ڈالے اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھے اور یہ سارا سال معمول رہے۔ وتر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی ایک سورت پڑھے۔ پس جب دعائے قنوت پڑھنے لگے تو اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ بلند کرے پھر دعائے قنوت پڑھے اور وتروں کی نماز کے علاوہ کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ یہ مکروہ ہوگا کہ کسی معین سورت کو نماز کے لیے مقرر کرلے کہ اس میں اس کے سوا کوئی اور سورت نہ پڑھے۔ نماز میں کفایت کرنے والی کم ازکم قرأت اتنی ہے جسے قرآن کا نام دیا جاسکے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت سے کم پڑھنا جائز نہیں۔ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے اور جوکوئی کسی اور کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ کرے اُسے دونیتوں کی ضرورت ہے۔ ایک نماز کی نیت اور ایک امام کی متابعت اور پیروی کی نیت۔"

مفردات:

یجهر: اُونچی آواز سے پڑھے۔

منفردا: اکیلا۔ امام کے بغیر نماز پڑھنے والے کو منفرد کہا جاتا ہے۔

لایفصل: الگ نہ کرے۔ فاصلہ نہ رکھے۔

یقنت: قنت. یقنت: دعا قنوت پڑھے۔

یتناول: تناول. یتناول: حاصل کرتا ہے۔ مشتمل ہوتا ہے۔

قصار: یہ قصیر کی جمع ہے بمعنی چھوٹی۔ مختصر۔

یحتاج: وہ محتاج ہوتا ہے۔

المتابعة: پیروی۔ امام کی اطاعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسائل و دلائل

جہری اور سری قرأت:

☆: ”اگر امام ہو تو فجر کی نماز میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کرے اور پہلی دو رکعتوں کے بعد پست آواز میں قرأت کرے۔ امام ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت پست رکھے۔“

ظہر اور عصر کی نمازوں میں آہستہ قرأت، فجر کی دونوں اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلند آواز سے اور آخری رکعتوں میں آہستہ قرأت کرنا سنت متواترہ سے ثابت ہے۔

حدیث امامت جبریل علیہ السلام میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر وعصر میں آہستہ قرأت کی، مغرب کی آخری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں بھی اسی طرح آہستہ قرأت کی۔

(نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری، باب القراءۃ فی العصر میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”ہم ظہر وعصر کی نمازوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی قرأت کو آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے معلوم کرتے تھے۔“

منفرد نمازی کی قرأت:

☆: ”اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو اُسے اختیار ہے، اگر چاہے تو اُونچی آواز میں پڑھے اور اپنے تئیں سنائے اور اگر چاہے تو پست آواز میں پڑھے۔“

اکیلا نماز پڑھنے والا چونکہ خود امام اور خود ہی مقتدی ہے۔ چاہے تو قرأت بالجہر کرے یا آہستہ قرأت کرے۔ ہدایہ میں قرأت بالجہر کو افضل کہا گیا ہے تاکہ اس کی نماز

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بھی باجماعت نماز کی صورت میں ادا ہو جائے۔ منفرد چاہے تو آہستہ بھی پڑھ سکتا ہے کیونکہ بہرحال اس کے ساتھ کوئی دوسرا مقتدی تو ہے نہیں جسے وہ سنائے۔

وتر کی ادائیگی:

☆: ''وتر تین رکعتیں ہیں۔ نمازی ان رکعتوں میں سلام کے ذریعے فاصلہ نہ ڈالے اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھے اور یہ سارا سال معمول رہے۔ وتر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی ایک سورت پڑھے۔ پس جب دعائے قنوت پڑھنے لگے تو اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ بلند کرے پھر دعائے قنوت پڑھے اور وتروں کی نماز کے علاوہ کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔''

وتر کی نماز تین رکعت ہے۔ اس کا ثبوت نسائی اور مستدرک حاکم کی صحیح روایت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلاث۔''

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعتیں پڑھا کرتے۔''

مستدرک للحاکم میں یہ الفاظ ہیں:

''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث' لایسلم الا فی اخرین۔''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے' صرف آخر میں ہی سلام پھیرا کرتے۔''

سنن ترمذی' سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ نے ایک اور حدیث ذکر کی ہے۔ نسائی کے الفاظ یہ ہیں:

''کان رسول اللہ یوتر بثلاث یقرء فی الاولیٰ سبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الثانیة قل یاایھاالکافرون وفی الثالثة قل ھواللہ احدویقنت قبل الرکوع۔''

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے' پہلی رکعت میں سبح اسم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ربلك الاعلیٰ، دوسری میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔

دعائے قنوت پڑھنے سے پہلے رفع یدین کے ساتھ تکبیر پڑھنے سے متعلق اس حدیث میں صراحتاً ذکر آیا ہے:

''رفع یدین سات موقعوں پر ہے: نماز کے شروع میں' مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت' صفا اور مروہ پر قیام کرتے وقت' میدان عرفات میں رمی جمار کے دو مواقع پر اور دعائے قنوت پڑھنے سے قبل۔''

لہٰذا دعائے قنوت سے قبل ہاتھ بلند کرنا چاہیے۔

(نصب الرایہ، باب صفۃ الصلوٰۃ)

احناف کے نزدیک دعائے قنوت صرف وتروں میں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز کے بعد بھی دعائے قنوت کے قائل ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینے تک عرب کے بعض قبیلوں کے لیے بددعا کرنے کے لیے قنوت نازلہ پڑھی پھر ترک کردی۔ احناف کے ہاں عندالضرورۃ صبح کی نماز کے بعد قنوت پڑھنا مشروع ہے لیکن ہمیشہ پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

نماز میں مخصوص سورت کی قرأت:

☆: ''یہ مکروہ ہوگا کہ کسی معین سورت کو نماز کے لیے مقرر کرلے کہ اس میں اس کے سوا کوئی اور سورت نہ پڑھے۔''

کسی کا نماز کے لیے خاص سورۃ کا مقرر کرلینا کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت نہ پڑھے ''الزام مالا یلزم'' کے زمرے میں آتا ہے یعنی جو چیز دین میں لازم نہیں اس کو لازم قرار دینا۔ اور یہ بات کسی صورت جائز نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

''فاقرؤا ماتیسر من القراٰن۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''قرآن مجید میں سے جو آسان ہو اسے (نماز میں) پڑھو۔''

اس آیت سے بھی کسی سورت کو قرأت کے لیے مخصوص کر لینے کی نفی کی جا رہی ہے۔

اگر کسی سورت کو نماز کے لیے خاص کر لے اور اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ اس کے علاوہ کوئی سورت پڑھنا جائز ہی نہیں تو یہ قرآن مجید کے کچھ حصوں کو اختیار کرنے اور کچھ کو ترک کرنے کے مترادف ہوگا اور یہ حرام ہے۔

قرأت کی مقدار:

☆: نماز میں کفایت کرنے والی کم از کم قرأت اتنی ہے کہ قرآن کا نام دیا جا سکے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت سے کم پڑھنا جائز نہیں۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرأت کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ جس پر قرآن کے نام کا اطلاق ہو سکے۔ مثلاً: ''لم یلد'' کا لفظ کہ یہ سورۃ الاخلاص سے ہے یا ''مدھآمّتان'' کہ یہ سورۃ الرحمٰن کی ایک آیت ہے۔ چونکہ ان پر قرآن مجید کا نام بولا جاتا ہے اس لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں بھی ہے:

''فاقرؤا ما تیسر من القرآن'' (المزمل ۷۳ : ۲۰)

تو اس حکم کے مطابق ان کے پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔

صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول کے مطابق کم از کم تین چھوٹی آیات یا ایک لمبی آیت کی قرأت کے بغیر نماز جائز نہ ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے اور علمائے احناف کا متفقہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

قرأت خلف الامام:

☆: ''مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مقتدی کو امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت نہیں کرنی چاہیے بلکہ قرأت کرنا ممنوع ہے۔ یہ احناف کا مسلک ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام کے پیچھے مقتدی کے لیے جہری اور سری نمازوں میں قرأت کو واجب بلکہ فرض قرار دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سری نمازوں میں قرأت کے وجوب کے قائل ہیں جبکہ جہری نمازوں میں قرأت نہ کرنے کے قائل ہیں۔

یاد رہے کہ قرأۃ خلف الامام کا مسئلہ نہایت مشکل مسئلہ ہے۔ قوی دلائل دونوں طرف موجود ہیں۔ لہٰذا ہم صرف احناف کی دلیل بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

''واذا قری القرأن فاستمعوا له انصلوا العلكم ترحمون'' (الاعراف ۷ : ۲۰۴)

''جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

''یہ مذکورہ آیت نماز اور خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

''اجمع الناس علی ان هذه الاية فی الصلوٰة۔''

لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ (مذکورہ) آیت نماز کے بارے میں ہے۔''

پس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ جب نماز میں قرآن مجید پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو۔ اس طرح سننے کا حکم اس وقت ہے جب امام بلند آواز میں قرأت کر رہا ہو اور خاموش رہنے کا حکم اس وقت ہے جب امام آہستہ قرأت کر رہا ہو۔ لہٰذا دونوں صورتوں میں مقتدی کو قرأت نہ کرنے کا حکم ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سندِ صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''من كان له امام فقرأة الامام قرأة له۔''

''جس کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔''

انہی الفاظ کے ساتھ مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں روایت موجود ہے:

''اخبرنا اسحق الارزق قال حدثنا سفيان وشريك عن موسىٰ بن ابى عائشة عن عبدالله بن شداد عن جابر قال قال رسول الله ﷺ من كان له امام فقرأة الامام قرأة له۔''

''ہمیں اسحاق الارزق نے خبر دی، انہوں نے سفیان و شریک سے روایت کی اور انہوں نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن شداد سے اور انہوں نے سیدنا جابر بن عبداللہ صحابی رسول ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس (مقتدی) کی قرأت ہے۔''

اس روایت کی سند میں کسی قسم کی کمزوری نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہے۔

(فتح القدیر، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۳۶)

حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے نصب الرایہ میں اس بارے میں بہت سے صحابہ اور تابعین کے آثار نقل کئے ہیں۔ مزید تحقیق کے لیے فتح القدیر اور عینی شرح بخاری کی طرف رجوع کیا جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ٦

جماعت کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

امامت کے اہم مسائل

قدوری کے اکثر نسخوں میں جماعت کا الگ عنوان نہیں ہے بلکہ اسے پہلے عنوان یعنی باب صفۃ الصلوٰۃ کے تحت ہی ذکر کیا گیا ہے اور باب القرأۃ بھی صفۃ الصلوٰۃ کے ساتھ منسلک ہے۔ چونکہ اس باب میں جماعت یا امامت کے متعلق مخصوص مسائل کا ذکر ہے اس لیے اسی مناسبت سے صاحب ''کتاب المسائل'' نے اسے یہ عنوان دیا ہے۔ البتہ اس باب کے آخر میں چند مسائل ہیں جن کا تعلق صفۃ الصلوٰۃ سے ہے۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل کا تذکرہ ہے:

1: نماز باجماعت سنت مؤکدہ ہے۔

2: سب سے زیادہ امامت کا مستحق شخص وہ ہے جو سنت کا سب سے زیادہ عالم ہو۔

3: اس کے بعد وہ جو سب سے زیادہ قاری قرآن ہو۔

4: پھر جو زیادہ صاحب تقویٰ ہو۔

5: پھر وہ جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

6: غلام' دیہاتی' فاسق' نابینا اور حرامی کو امام بنانا مکروہ ہے لیکن اگر امامت کرادیں تو نماز جائز ہے۔

7: صرف عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر جماعت کرائیں تو امامت کرانے والی عورت درمیان میں کھڑی ہو۔ یہی کیفیت ننگے لوگوں کی جماعت کی ہے۔

8: اگر مقتدی صرف ایک ہو تو وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو۔ اگر دو ہوں تو امام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آگے کھڑا ہو۔

9: مردوں کی نماز عورتوں اور بچوں کی امامت میں ناجائز ہے۔

10: صفوں کی ترتیب اس طرح ہے: پہلے مردوں کی صفیں، پھر بچوں کی، پھر ہیجڑوں کی اور آخر میں عورتوں کی۔

11: اگر ایک ہی نماز میں عورت کسی مرد کے پہلو میں کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

12: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بوڑھی عورتوں کے لیے نماز فجر، نماز مغرب اور نماز عشاء کے لیے مسجد میں حاضر ہونے میں کچھ حرج نہیں۔ صاحبین کے نزدیک تمام نمازوں میں حاضر ہو سکتی ہیں۔

13: تندرست معذور کے پیچھے، عالم ان پڑھ کے پیچھے اور کپڑے پہننے والا ننگے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

14: تیمّم کرنے والا وضو کرنے والوں کی اور موزوں پر مسح کرنے والا پاؤں دھونے والوں کی امامت کرا سکتا ہے۔ اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھنے والا کھڑے ہو کر پڑھنے والوں کا امام بن سکتا ہے۔

15: رکوع و سجود کرنے والے، اشارے سے نماز ادا کرنے والے کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح فرض نماز ادا کرنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اور الگ الگ فرض پڑھنے والے ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا نہیں کر سکتے۔

16: اگر مقتدی کو یہ معلوم ہو جائے کہ امام پاک حالت میں نہ تھا تو نماز لوٹائے۔

17: نماز ادا کرنے والے کے لیے کپڑے یا جسم کے ساتھ کھیلنا مکروہ ہے۔

18: اسی طرح کنکروں کو الٹ پلٹ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو صرف ایک بار انہیں برابر کر سکتا ہے۔

19: نماز میں اُنگلیوں کو چٹخانا، انہیں ایک دوسرے میں ڈالنا، کمر پر ہاتھ رکھنا،

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کپڑے کا گلے میں لٹکانا' جسم پر لپیٹنا اور بال گوندھنا سب ناجائز ہیں۔

20: دائیں بائیں دیکھنا' گھٹنے کھڑے کر کے کتے کی طرح بیٹھنا' زبان یا ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا' بلاعذر چوکڑی (آلتی پالتی) مار کر بیٹھنا' اور کھانا پینا یہ سب افعال نماز میں ناجائز ہیں۔

21: اگر نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو جا کر وضو کرے اور واپس آ کر وہیں سے نماز پڑھے جہاں تک پہلے پڑھ چکا تھا۔ شرط یہ ہے کہ کسی سے کلام نہ کرے۔

22: اگر یہی صورت امام کو پیش آئے تو کسی اور کو امامت کے لیے کھڑا کرے' وضو کرے اور باقی نماز کو پہلی نماز پر بنا کرے لیکن از سرنو پڑھنا افضل ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ درمیان میں بات چیت نہ کرے۔

23: نماز کے اندر سو جائے' احتلام ہو جائے' پاگل ہو جائے' بیہوش ہو جائے یا زور سے ہنسنے کی صورت میں از سرنو وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے۔

24: نماز میں دانستہ یا بھول کر بات کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

25: آخری قعدہ میں تشہد کی مقدار بیٹھ چکنے کے بعد اگر حدث (وضو ٹوٹ جانا) لاحق ہو جائے تو وضو کر کے سلام پھیر دے۔

26: اگر اسی صورت میں دانستہ وضو توڑ دے یا بات چیت کر لے یا کوئی ایسا فعل کرے جو نماز کے خلاف ہو تو اُس کی نماز مکمل ہو گئی۔

27: اگر تیمم کرنے والا نماز کے اندر پانی دیکھ لے تو اُس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

28: تشہد کی مقدار بیٹھ چکنے کے بعد اگر پانی نظر آ گیا۔

29 یا موزوں پر مسح کرنے والے کی مسح کی مدت ختم ہو گئی۔

30 یا صاحب عذر تھا عذر جاتا رہا۔

31 یا عمل قلیل سے موزے اتار دیئے۔

32 یا ان پڑھ تھا قرآن کی کوئی سورۃ سیکھ لی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

33 یا ننگا تھا کپڑا مل گیا۔

34 یا اشارے سے نماز پڑھ رہا تھا' رکوع سجود کی طاقت حاصل ہوگئی۔

35 یا اُسے یاد آ گیا کہ اس کی پہلے کوئی نماز قضاء ہوچکی ہے'

36 یا قاری امام نے ان پڑھ کو اپنا نائب بنا دیا

37 یا نماز فجر میں سورج نکل آیا۔

38 یا نماز جمعہ میں عصر کا وقت داخل ہوگیا۔

39 یا پٹی پر مسح کرنے والا تھا تندرست ہونے پر پٹی گر گئی۔

40 یا استحاضہ والی عورت کا عذر جاتا رہا۔

ان سب صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُن کی نماز باطل ہوگئی (ٹوٹ گئی) امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اُن کی نماز مکمل ہوگئی۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امامت و جماعت کا بیان

''والجماعة سنة موكدة واولى الناس بالامامة اعلمهم بالسنة فان تساووا فاقرأهم فان تساووا فاورعهم فَاِن تساووا فاسنهم ويكره تقديم العبد و الاعرابى والفاسق والاعمٰى وولدالزنافان تقدّموا جاز وينبغى للامام ان لا يطول بهم الصلوٰة ويكره للنساء ان يصلّين وَحْدَهُنّ بجماعةٍ فان فعلن وقفت الامامة وسطهن كالعُراة ومن صلّٰى مع واحدٍ اقامهٗ عن يمينهٖ وان كانا اثنين تقدّمهما ولايجوزللرّجال ان يقتدوابامرأة وصبى ويصف الرجال ثم الصبيان ثم الْخُنْثٰى ثم النساء فان قامت امرأة الى جنب رجل وهما مشتركان فى صلوٰةٍ واحدةٍ فسدت صلوٰته ويكره للنساء حضور الجماعة ولاباس بان تخرج العجوز فى الفجر والمغرب والعشاء عندابى حنيفة رحمه اللّٰهوقال ابويوسف ومحمد رحمهما اللّٰه يجوز خروج العجوز فى سائر الصلوٰت ولايصلى الطاهر خلف من به سلس البول ولا الطاهرات خلف المستحاضة ولاالقارئ خلف الاُمِّى وَلَا المكتسى خلف العُريان ويجوز ان يوم المتيمّم للمتوضّئين والماسح على الخفين الغاسلين ويصلى القائم خلف القاعد ولايصلى الذى يركع ويسجد خلف المؤمِّى ولايصلى المفترض خلف المتنفل ولامن يصلى فرضًا خلف من يصلى فرضا اٰخر ويصلى المتنفل خلف المفترضِ ومن اقتدىٰ بامامٍ ثم علم انهٗ على غيرطهارةٍ اعاد الصلوٰةَ''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"جماعت سنت موکدہ ہے۔لوگوں میں امامت کا سب سے زیادہ اہل ان میں سے سنت کا سب سے زیادہ عالم ہے۔ پس اگر تمام نمازی اس بارے میں برابر ہوں تو پھران میں سب سے زیادہ قرأت جاننے والا، پس اگراس میں بھی سب برابر ہوں تو ان میں سب سے زیادہ متقی، پس اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو ان میں سے عمر میں سب سے زیادہ۔ غلام، بدو، فاسق، اندھے اور حرامی کو امامت کے لیے آگے کرنا مکروہ ہے۔ پس اگر وہ خود امامت کے لیے آگے بڑھیں تو جائز ہے۔ امام کو چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ نماز کو لمبا نہ کرے۔عورتوں کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ الگ جماعت کرائیں۔ پس اگر وہ ایسا کریں تو امام عین وسط میں کھڑی ہو جیسے ننگوں کی جماعت ہوتی ہے۔ جو شخص کسی ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے اپنے دائیں جانب کھڑا کرے اور اگر دو ہوں تو امام ان دونوں کے آگے کھڑا ہو۔ مردوں کے لیے کسی عورت یا بچے کی اقتداء جائز نہیں۔ صف بندی میں پہلے مرد، پھر بچے' پھر مخنث اور پھر عورتیں کھڑی ہوں۔ اگر کوئی عورت ایک ہی نماز میں مرد کے پہلو میں کھڑی ہو تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔عورتوں کے لیے جماعت میں حاضری مکروہ ہے لیکن اگر بوڑھی عورت فجر' مغرب اور عشاء کی نمازوں کے لیے نکلے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بوڑھی عورت تمام نمازوں کے لیے نکل سکتی ہے۔ طہارت والا شخص اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے جسے پیشاب خطا ہونے کی بیماری ہو، نہ ہی طہارت والی عورتیں استحاضہ والی عورت کے پیچھے نماز پڑھیں، نہ ہی قرأت جاننے والا اَن پڑھ کے پیچھے نماز پڑھے اور نہ کپڑوں میں ملبوس شخص ننگے شخص کے پیچھے نماز پڑھے۔تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی اور موزوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پر مسح کرنے والا پاؤں دھونے والوں کی امامت کراسکتا ہے۔ اسی طرح کھڑے ہوکر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جو شخص رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھتا ہے وہ اشارے سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور نہ ہی فرض نماز پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے۔ نہ ہی فرض نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے جو کسی اور وقت کی نماز فرض پڑھتا ہو۔ نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر کسی نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی اور پھر اسے پتہ چلا کہ امام بغیر طہارت کے تھا تو وہ دوبارہ نماز پڑھے۔''

مفردات:

مؤکدۃ: جس کی تاکید کی گئی ہو۔

تساووا: وہ برابر ہوں۔

اورعھم: سب سے زیادہ پرہیزگار۔

اسنھم: سب سے زیادہ عمر والا۔

تقدیم: پیشوا بنانا۔ امام بنانا۔

تقدموا: امام بن جائیں۔

وسط: درمیان۔

یصف: قطار بناتا ہے۔ صف میں کھڑا ہوتا ہے۔

الخنثیٰ: مخنث۔ نامرد۔ ہیجڑا۔

جنب: پہلو۔

فسدت: فاسد ہوگئی۔ ٹوٹ گئی۔

یکرہ: مکروہ ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سلس البول: پیشاب کا قطرہ قطرہ ہو کر نکلنا۔ ایک قسم کا مرض جس میں پیشاب پر قابو نہیں رہتا۔

المستحاضة: استحاضة ایک قسم کا مرض ہے جو عورتوں کو لاحق ہوتا ہے۔ شرمگاہ سے مواد نکلتا رہتا ہے جس سے کپڑا اور بدن پلید رہتا ہے۔

المکتسی: جس نے کپڑے پہن رکھے ہوں۔

المومئی: اشارے سے نماز ادا کرنے والا۔

المفترض: فرض نماز ادا کرنے والا۔

المتنفل: نفل نماز ادا کرنے والا۔

اعاد: لوٹائے۔ اعادہ کرے۔

مسائل ودلائل

جماعت سنت مؤکدہ:

☆: ''جماعت سنت موکدہ ہے۔''

نماز باجماعت کے سنت مؤکدہ ہونے کے متعلق ثبوت رسول اکرم ﷺ کے دائمی عمل سے ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لقدرأيتنا وما يتخلف عن الصلوٰة الامنافق قدعلم لفاقه' او مريض ان كان المريض ليمشى رجلين حتى ياتى الصلوٰة وان رسول الله ﷺ علمنا سنة الهدىٰ وان من سنن الهدىٰ الصلوٰة فى المسجد الذى يوذن فيه۔''

''میں نے رسول اللہ ﷺ کا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ نماز سے صرف معلوم شدہ منافق ہی پیچھے رہتے تھے۔ تب تو مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

چل کر نماز کے لیے آتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سنت ہدیٰ کی تعلیم دی تھی اور سنت ہدیٰ میں سے یہ بھی ہے، کہ جس مسجد میں اذان ہوتی ہو اس میں نماز پڑھی جائے۔''

(الصحیح المسلم)

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

''میرا جی چاہتا ہے کہ مؤذن کو اذان کا حکم دوں اور ایک آدمی کو امام بنا کر کچھ لوگوں کو ساتھ لوں جن کے پاس ایندھن کے گٹھے ہوں پھر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔''

(الصحیح البخاری)(الصحیح المسلم)

امامت کے لیے موزوں آدمی:

☆: ''جماعت سنت موکدہ ہے۔لوگوں میں امامت کا سب سے زیادہ اہل ان میں سے سنت کا سب سے زیادہ عالم ہے۔ پس اگر تمام نمازی اس بارے میں برابر ہوں تو پھر ان میں سب سے زیادہ قرأت جاننے والا، پس اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو ان میں سب سے زیادہ متقی، پس اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو ان میں سے عمر میں سب سے زیادہ۔''

امامت کے استحقاق کی ترتیب میں سب سے مقدم دین کا علم رکھنے والے لوگ ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کرنے کی روایت نقل کی ہے کیونکہ اُس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اعلم بالسنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ دوسری احادیث میں اقراھم کا لفظ بھی آیا ہے یعنی قاری قرآن، صحابہ میں چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قاری قرآن بھی تھے اور عالم بھی تھے لہٰذا کوئی تعارض نہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مذکورہ ترتیب اس وقت لاگو ہوگی جب کسی کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام مقرر کیا جارہا ہو یا کوئی مقررہ امام نہ ہو۔ اگر طے شدہ امام موجود ہو تو وہی زیادہ حق دار امامت ہے۔ اسی طرح حاکم وقت کی موجودگی میں امامت کا حق اسی کو ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے خلاف کرنے سے حسد و رنجش اور بدنظمی کا اندیشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم الشان صحابی بھی حجاج بن یوسف کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے۔ علماء نے بڑی عمر والے کے بعد خوش خلق پھر خوبصورت آدمی اور پھر شریف النسب کا درجہ بھی رکھا ہے۔

جن کی امامت مکروہ ہے:

☆: ”غلام، بدو، فاسق، اندھے اور حرامی کو امامت کے لیے آگے کرنا مکروہ ہے۔ پس اگر وہ خود امامت کے لیے آگے بڑھیں تو جائز ہے۔“

غلام، اعرابی، فاسق' نابینا' اور ولدالزنا کو امام بنانے میں کراہت اس لیے ہے کہ غلام کی امامت کو لوگ حقارت کی وجہ سے ناپسند کرتے ہیں جب کہ بدّو عموماً جاہل اور کرخت ہوتے ہیں۔ فاسق کی امامت اس لیے ناپسندیدہ ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ دینی معاملات میں بے پرواہوتے ہیں، اس سے دینی شعائر کی توہین کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ نابینا آدمی چونکہ پاکی اور پلیدی کو دیکھ نہیں سکتا لہٰذا احتمال ہے کہ اس کا کپڑا یا جسم پلید رہ جائے۔ البتہ نابینا اگر عالم اور محتاط شخص ہو تو اس کی امامت میں کراہت نہیں۔ ہاں! اگر یہ لوگ امامت کرادیں تو نماز بہرحال ادا ہو جائے گی اور اُسے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

۔ فاسق وہ شخص ہے جو علانیہ طور پر خلاف شریعت افعال میں مبتلا ہو۔ اگر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں فتنے کا اندیشہ ہو تو پھر اُس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ہی بہتر ہوگا۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”صلوا خلف کل بر و فاجر۔“

”ہر نیک اور برے کے پیچھے نماز پڑھ لو۔“ (سنن ابی داؤد) (سنن بیہقی)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لمبی یا مختصر نماز:

☆: ''امام کو چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ نماز کو لمبا نہ کرے۔''

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا تھا:

''یسرا و لا تعسرا''

''آسانی کرو۔ تنگی نہ کرو۔''

اس کا تقاضا یہ ہے کہ فرض نماز پڑھاتے ہوئے لمبی قرأت کر کے لوگوں کو تکلیف میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک اور ارشاد نبویؐ ہے:

''من ام قوما فلیصل بھم صلوٰۃ اضعفھم فان فیھم المریض الکبیر وذاالحاجۃ۔''

''جو کسی گروہ کی امامت کرائے تو اُسے کمزور ترین آدمی کا خیال کر کے نماز پڑھانی چاہیے کیونکہ اُن میں مریض، بوڑھا اور صاحب ضرورت آدمی بھی ہو سکتا ہے۔''

عورتوں کی جماعت:

☆: ''عورتوں کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ الگ جماعت کرائیں۔ پس اگر وہ ایسا کریں تو ان کی امام عین وسط میں کھڑی ہو جیسے ننگوں کی جماعت ہوتی ہے۔''

صرف عورتیں اگر جماعت کرائیں تو اُن کی نماز مکروہ ہے۔ البتہ مرد اور عورتیں مل کر جماعت کی نماز پڑھ سکتے ہیں، اس طرح کہ امام مردوں کا ہو اور پہلے صفیں بھی مردوں کی ہوں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں بھی اکیلی خواتین کی جماعت قائم نہیں کی گئی۔ اگر کہیں ایسا ہوا تو عذر کی وجہ سے یا عورتوں کی تعلیم کے لیے۔

اب بھی اگر خواتین کی جماعت قائم کی جائے تو امام بننے والی عورت درمیان میں کھڑی ہو۔ یہی صورت ننگوں کی جماعت کی ہے کہ اگر وہ با جماعت نماز ادا کرنا چاہیں تو مکروہ ہونے کے باوجود امام وسط میں کھڑا ہو۔ فقہ کی کتابوں میں ننگوں کی نماز کے متعلق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وضاحت سے لکھا ہے کہ الگ الگ اشارے سے نماز پڑھیں۔

اکیلا مقتدی:

☆: ''جو شخص کسی ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے اپنے دائیں جانب کھڑا کرے اور اگر دو ہوں تو امام ان دونوں کے آگے کھڑا ہو۔''

مقتدی اگر دو یا دو سے زائد ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور امام ان سے آگے۔ اگر مقتدی فقط ایک ہو تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہو۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز میں شامل ہوئے۔ فرماتے ہیں:

''فاخذنی بیمینه فاذارنی من دارئه فاقامنی عن یمینه۔''

''رسول اللہ ﷺ نے دائیں ہاتھ سے مجھے پکڑا اور اپنے پیچھے سے مجھے گھما کر دائیں طرف کھڑا کر دیا۔''

(صحاح ستہ)

عورت اور بچے کی امامت کا حکم:

☆: ''مردوں کے لیے کسی عورت یا بچے کی اقتداء جائز نہیں۔ صف بندی میں پہلے مرد، پھر بچے' پھر مخنث اور پھر عورتیں کھڑی ہوں۔ اگر کوئی عورت ایک ہی نماز میں مرد کے پہلو میں کھڑی ہو تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔''

عورتیں مردوں کی امامت نہیں کرا سکتیں۔ اسی طرح بچے کی اقتداء میں بالغ مردوں کی نماز ناجائز ہے کیونکہ بچے پر نماز فرض ہی نہیں۔ اس کی نماز تو نفل ہوگی اس لیے فرض نماز پڑھنے والے اس کے پیچھے کیسے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ بعض احناف نے تراویح میں نابالغ کی امامت کو جائز قرار دیا ہے۔ جبکہ صحیح قول یہی ہے کہ بچے کے پیچھے نفل نماز بھی نہیں ہو سکتی۔

عورتیں جب خود اپنی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہیں کر سکتیں تو مردوں کی امامت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیسے کر سکیں گی؟

صفوں کی ترتیب:

☆: ''صف بندی میں پہلے مرد، پھر بچے' پھر مخنث اور پھر عورتیں کھڑی ہوں۔''

صفوں کی ترتیب کے متعلق حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا عمل ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کے مردوں' عورتوں اور بچوں کو نماز پڑھائی۔ پہلے مردوں کی صف بنائی پھر بچوں کی اور آخر میں عورتوں کی۔ اور فرمایا:

''یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔''

عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا:

☆: ''عورتوں کے لیے جماعت میں حاضری مکروہ ہے لیکن اگر بوڑھی عورت فجر' مغرب اور عشاء کی نمازوں کے لیے نکلے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بوڑھی عورت تمام نمازوں کے لیے نکل سکتی ہے۔''

عورتوں کے جماعت میں حاضر ہو کر نماز پڑھنے میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ وہ گھر میں نماز ادا کریں۔

رسول اکرم ﷺ کے عہد میں جب کہ فتنے کا خطرہ بہت کم تھا، عورتیں مسجد میں حاضر ہوا کرتی تھیں لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ فیصلہ درست تھا۔ البتہ بوڑھی خواتین کی حاضری میں چونکہ فتنے کا کوئی اندیشہ نہیں لہٰذا وہ جماعت میں حاضر ہو سکتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد بنی اسرائیل کی عورتوں کی طرح جو نئی نئی باتیں اپنالی ہیں، اگر حضور ﷺ انہیں دیکھ لیتے تو اپنی امت کی عورتوں کو نمازوں اور دیگر عبادات میں گھروں سے باہر نکل کر شامل ہونے سے روک دیتے۔"

(فتح القدیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 48)

معذور کی امامت کا حکم:

"مردوں کے لیے کسی عورت یا بچے کی اقتداء جائز نہیں۔ صف بندی میں پہلے مرد، پھر بچے' پھر مخنث اور پھر عورتیں کھڑی ہوں۔ اگر کوئی عورت ایک ہی نماز میں مرد کے پہلو میں کھڑی ہو تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ عورتوں کے لیے جماعت میں حاضری مکروہ ہے لیکن اگر بوڑھی عورت فجر' مغرب اور عشاء کی نمازوں کے لیے نکلے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بوڑھی عورت تمام نمازوں کے لیے نکل سکتی ہے۔ طہارت والا شخص اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے جسے پیشاب خطا ہونے کی بیماری ہو، نہ ہی طہارت والی عورتیں استحاضہ والی عورت کے پیچھے نماز پڑھیں، نہ ہی قرأت جاننے والا ان پڑھ کے پیچھے نماز پڑھے اور نہ کپڑوں میں ملبوس شخص ننگے شخص کے پیچھے نماز پڑھے۔ تیمّم کرنے والے کا وضو کرنے والوں کی اور موزوں پر مسح کرنے والا پاؤں دھونے والوں کی امامت کرا سکتا ہے۔ اسی طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جو شخص رکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھتا ہے وہ اشارے سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔"

معذور آدمی کی اقتداء میں تندرست آدمی کی نماز ناجائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انما جعل الامام لیوتم به

''امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔''

امام مقتدی کی نماز کا ضامن ہوتا ہے پس جو شخص کہ خود معذور ہے اور اُسے خود بحالت مجبوری نماز ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے وہ تندرست کی نماز کا ضامن کیسے ہوسکتا ہے؟

عذر کی قسمیں بھی کئی ہیں:

1: دائمی نکسیر والا۔

2: وہ جس کا زخم رستا ہو۔

3: جسے قطرہ قطرہ پیشاب جاری رہتا ہو۔

4: استحاضہ والی عورت (اگر اُسے امام بنایا جائے)

5: اسی طرح اَن پڑھ ہونا بھی ایک عذر ہے کہ عالم وقاری قرآن کی نماز اس کی امامت میں جائز نہ ہوگی۔ اشارے سے نماز پڑھنے والا معذور ہے لہٰذا رکوع سجود والے کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔ فقہاء نے یہاں ایک باریک نکتے کو پیش نظر رکھا ہے اور وہ یہ کہ اگر عذر کا کوئی قائم مقام موجود ہے تو تندرست کی نماز ایسے معذور کی امامت میں جائز ہے۔ مثلاً ہاتھ پاؤں دھونے کا قائم مقام تیمم ہے۔ پاؤں دھونے کا قائم مقام موزوں پر مسح ہے اور قیام کا قائم مقام قعود ہے۔ پس ایسے لوگوں کی اقتداء میں وضو کرنے والوں اور قیام کرنے والوں کی نماز بالکل جائز ہوگی۔

کھڑے ہو کر نماز پڑھانے والے کی بیٹھ کر پڑھنے والے کی امامت میں نماز کے جواز کے لیے خود رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مرض الموت میں جو آخری نماز ادا فرمائی:

''فکان ابوبکر یصلی وھو قائم بصلوٰۃ النبی ﷺ والناس یصلون

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بصلوٰۃ ابی بکر والنبی ﷺ قاعد۔''

''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے۔''

نفل والا فرض والے کی امامت نہ کرائے:

☆: ''نہ ہی فرض نماز پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے اور نہ ہی فرض نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے جو کسی اور وقت کی نماز فرض پڑھتا ہو۔ نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔''

فرض پڑھنے والا نفل والے کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھ سکتا اور نہ الگ الگ فرض والے ایک دوسرے کی امامت کر سکتے ہیں۔ حدیث پہلے گزر چکی ہے:

''انما جعل الامام لیوتم بہ فلاتختلفوا علیہ۔''

''امام تو اقتداء کے لیے ہوتا ہے۔ اس پر اختلاف نہ کرو۔''

علیہ کا لفظ غلبہ اور حاوی ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا فرض والے اور نفل والے کے درمیان اختلافِ نیت کے ساتھ ساتھ غلبہ اور استیلاء بھی ہے کیونکہ فرض نماز اعلیٰ درجے کی اور نفل ادنیٰ درجے کی نماز ہے۔ یہی حال الگ الگ فرض ادا کرنے والوں کا بھی ہے کہ دونوں کے درمیان نیت کا اختلاف موجود ہے لہٰذا ظہر کی نماز پڑھنے والا عصر پڑھنے والوں کی امامت نہیں کر سکتا۔

اس کے برعکس فرض والا نفل والوں کی امامت کر سکتا ہے کیونکہ امام کی نماز اعلیٰ درجے کی ہے جس سے مندرجہ بالا حدیث کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ کے دورِ مبارک میں فرض نماز پڑھنے والے کی اقتداء میں صحابہ نے نفلی نماز ادا فرمائی۔

بے وضو کی امامت:

☆: ''اگر کسی نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی اور پھر اسے پتہ چلا کہ امام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بغیر طہارت کے تھا تو وہ دوبارہ نماز پڑھے۔''

اگر مقتدی کو پتہ چل جائے کہ امام طہارت کی حالت میں نہ تھا تو وہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ خود امام کی نماز ہی جائز نہ تھی مقتدی کی نماز کیسے درست ہوسکتی ہے؟ رہا یہ سوال کہ مقتدی کو یہ پتہ کیسے چلے گا کہ امام ناپاک حالت میں تھا؟ یا تو امام خود اقرار کرے یا پھر معتبر شہادت مل جائے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جنبی آدمی اگر لوگوں کو نماز پڑھا دے تو کیا حکم ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''امام بھی نماز دہرائے اور دوسرے لوگ بھی۔''

(کتاب الآثار۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ)

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۷

نماز کے منافی اُمور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

نماز کے منافی امور

نماز کے منافی افعال کی دو قسمیں ہیں:

1: وہ اَفعال جن کی وجہ سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

2: وہ افعال جن کی وجہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

بعض افعال کی کراہت شدید ہوتی ہے اور بعض کی کم لیکن ہر حالت میں یہ افعال نماز کے منافی ہیں اور ان سے پرہیز لازم ہے۔

مکروہاتِ نماز:

مندرجہ ذیل اعمال سے نماز میں کراہت یعنی ناپسندیدگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے:

1: سنت طریقے کے خلاف کپڑے پہننا۔

2: کپڑوں یا ہاتھوں کو جھاڑنا۔

3: سجدے کی جگہ صاف کرنے کے لیے منہ سے بار بار پھونکنا۔

4: بلاضرورت بالوں اور کپڑوں سے کھیلنا۔

5: سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

6: پیشاب' پاخانہ یا ریح کے دباؤ کی حالت میں نماز پڑھنا۔

7: اُنگلیاں چٹخانا۔

8: نماز میں کمر یا کولہے پر ہاتھ رکھنا۔

9: قبلے کی سمت سے چہرہ پھیر لینا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

10: سجدے میں کہنیوں کو زمین پر رکھنا، عورتوں کے لیے کہنیاں پیٹ سے ملا کر رکھنا افضل ہے۔

11: اپنے ارادے سے جماہی لینا۔

12: کسی ایسے آدمی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا جس کا چہرہ نمازی کی طرف ہو۔

13: ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

14: اگلی صف میں جگہ کے باوجود پچھلی صف میں اکیلے نماز پڑھنا۔

15: صرف پیشانی یا ناک یا عمامے پر سجدہ کرنا۔

16: بلاعذر آلتی پالتی (چوکڑی) مار کر بیٹھنا۔

17: آنکھیں بند کرکے نماز پڑھنا۔

18: قرأت کا کچھ حصہ رکوع میں مکمل کرنا۔

19: کپڑے یا مصلے پر تصویریں وغیرہ بنانا۔

20: امام کے قدموں کا محراب کے اندر ہونا۔

21: نمازوں میں قرآنی آیات کی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا۔

22: نماز کی سنن میں سے کسی سنت کا ترک کرنا۔

23: سجدے کی حالت میں دونوں پاؤں کا زمین سے اُٹھانا۔

24: نماز میں انگڑائی لینا۔

25: نماز کی تسبیحات کا اُنگلیوں پر گننا۔

26: منہ میں کوئی چیز رکھ کر نماز پڑھنا۔

27: نماز میں کسی خاص سورت کا مقرر کرلینا کہ اس کے علاوہ کوئی اور سورت نہ پڑھنا۔

مفسداتِ نماز:

مفسدات نمازے سے مراد وہ اعمال وافعال ہیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

از سرنو پڑھنا لازم ہوتا ہے۔

1: نماز میں بات چیت کرنا۔

2: دوران نماز قرآن مجید کو دیکھ کر تلاوت کرنا۔

3: نماز کی شرائط میں سے کوئی شرط پوری نہ کرنا اور اسے چھوڑ دینا۔

4: نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب ترک کر دینا۔

5: سجدہ سہوادا نہ کرنا۔

6: فرائض نماز میں سے کوئی فرض چھوٹ جائے۔

7: بلا عذر کھانسنا۔

8: درد یا تکلیف کی وجہ سے رونا یا آہ بھرنا (اگر جنت اور دوزخ کے ذکر کی وجہ سے آہ نکل جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی)۔

9: ایک چنے کے برابر یا زائد چیز کا ارادے یا بھولے سے نگل جانا۔

10: بلا عذر چند قدم چلنا۔

11: کوئی ایسا عمل کرنا کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔

12: قرأت میں ایسی غلطی کرے کہ معنی بدل جائے۔

13: کھلکھلا کر ہنسنا۔

14: عورت کا مرد کے ساتھ ایک رکن کی ادائیگی جتنی دیر کھڑے رہنا۔

15: کسی لکھی ہوئی چیز کو زبان سے پڑھنا (اگر دل میں پڑھے یا صرف مطلب سمجھے تو نماز فاسد نہ ہوگی)۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مکروہات ومفسدات نماز

''ویکرہ للمصلی ان یعبث بثوبہ اوبجسدہ ولایقلّب الحَصٰی الاان لا یمکنہ السجود علیہ فیسوّیہ مرۃ واحدۃ ولا یفرقع اصابعہ ولا یشبّک ولا یتخَصَّرُ و لا یسدُلُ ثوبہ ولایکفہ ولایعقص شعرہ ولایلتفت یمینا وشمالاولایقعی کاقعاء الکلب ولایرد السلام بلسانہ ولابیدہ ولایتربّع الامن عذرولایاکل و لا یشرب۔ فان سبقہ الحدث انصرف وتوضاء وبنٰی علٰی صلوٰتہ ان لم یکن اماما فان کان اماما اِستخلف وتوضاء وبنٰی علٰی صلوٰتہ مالم یتکلم والاستیناف افضل۔ وان نام فاحتلم اوجُنَّ اواُغْمِیَ علیہ اوقہقہ استانف الوضوءَ والصلوٰۃ۔ وان تکلم فی صلوٰتہ ساھیااوعامدابطلت صلوٰتہ وان سبقہ الحدث بعد ماقعد قدر التشھّد توضاء وسلّم وان تعمّدالحدث فی ھذہ الحالۃ اوتکلم اوعمل عملا ینافی الصلوٰۃ تمت صلوٰتہ۔ وان رأی المتیمم المآء فی صلوٰتہ بطلت صلوٰتہ وان راٰہ بعد ماقعد قدرالتشھّد اوکان ماسحافانقضت مدۃ مسحہٖ اوکان صاحب العذر فانقطع عذرہ اوخلع خفیہ بعمل قلیل اوکان اُمِّیًّا فتعلم سورۃ او عریانا فوجدثوبا' اومومیا فقدر علی الرکوع و السجود اوتذکراَنّ علیہ صلوٰۃً قبل ھذہ' اواحدث الامام القاریُ فاستخلف امیا' اوطلعت الشمس فی صلوٰۃ الفجراودخل وقت العصرفی الجمعۃ اوکان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ماسحًا على الجبيرة فسقطت عن بُرءٍ او كانت مستحاضة فبرأت بطلت صلوٰتهم فى قول ابى حنيفة وقال ابو يوسف ومحمدتمت صلوٰتهم فى هذه المسائل۔''

'' نمازی کے لیے مکروہ ہے کہ وہ اپنے کپڑے یا اپنے جسم سے کھیلے اور نہ کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے' البتہ اگر ان پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہوتو ایک بار انہیں ہموار کر دے۔ نہ ہی انگلیوں کو چٹخائے اور نہ انہیں ایک دوسرے میں ڈالے، نہ ہی کولہوں پر ہاتھ رکھے اور نہ اپنا کپڑا گردن میں لٹکائے۔ نہ اس کو لپیٹے اور نہ ہی بالوں کو گوندھے۔ نہ دائیں بائیں دیکھے اور نہ ہی کتے کی طرح بیٹھے۔ نہ تو زبان سے سلام کا جواب دے اور نہ ہی ہاتھ سے۔ نہ ہی بغیر عذر کے چوکڑی مار کر بیٹھے اور نہ ہی کچھ کھائے پیئے۔ اگر وضوٹوٹ جائے تو وہاں سے ہٹ جائے اور وضو کرے اور اگر امام نہیں تو اپنی پہلی نماز پر بناء کرے اور اگر امام تھا تو کسی کو اپنا نائب بنا جائے اور وضو کرے اور جب تک کسی سے بات نہ کرے تو اپنی پہلی نماز پر بناء کرے اور ازسرنو پڑھنا افضل ہے۔ اگر سوگیا اور احتلام ہوگیا یا مجنون (دیوانہ) ہوگیا، بیہوش ہوگیا یا زور سے ہنسا تو ازسرنو وضو کرے اور ازسرنو نماز پڑھے۔ اگر نماز میں بھول کر یا جان بوجھ کر بات کی تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔ اگر اس کا وضوٹوٹ جائے جبکہ وہ قعدہ میں تھا اور تشہد تک پڑھ چکا تھا تو وہ وضو کرے اور سلام پھیر دے اور اگر جان بوجھ کر اس حالت میں وضوتوڑ دیا یا بات کر لی یا ایسا کام کر دیا جو نماز کے منافی تھا تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اگر تیمم کرنے والا نماز میں پانی دیکھ لے تو اس کی نماز باطل ہوگئی اور اگر قعدہ کی حالت میں تشہد پڑھنے کے بعد دیکھا یا وہ مسح کرنے والا تھا اور اُس کی مدت مسح ختم ہوگئی یا وہ معذور تھا اور اس کا عذر ختم ہوگیا یا عمل قلیل کے بعد اُس نے موزے اتار دیئے یا ان پڑھ (اُمّی) تھا اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اُس نے کوئی سورت سیکھ لی یا برہنہ تھا اور کپڑا پالیا یا اشاروں سے نماز پڑھنے والا تھا اور رکوع وسجود پر قدرت حاصل ہوگئی یا اُسے یاد آ گیا کہ اس پر اس سے پہلی نماز باقی ہے یا قاری امام بے وضو ہو جائے اور وہ کسی اَن پڑھ کو اپنا نائب بنادے یا فجر کی نماز میں سورج طلوع ہو جائے یا نماز جمعہ میں عصر کا وقت ہو جائے یا پٹی پر مسح کرنے والا شخص تھا اور زخم ٹھیک ہو کر پٹی گر جائے یا استحاضہ کی مریضہ تھی اور وہ ٹھیک ہوگئی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ان سب کی نماز باطل ہوگئی اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان مسائل میں سب کی نماز مکمل ہے۔''

مفردات:

یبعث: بے کار کام کرتا ہے۔کھیلتا ہے۔

لایلقب: الٹ پلٹ نہ کرے۔

الحصنی: کنکریاں۔

لایمکنه: ناممکن ہوتا ہے۔

لایفرقع: نہ چٹخائے۔

لایشبك: اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں نہ ڈالے۔

لایتخصر: کمر پر ہاتھ نہ رکھے۔

لایسدل: سدل نہ کرے۔سدل یہ ہے کہ کپڑا یا چادر کندھے پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے لٹکا دیئے جائیں۔

ویعقص: بالوں کا جوڑا نہ بنائے۔

لایلتفت: نہ جھانکے۔نہ متوجہ ہو۔

لایقی اقعاء: مصدر ہے۔ایک بیٹھنے کی ایک شکل ہے جس میں سرین زمین پر ٹکا کر گھٹنے کھڑے کر لیے جاتے ہیں۔ کتا اسی طرح بیٹھتا ہے یعنی اس طرح نماز میں نہ بیٹھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لایتربع: چوکڑی مار کر نہ بیٹھے۔

انصرف: واپس ہو جائے۔ مڑ جائے۔

استخلف: نائب مقرر کرے۔

الاستینان: از سر نو شروع کرنا۔

جن: جنون میں مبتلا ہوا۔

اُغْمِی علیہ: اس پر بیہوشی طاری کی گئی۔

تعمد: ارادہ کیا۔

ینا فی: مخالف ہوتا ہے۔

المتیمم: تیمم کرنے والا۔

بطلت: باطل ہوگئی۔ ٹوٹ گئی۔

انقضت: گزر گئی۔

انقطع: ختم ہوگیا۔

خلع: اُتار دیا۔

تذکر: یاد کیا۔

الجبیرۃ: ٹوٹی ہوئی ہڈی پر جو پٹی یا لکڑی یا پلستر لگایا جاتا ہے اُسے جبیرہ کہا جاتا ہے۔

برء: زخم کا درست ہونا۔

مسائل و دلائل

کپڑوں سے کھیلنا:

☆ : ''نمازی کے لیے مکروہ ہے کہ وہ اپنے کپڑے یا اپنے جسم سے کھیلے۔''

نماز میں کپڑے وغیرہ سے کھیلنے کے متعلق حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں کھیلتے دیکھا تو فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"لو خشع قلبه لخشعت جوارحه۔"

"اگر اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا تو اُس کے اعضاء بھی خشوع کی کیفیت سے سرشار ہوتے۔"

انگلیوں کو چٹخانا:

☆: "نہ ہی انگلیوں کو چٹخائے اور نہ انہیں ایک دوسرے میں ڈالے۔"

سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے:

"لاتفرقع اصابعك وانت فی الصلوٰۃ۔"

"جب تو نماز پڑھ رہا ہو تو اُنگلیاں نہ چٹخاؤ۔"

تشبیک کا معنی ہے اُنگلیاں ایک دوسرے میں پھنسانا۔ اکثر اسی طرح اُنگلیاں چٹخائی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ بھی ممنوع ہے۔

کنکریاں پلٹنا:

☆: "نمازی نہ کنکریوں کو اُلٹ پلٹ کرے البتہ اگر ان پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو ایک بار انہیں ہموار کر دے۔"

صحاح ستہ کی حدیث ہے:

"ولاتمسح الحصیٰ وانت تصلی فان کنت لابدفاعلافواحدۃ۔"

"نماز پڑھتے ہوئے کنکریوں کو نہ چھوؤ۔ اگر ایسا کرنا ہی پڑے تو صرف ایک بار۔"

سدل کرنا:

☆: "نہ ہی کولھوں پر ہاتھ رکھے اور نہ اپنا کپڑا گردن میں لٹکائے۔ نہ اس کو لپیٹے اور نہ ہی بالوں کو گوندھے۔"

نماز میں سدل، کولھوں پر ہاتھ رکھنے، بالوں کا گھچا بنانے اور اپنے جسم کے گرد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کپڑا لپیٹنے سے منع کیا گیا ہے۔ سدل کا مفہوم یہ ہے کہ گلے میں کپڑا ڈال کر اس کے دونوں کناروں کو چھوڑ دیا جائے کہ نیچے لٹکتے رہیں۔ سنن ابی داؤد میں ہے:

''ان رسول اللہ ﷺ نھی عن السدل فی الصلوٰۃ۔''

''رسول اکرم ﷺ نے نماز میں سدل سے منع فرمایا۔''

صحاح ستہ کی حدیث ہے:

''اُمرت ان اسجد علی سبعۃ و ان لا اکف شعرا و لا ثوبا۔''

''مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ بال اور کپڑا نہ سمیٹوں۔''

یعنی بالوں کو درست نہ کرنا اور کپڑوں کو آگے یا پیچھے نہ سنبھالنا چاہئے۔ بال گوندھنے سے متعلق مصنف عبدالرزاق میں واضح الفاظ ہیں:

''لاتعقص شعرك فی الصلوٰۃ فانه کفل الشیطان۔''

''اپنے بالوں کو نماز میں نہ گوندھو کیونکہ وہ شیطان کے پھندے کی مانند ہے۔''

دائیں بائیں دیکھنا:

☆: ''نہ دائیں بائیں دیکھے۔''

دائیں بائیں دیکھنا نماز کے خلاف ہیں۔ لہٰذا ان سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''سألت رسول اللہ ﷺ عن التفات الرجل فی الصلوٰۃ فقال هو اختلاس یختلسه الشیطان من صلوٰۃ العبد۔''

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں آدمی کے ادھر اُدھر دیکھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک جھپٹا ہے جو شیطان آدمی کی نماز سے اُچک لیتا ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث میں التفات کالفظ آیا ہے جس کا معنی ہے سینہ قبلہ کی جانب رہے صرف چہرہ دائیں بائیں موڑے۔ اگر سینہ بھی پھر جائے تو نماز جاتی رہے گی۔

اقعاء الکلب:

☆: ''نہ ہی کتے کی طرح بیٹھے۔''

کتے کی مانند بیٹھنے کے متعلق جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، صحیح مسلم اور مسند احمد کی صحیح حدیث ہے۔ مسند میں روایت ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نھانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نقرة کنقرة الدیك واقعاء کاقعاء الکلب و التفات کالتفات الثعلب۔''

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں مرغے کی مانند ٹھونگہ مارنے، کتے کی طرح بیٹھنے اور لومڑی کی طرح ادھر اُدھر دیکھنے سے منع فرمایا۔''

سلام کا جواب دینا:

''نہ تو زبان سے سلام کا جواب دے اور نہ ہی ہاتھ سے۔''

سلام کے جواب دینے کے متعلق احادیث میں وارد ہے کہ پہلے یہ جائز تھا جبکہ بعد میں منسوخ ہوگیا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''پہلے ہم لوگ نماز میں بات چیت کرلیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اُتری:

''قوموا للہ قنتین''

''نماز میں خاموش قیام کیا کرو۔''

تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔''

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''پہلے ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اس کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جواب دیا کرتے۔ جب ہم حبشہ سے مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے ہمارے سلام کا جواب نہ دیا۔ ہم نے پوچھا تو جواب دیا:

"ان فی الصلوٰۃ لشغلا۔"

"نماز میں مصروفیت ہوتی ہے۔"

نماز کی حالت میں وضو ٹوٹ جانا:

☆: "اگر وضو ٹوٹ جائے تو وہاں سے ہٹ جائے اور وضو کرے اور اگر امام نہیں تو اپنی پہلی نماز پر بناء کرے اور اگر امام تھا تو کسی کو اپنا نائب بنا جائے اور وضو کرے اور جب تک کسی سے بات نہ کرے تو اپنی پہلی نماز پر بناء کرے اور ازسرنو پڑھنا افضل ہے۔"

نماز میں وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں مقتدی کے لیے وضو کرنا اور پہلے ادا کی ہوئی نماز پر بناء کرنا درست ہے مگر امام کے لیے ازسرنو پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ اور دارقطنی میں صحیح روایت ہے:

"من اصابه قيئ اد رعاف اوقلس اومذی فلينصرف فليتوضاء ثم ليسبن علی صلوٰته مالم يتكلم۔"

"جسے نماز میں قے، نکسیر یا کھانا پیٹ سے آئے یا منی آجائے یا مذی آجائے تو وہ وضو کر کے پہلی نماز پر بناء کرے جب تک کلام نہ کرے۔"

عملِ قلیل:

☆: "عمل قلیل کے بعد اُس نے موزے اتار دیئے۔"

عمل قلیل وہ عمل ہے جو نماز کے منافی نہ ہو اور جسے ایک آدھ بار کیا جائے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں نمازی کی سجدہ گاہ پر اگر سنگریزے یا اسی طرح کی کوئی اور تکلیف دہ چیز پڑی ہو تو وہ نماز کے دوران صرف ایک بار ہموار کرسکتا ہے تا کہ سجدہ کرنے میں آسانی ہو۔ اگر وہ بار بار ہر سجدہ کے موقع پر اس عمل کو دہرائے گا تو نماز باطل ہو جائے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گی کیونکہ عمل قلیل عمل کثیر میں تبدیل ہوگیا۔

اسی طرح اگر نمازی موزوں پر مسح کر کے نماز ادا کر رہا ہو، اسے پاؤں میں خارش محسوس ہو اور خارش کرتے ہوئے اس کا ڈھیلا موزہ اُتر جائے تو اُس کی نماز جاتی رہی۔

سوال : یہ عمل قلیل تھا اور اس سے نماز نہ ٹوٹنی چاہئے تھی پھر کیوں ٹوٹی؟

جواب : اس کی وجہ یہ ہے کہ مسافر کے لیے تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات کے لیے موزوں پر مسح کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس مدت کے دوران وہ موزہ نہ اتارے۔ اگر ایک دفعہ بھی موزہ اُتر گیا تو مسح کی رعایت جس سے وہ فائدہ اُٹھا رہا ہے ختم ہوجائے گی اور اب اسے دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔ مذکورہ آدمی نے چونکہ موزہ نماز پڑھتے اتار دیا تھا اور موزہ اتارنے سے اس کا وضو جاتا رہا لٰہذا بے وضو تو نماز ہوتی نہیں، اس لیے اب وہ ازسرنو مکمل وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھے گا۔

ہنسی اور نیند:

☆: ''اگر نمازی سو گیا، اسے احتلام ہوگیا، مجنون (دیوانہ) ہوگیا، بیہوش ہوگیا یا زور سے ہنسا تو ازسرنو وضو کرے اور ازسرنو نماز پڑھے۔''

نیند' احتلام' جنون' بے ہوشی اور کھلکھلا کر ہنسنے کی صورت میں وضو اور نماز دونوں جاتے رہتے ہیں۔ لٰہذا دونوں کو لوٹانا ہوگا۔ قہقہہ اور ہنسی میں فرق یہ ہے کہ قہقہے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ جب کہ ہنسی سے صرف نماز باطل ہوجاتی ہے۔ مسکراہٹ سے دونوں نہیں ٹوٹتے لیکن نماز میں مسکراہٹ مکروہ ہے۔

نیند سے وضو ٹوٹنے کے متعلق سنن ابی داوٗد کی حدیث ہے:

''من نام فلیتوضاء۔''

''جو سو جائے وہ دوبارہ وضو کرے۔''

اگر قیام و رکوع کی حالت میں نیند آئے تو اس سے وضو میں خلل نہیں پڑتا لیکن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لیٹ کر یا سہارا لگا کر سونے سے وضو جاتا رہتا ہے۔

تشہد کے بعد حدث:

☆: ''اگر اس کا وضو ٹوٹ جائے جبکہ وہ قعدہ میں تھا اور تشہد تک پڑھ چکا تھا تو وہ وضو کرے اور سلام پھیر دے اور اگر جان بوجھ کر اس حالت میں وضو توڑ دیا یا بات کر لی یا ایسا کام کر دیا جو نماز کے منافی تھا تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔''

مقدارِ تشہد بیٹھنے کے بعد اگر حدث لاحق ہو تو وضو کرے اور سلام پھیرے۔ اسی حالت میں اگر اپنے ارادے سے وضو توڑ دے یا نماز کے منافی کوئی عمل کرے تو نماز مکمل ہوگئی۔ پہلی صورت میں سلام کے لیے جو واجب ہے وضو کرنا ضروری تھا لیکن دوسری صورت میں چونکہ نماز باطل ہوگئی۔ اس لیے پہلی پر بناء نہیں ہو سکتی۔ نماز چونکہ مکمل ہو چکی تھی اور کوئی فرض اس کے ذمے باقی نہ تھا اس لیے دہرانا ضروری نہیں۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث امام طحاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

> ''اذاقضی الامام الصلوٰۃ فقعد فاحدث ھو اوواحد ممن اتم الصلوٰۃ منہ قبل ان یسلم الامام فقد تمت صلوٰتہ فلایعیدھا۔''
>
> ''جب امام نے نماز پوری کر لی اور تشہد کی مقدار بیٹھ چکا پھر اُسے حدث لاحق ہوا یا اُن میں سے کسی کو جنہوں نے اس کے ساتھ نماز مکمل کی تھی امام کے سلام پھیرنے سے پہلے حدث لاحق ہوا تو اس کی نماز مکمل ہوگئی دوبارہ لوٹانا نہیں چاہیے۔''

(نصب الرایہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 63)

تیمم والے کا نماز میں پانی دیکھ لینا:

☆: ''اگر تیمم کرنے والا نماز میں پانی دیکھ لے تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔''

تیمم کے ساتھ نماز ادا کرنے والا اگر دورانِ نماز پانی دیکھ لے تو اس کی نماز باطل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہوگئی، اس لیے اب وضو کر کے نماز از سرنوادا کرے۔

نماز کے باطل ہونے اور فاسد ہونے میں فرق یہ ہے کہ باطل ہونے کی صورت میں شروع سے دوبارہ دہرانا ہوگا۔ فاسد ہونے پر وہیں سے ادا کرنا لازم ہوگا جہاں پر خلل واقع ہوا تھا اور اسی کو بناء کرنا کہتے ہیں یعنی نماز کا پہلا حصہ صحیح ہے صرف دوسرے حصے کو اس سے ملانا ہوگا۔

پانی دیکھ لینے سے مراد یہ ہے کہ پانی اس کی دسترس میں ہو۔ اگر پانی ایسی جگہ ہو جہاں سے اُس کا حصول ناممکن ہے تو پھر نماز باطل نہ ہوگی۔ مثلاً پانی دشمن کے پاس ہے یا ایسی جگہ ہے جہاں تک رسائی نہیں ہوسکتی۔

مسائلِ اثناءعشریہ:

☆: ” اگر تیمّم کرنے والا نماز میں پانی دیکھ لے تو اس کی نماز باطل ہوگئی اور اگر قعدہ کی حالت میں تشہد پڑھنے کے بعد دیکھا یا وہ مسح کرنے والا تھا اور اُس کی مدت مسح ختم ہوگئی یا وہ معذور تھا اور اس کا عذر ختم ہوگیا یا عمل قلیل کے بعد اُس نے موزے اتار دیئے یا ان پڑھ (اُمّی) تھا اور اُس نے کوئی سورت سیکھ لی یا برہنہ تھا اور کپڑا پالیا یا اشاروں سے نماز پڑھنے والا تھا اور رکوع وسجود پر قدرت حاصل ہوگئی یا اُسے یاد آ گیا کہ اس پر اس سے پہلی نماز باقی ہے یا قاری امام بے وضو ہوجائے اور وہ کسی ان پڑھ کو اپنا نائب بنادے یا فجر کی نماز میں سورج طلوع ہوجائے یا نماز جمعہ میں عصر کا وقت ہوجائے یا پٹی پر مسح کرنے والا شخص تھا اور زخم ٹھیک ہوکر پٹی گر جائے یا استحاضہ کی مریضہ تھی اور وہ ٹھیک ہوگئی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ان سب کی نماز باطل ہوگئی اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان مسائل میں سب کی نماز مکمل ہے۔“

نماز کے متعلق یہ بارہ مسائل ہیں جن کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دوشاگردوں صاحبین (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ فقہاء ان کو مسائل اثناء عشریہ کہتے ہیں۔ وہ مسائل یہ ہیں:

1: ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا تھا، آخری قعدہ کرنے کے بعد پانی پر قادر ہو گیا۔

2: پاؤں پر مسح کرنے والے کی مدت مسح پوری ہوگئی۔

3: تھوڑے عمل (یعنی عمل قلیل) سے پاؤں سے موزے اُتار دیئے۔

4: ناخواندگی کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا کہ قرآن کی کوئی سورت یاد آ گئی۔

5: برہنہ حالت میں نماز پڑھ رہا تھا کہ کپڑا مل گیا۔

6: اشارے سے نماز ادا کر رہا تھا تو رکوع وسجود کی قدرت حاصل ہوگئی۔

7: صاحب ترتیب کو تشہد کے بعد یاد آیا کہ اس کی کوئی اور نماز واجب الادا ہے۔

8: قاری امامت کر رہا تھا اور اس نے بے وضو ہونے پر ناخواندہ شخص کو اپنی جگہ کھڑا کر دیا۔

9: فجر کی نماز میں سورج چڑھ آیا۔

10: جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت داخل ہو گیا۔

11: پٹی پر مسح کر کے نماز پڑھ رہا تھا تو زخم اچھا ہو گیا اور پٹی گر پڑی۔

12: استحاضہ والی عورت نماز پڑھ رہی تھی کہ تندرست ہوگئی۔

یہ سب صورتیں آخری قعدہ کے بعد پیش آئیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی نماز باطل ہوگئی، انہیں نماز دوبارہ پڑھنی چاہئے لیکن صاحبین کے نزدیک ان سب لوگوں کی نماز مکمل ہوگئی اور انہیں لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

یہ اختلاف دراصل ایک بنیادی اصول پر مبنی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کے فرائض سات ہیں اور اُن میں ایک فرض خروج المصلی بصنعه من الصلوٰۃ یعنی نمازی کا اپنے ارادے اور عمل سے نماز سے باہر آنا بھی ہے۔ چونکہ ان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تمام مسائل میں نمازی اپنے ارادے سے باہر نہیں آیا لہٰذا فرض کے چھوٹنے سے اس کی نماز ٹوٹ گئی۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں تشہد سکھانے کے بعد فرمایا:

''اذاقلت هذا اوقضيت هذا فقد قضيت صلوٰتك ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد۔''

''جب تم یہ کہہ چکو یا یہ پورا کر چکو تو تم نے اپنی نماز پوری کر لی' اب اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھے رہو۔''

صاحبین کے نزدیک نماز کے فرض چھ ہیں چونکہ یہ چھ کے چھ پورے ہو چکے، اس لیے نماز مکمل ہوگئی۔ ان مسائل میں حنفی علماء کا فتویٰ صاحبین کے قول کے مطابق ہے۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب: ۸

فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنے کے بیان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

فوت شدہ نمازوں کے احکام

اس باب میں درج ذیل مسائل کا ذکر ہے:

1: جس شخص کی نماز وقت پر ادا کرنے سے رہ جائے جب اُسے یاد آئے تو اس کی قضا اس پر فرض ہے۔

2: فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھا جائے اور وقتی نماز کو بعد میں۔

3: اگر وقت تنگ ہو اور وقتی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو وقتی نماز پہلے پڑھ لے اور فوت شدہ نماز بعد میں قضا کرے۔

4: اگر صاحب ترتیب کی کئی نمازیں فوت ہو جائیں تو اُن کو ادا کرنے میں اصل ترتیب کو قائم رکھا جائے یعنی پہلے فوت ہونے والی نماز پہلے اور بعد والی بعد میں قضا کرے۔

5: اگر فوت شدہ نمازوں کی تعداد پانچ سے زائد ہو جائے تو ترتیب سے ادائیگی ساقط ہو جاتی ہے یعنی آگے پیچھے جس طرح چاہے قضا کر سکتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ اور مسائل

''ومن فاتته صلوٰة قضاها اذا ذكرها وقدمها على صلوٰة الوقت الا ان يخاف فوت صلوٰة الوقت فيقدم صلوٰة الوقت على الفائِتِ ثم يقضيها ومن فاتته صلوات رتّبها في القضاء كما وجبت في الاصل الا ان تزيد الفوائتُ على خمس صلوات فيسقط الترتيب فيها۔''

''جس شخص کی کوئی نماز فوت ہو جائے تو جب اُسے یاد آ جائے اس کی قضا کرے اور فوت شدہ نماز کو وقت کی نماز سے پہلے پڑھے' ہاں اگر اسے اندیشہ ہو کہ کہیں وقت کی نماز بھی نہ رہ جائے تو پھر وقت کی نماز فوت شدہ نماز سے پہلے پڑھے، پھر بعد میں اُسے قضا کرے اور جس کی ایک سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں تو وہ ان نمازوں کی قضا کرنے میں ترتیب ملحوظ رکھے جس طرح اصل نمازوں میں رکھی جاتی ہے، ہاں اگر اس کی فوت شدہ نمازوں کی تعداد پانچ سے زیادہ ہو جائے تو پھر ان میں ترتیب ساقط ہو جائے گی۔''

مفردات:

الفوائت، فائتة کی جمع ہے۔ معنی ہے فوت شدہ' گزر جانے والی نماز۔

ذکر: یاد کیا۔

قدم: پہلے ادا کیا۔

یقضیھا: مصدر قضاء ہے۔ معنی ہے کسی ادھورے عمل کو پورا کرنا۔

رتب: ترتیب کے ساتھ ادا کیا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تزید: زیادہ ہو جاتا ہے۔

یسقط: گر جاتا ہے۔

مسائل و دلائل

قضا شدہ نماز کی ادائیگی:

☆: ''اور جس شخص کی کوئی نماز فوت ہو جائے تو جب اُسے یاد آ جائے اس کی قضا کرے۔''

فوت شدہ نمازوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

''من نسی صلوٰۃ فلیصلیھا اذا ذکرھا لا کفارۃ لھا الا ذالك۔''

''جو شخص کسی نماز کو بھول گیا تو جب اس کو یاد آئے اُسے پڑھ لے۔ اُس کا بس یہی کفارہ ہے۔''

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 1)

وقتی نماز سے مقدم:

☆: ''فوت شدہ نماز کو وقت کی نماز سے پہلے پڑھے، ہاں اگر اسے اندیشہ ہو کہ کہیں وقت کی نماز بھی نہ رہ جائے تو پھر وقت کی نماز فوت شدہ نماز سے پہلے پڑھے، پھر بعد میں اُسے قضا کرے۔''

فوت شدہ نماز کو وقتی نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے:

''من نام عن الصلوٰۃ او نسیھا فلم یذکرھا الا وھو مع الامام فلیصل التی ھو فیھا ثم لیصل التی ذکرھا ثم لیعد التی مع الامام۔''

''جو آدمی کسی نماز سے سو گیا یا بھول گیا پھر اُس وقت اُسے یاد آئی جب وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا تو پہلے اِس نماز کو مکمل کرے جسے وہ پڑھ رہا ہے'

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پھر وہ نماز پڑھے جو اُسے یاد آئی پھر امام کے ساتھ والی نماز کو لوٹائے۔''

اس سے پتہ چلا کہ فوت شدہ نماز کو وقتی نماز سے پہلے پڑھنا ضروری ہے۔ ورنہ امام کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کو لوٹانا کیا معنی رکھتا ہے؟

نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب:

☆: ''جس کی ایک سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں تو اُس کی قضا کرنے میں ترتیب ملحوظ رکھے جس طرح اصل نمازوں میں رکھی جاتی ہے، ہاں اگر اس کی فوت شدہ نمازوں کی تعداد پانچ سے زیادہ ہو جائے تو پھر ان میں ترتیب ساقط ہو جائے گی۔''

فوت شدہ نمازیں اگر پانچ ہوں تو ترتیب سے قضا کرنا فرض ہے۔ احناف کا مسلک یہی ہے کیونکہ جنگِ خندق کے دوران رسول اللہ ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوئیں تو آپ ﷺ نے انہیں ترتیب سے لوٹایا یعنی پہلے ظہر' پھر عصر' پھر مغرب پھر عشاء۔

(سنن ترمذی)(سنن نسائی)(مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

پانچ تک ترتیب قائم رکھنا مشکل نہیں۔ لہٰذا حنفیہ نے پانچ تک ترتیب رکھنا ضروری قرار دیا ہے۔ پانچ سے زیادہ میں ترتیب رکھنے سے وقتی نمازوں کی ادائیگی بھلا بیٹھے گا۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۹

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

مکروہ اوقات

تین اوقات ایسے ہیں جن میں ہر قسم کی نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور وہ اوقات یہ ہیں:

1: طلوع آفتاب کے وقت

2: غروب آفتاب کے وقت

3: جب سورج نصف النہار پر ہو یعنی عین دوپہر کے وقت۔

ان تینوں اوقات میں نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت، فرض نمازوں کی قضا اور نوافل سب ناجائز ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں مشرک اور بت پرست سورج کی عبادت اور بت پرستی میں مصروف ہوتے تھے۔ ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات کی عبادت کو شیطانی فعل قرار دیا اور مشرک اقوام کی مشابہت بھی اس سے لازم آتی ہے۔ غروب آفتاب کا وقت وہ ہوتا ہے جب سورج کی روشنی اس قدر کمزور پڑ جاتی ہے کہ اس پر نگاہ ڈالی جاسکتی ہے اور یہ تقریباً بیس سے تیس منٹ تک کا وقت ہوتا ہے۔

غروب آفتاب کے وقت صرف اسی دن کی عصر کی نماز پڑھی جاسکتی ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب عصر کو صحیح وقت میں نہ پڑھا گیا اور وقت مکروہ کے داخل ہونے سے اُس کی فرضیت میں نقصان شامل ہوگیا تو اب جو نماز کہ نقصان کے ساتھ فرض ہوئی اُسے نقصان کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے دو اوقات اور بھی بیان کیے ہیں جن میں نوافل ادا کرنا تو مکروہ ہے لیکن ان اوقات میں فوت شدہ نمازیں اور سجدۂ تلاوت جائز ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

1: نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک

2: نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک

پہلے تینوں اوقات میں کراہت بذاتہٖ موجود ہے۔ اس لیے کوئی بھی نماز جائز نہیں لیکن آخری دو اوقات میں کراہت اس لیے ہے کہ یہ اوقات فجر اور عصر کی فرض نمازوں کے لیے مخصوص ہیں، لہٰذا نوافل مکروہ ہوں گے۔ اسی لیے امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تین وقتوں کے لیے **لایجوز** کے الفاظ استعمال کیے ہیں جب کہ دوسرے دو کے لیے لفظ **یکرہ** استعمال کیا ہے۔

طلوع فجر کے بعد صرف دو رکعت سنت فجر ہی پڑھی جا سکتی ہے اور مغرب کی نماز سے قبل کوئی نوافل نہیں پڑھنے چاہئیں۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز کے مکروہ اوقات کا بیان

''لایجوز الصلوٰۃ عند طلوع الشمس ولا عند غروبھا الا عصر یومہ ولاعندقیامھافی الظھیرۃ ولایصلی علی جنازۃ ولا یسجد للتلاوۃ ویکرہ ان یتنفل بعد صلوٰۃ الفجر حتی تطلع الشمس وبعد صلوٰۃ العصر حتی تغرب الشمس ولاباس بان یصلی فی ھذین الوقتین الفوایت ویکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثرمن رکعتی الفجر ولا یتنفل قبل المغرب۔''

''سورج کے طلوع ہونے کے وقت نماز جائز نہیں اور نہ ہی اس کے غروب ہونے کے وقت سوائے اس دن کی نماز عصر کے اور نہ ہی ظہر کے وقت سورج کے رُک جانے کے وقت نماز جائز ہے اور ان تینوں اوقات میں نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنی چاہیۓ اور نہ ہی سجدہ تلاوت کرنا چاہیۓ۔ نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک نیز نماز عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نفل پڑھنا مکروہ ہے، البتہ ان دونوں اوقات میں فوت شدہ نمازیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ طلوع فجر کے بعد فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ نفل پڑھنا بھی مکروہ ہے اور مغرب سے بھی قبل بھی نفل نہ پڑھے جائیں۔''

مفردات:

قیام: ٹھیرنا۔ قائم ہونا۔ رُک جانا۔

الظھیرۃ: دوپہر۔

لاباس: کوئی خوف نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اکثر: زیادہ۔ کثیر

مسائل ودلائل

اوقات مکروہہ:

☆: ''سورج کے طلوع ہونے کے وقت نماز جائز نہیں اور نہ ہی اس کے غروب ہونے کے وقت سوائے اس دن کی نماز عصر کے اور نہ ہی ظہر کے وقت سورج کے رُک جانے کے وقت نماز جائز ہے اور ان تینوں اوقات میں نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنی چاہئے اور نہ ہی سجدہ تلاوت کرنا چاہئے۔''

تین وقت ایسے ہیں جن میں ہر قسم کی نماز وسجدہ ممنوع ہے۔ ان تینوں اوقات کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''ثلاث ساعات کان رسول اللہ ﷺ ینھانا ان نصلی فیھن اوان نقبرفیھن موتانا' حین تطلع الشمس بازغة حتی ترقنع وحین یقوم قائم الظھیرة حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب۔''

(صحیح مسلم)(سنن ابی داؤد)

''تین وقت ایسے ہیں کہ جن میں رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھنے اور اپنے مردوں کو دفنانے (نماز جنازہ پڑھنے) سے منع کیا کرتے تھے۔ پہلا وقت جب سورج طلوع ہونے پر آئے تا آنکہ بلند ہو جائے۔ دوسرا وقت جب دوپہر کو نصف النہار پر کھڑا ہو جائے، یہاں تک کہ ڈھل جائے۔ تیسرا وقت جب ڈوبنے کے قریب ہوحتی کہ غروب ہو جائے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نوافل کے لیے مکروہ اوقات:

☆ "نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک نیز نماز عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نفل پڑھنا مکروہ ہے البتہ ان دونوں اوقات میں فوت شدہ نمازیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔"

دو وقت ایسے ہیں جن میں ہر قسم کے نوافل مکروہ ہیں یعنی نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

"ان رسول اللہ ﷺ نهى عن الصلوٰة بعد الفجر حتى تطلع الشمس وعن الصلوٰة بعد العصر حتى تغرب الشمس۔"

"رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔"

(الصحیح البخاری)(الصحیح المسلم)(سنن ابی داؤد)

طلوع فجر کے بعد نفلی عبادت:

☆ "طلوع فجر کے بعد فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ نفل پڑھنا بھی مکروہ ہے۔"

طلوع فجر کے بعد صرف دو رکعت سنت فجر ادا کی جائے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

"کان رسول اللہ ﷺ اذا طلع الفجر لا یصلی الا رکعتین خفیفتین"

"جب صبح طلوع ہوتی تو رسول اللہ ﷺ صرف دو مختصر رکعتیں پڑھتے تھے۔ یہ فجر کی دو سنتیں ہوتی تھیں اور ان کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں پڑھتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تھے۔''

مغرب سے پہلے نوافل:

☆: ''مغرب سے قبل بھی نفل نہ پڑھے جائیں۔''

مغرب کی نماز سے پہلے نوافل ادا نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ مغرب کا وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے اور بعض علماء کے نزدیک تو صرف اتنا وقت ہوتا ہے کہ جس میں تین فرض ہی پڑھے جاسکتے ہیں اس لیے نوافل کی گنجائش نہیں۔

چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

''ما رأیت احد اعلیٰ عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیھا۔''

''میں نے کسی کو بھی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انہیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۱۰

سنت اور نفل نمازوں کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

مسنون اور نفلی نمازوں کی ادائیگی

سنن ونوافل میں فرق:

سنن سنة کی اور نوافل نافلة کی جمع ہے۔فرض نمازوں کے علاوہ باقی سب کو نفل کہا جاتا ہے مگر نوافل کے کئی درجے ہیں:

1: جن نوافل پر رسول اللہ ﷺ کا دائمی عمل ثابت ہے اُن کو سنت مؤکدہ کہا جاتا ہے۔

2: جن نمازوں کو کبھی کبھی ادا فرمایا ہو وہ مستحب کہلاتی ہیں۔

3: جن کے متعلق تاکید کی ہو انہیں واجب کا درجہ دیا گیا ہے۔

چونکہ ہم سب سے فرض نمازوں کی ادائیگی میں کچھ نہ کچھ کوتاہی رہ جاتی ہے، اس لیے نوافل اس کمی کو کسی حد تک پورا کردیتے ہیں۔لہٰذا نوافل مزید ثواب حاصل کرنے، فرضوں کی کوتاہی کو پورا کرنے اور بندگانِ الٰہی کی دلی تسکین کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

اہم ترین مسائل:

اس باب میں امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل مسائل بیان کیے ہیں:

1: فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں سنت ہیں۔

2: ظہر کے فرضوں سے پہلے چار اور بعد میں دو رکعتیں سنت ہیں۔

3: عصر سے پہلے دو یا چار رکعتیں سنت ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

4: مغرب کے بعد دو رکعتیں سنت ہیں۔

5: عشاء سے پہلے چار اور بعد میں چار یا دو رکعتیں سنت ہیں۔

6: دن کے وقت ایک سلام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ اس سے زائد مکروہ ہیں۔

7: رات کے نوافل ایک سلام سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آٹھ رکعتوں تک پڑھے جاسکتے ہیں۔ اس سے زائد مکروہ ہیں اور صاحبین کے نزدیک ایک سلام کے ساتھ صرف دو رکعتیں ہی پڑھی جائیں۔

8: فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے اور آخری دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے تو سورہ فاتحہ پڑھ لے، چاہے تو خاموش رہے اور چاہے تو تسبیح کہتا رہے۔ لیکن نفل نمازوں کی تمام رکعتوں میں قرأت ضروری ہے اور اسی طرح وتر کی تمام رکعتوں میں۔

9: جو شخص نماز نفل شروع کرے پھر اُسے توڑ دے تو اس پر قضا لازم ہو جاتی ہے۔

10: اگر چار رکعت نفل شروع کیے پھر پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ کیا پھر دوسری دو توڑ دیں تو صرف دو کی قضا کرے۔

11: قیام پر قدرت کے باوجود نوافل بیٹھ کر ادا کئے جاسکتے ہیں۔

12: اگر نفل شروع کھڑے ہو کر کیے پھر بلا عذر بیٹھ گیا تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے لیکن صاحبین کہتے ہیں سوائے عذر کے جائز نہیں۔

13: جو آدمی شہر سے باہر ہو وہ اپنی سواری پر نوافل پڑھ سکتا ہے۔ سواری کا رخ چاہے جس سمت ہو نیز اشارے سے رکوع و سجود کر سکتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسنون اور نفلی نمازوں کی ادائیگی کا بیان

''السنة فی الصلوٰة ان یصلی رکعتین بعد طلوع الفجرواربعاقبل الظهرورکعتین بعدها واربعاقبل العصر وان شآء رکعتین ورکعتین بعدالمغرب و اربعًا قبل العشاء واربعابعدها وان شآء رکعتین و نوافل النهار ان شآء صلی رکعتین بتسلیمه واحدة و ان شآء اربعا ویکره الزیادة علی ذلك فامانوافل اللیل فقال ابوحنیفة ان صلی ثمانی رکعات بتسلیمة واحدة جازوتکره الزیادة علی ذلك وقال ابویوسف ومحمدرحمهمااللّٰهلایزیدباللیل علی رکعتین بتسلیمة واحدة والقراء ة فی الفرائض واجبة فی الرکعتین الاولیین وهومخیرفی الاخریین ان شآء قرأالفاتحة وان شآء سکت وان شآء سبّح والقراء ة واجبة فی جمیع رکعات النفل و فی جمیع الوترومن دخل فی صلوٰة النفل ثم افسدها قضاها فان صلی اربع رکعات وقعدفی الاولیین ثم افسد الاخریین قضیٰ رکعتین وقال ابو یوسف یقضی اربعا ویصلی النافلة قاعدا مع القدرة علی القیام وان افتتحها قآئماً ثم قعد جاز عندابی حنیفة رحمه اللّٰهوقالالایجوز الامن عذرومن کان خارج المصر یتنفل علی دآبته الی ای جهة توجهت یومی ایماء۔''

''نماز میں سنت یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد دو رکعتیں پڑھی جائیں اور چار رکعت ظہر سے قبل اور دو اس کے بعد میں پڑھنی چاہئیں۔ اگر نمازی چاہے تو عصر سے قبل چار اور چاہے تو دو رکعتیں پڑھے۔ دو رکعتیں مغرب کے بعد،

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

چار عشاء سے قبل اور چار بعد میں اور اگر نمازی چاہے تو عشاء کی نماز کے بعد فقط دو رکعتیں پڑھے۔ دن کے نفل اگر نمازی چاہے تو ایک سلام کے ساتھ دو دو رکعتیں اور اگر چاہے تو چار رکعتیں پڑھ سکتا ہے، اس سے زیادہ کا ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ جہاں تک رات کے نوافل کا تعلق ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر نمازی آٹھ رکعتیں ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھے تو جائز ہے لیکن اس سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ نے کہا کہ رات کے نوافل ایک سلام کے ساتھ دو سے زیادہ نہ پڑھے۔ (فرضوں کی) پہلی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے لیکن بعد کی دو رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے۔ اگر چاہے تو سورۃ فاتحہ پڑھے اور چاہے تو خاموش رہے اور اگر چاہے تو تسبیح کہے لیکن نفل (سنن) اور وتر کی تمام رکعتوں میں قرأت واجب ہے۔ جس شخص نے نفل نماز شروع کی اور پھر اسے توڑ دیا تو وہ اس کو قضا کرے۔ نمازی نے چار رکعتیں پڑھیں اور پہلی دو رکعتوں کے بعد تشہد بیٹھا اور بعد کی دو رکعتیں توڑ دیں تو وہ دو رکعتوں کو قضا کرے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ چار رکعتوں کو قضا کرے۔ نفل نمازیں کھڑے ہو سکنے کے باوجود بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور اگر نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کرے پھر بیٹھ جائے تو ایسا کرنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ ایسا کرنا سوائے عذر کے جائز نہیں۔ جو کوئی شہر سے باہر ہو وہ نفل سواری پر پڑھ سکتا ہے خواہ سوار کا رخ کسی بھی سمت کی طرف ہو۔ ایسا آدمی اشارے سے رکوع و سجود کرے گا۔"

مفردات:

تسلیمۃ: نماز کے بعد سلام پھیرنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

واجبۃ: ضروری ہے۔

سکت: چپ رہا۔ خاموش رہا۔

سبح: سبحان اللہ کہا۔

افسد: توڑ دیا۔

افتتح: شروع کیا۔

قعد: بیٹھ گیا۔

خارج: باہر۔ یہ داخل کی ضد ہے۔

المصر: شہر، بڑا قصبہ۔

توجھت: توجہ کی۔ رُخ کیا۔

ایماء: اشارہ کرنا۔

دآبۃ: سواری۔ چوپایہ۔

نوافل نافلۃ کی جمع ہے۔ فرض نماز کے علاوہ جو بھی (سنن، تراویح اور دیگر نوافل) نماز پڑھی جاتی ہے وہ سب نفل ہے۔

مسائل ودلائل

سنتوں کی تعداد:

☆: ”نماز میں سنت یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد دو رکعتیں پڑھی جائیں اور چار رکعت ظہر سے قبل اور دو اس کے بعد میں پڑھنی چاہئیں۔ اگر نمازی چاہے تو عصر سے قبل چار اور چاہے تو دو رکعتیں پڑھے۔ دو رکعتیں مغرب کے بعد، چار عشاء سے قبل اور چار بعد میں اور اگر نمازی چاہے تو عشاء کی نماز کے بعد فقط دو رکعتیں پڑھے۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ دن اور رات میں بارہ رکعات پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ وہ بارہ رکعات یہ ہیں:

ظہر کے فرضوں سے پہلے چار اور بعد میں دو۔ مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو اور فجر کی نماز سے پہلے دو۔

ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

''یہ سب مؤکدہ سنتیں ہیں اور نماز فجر سے پہلے کی دو سنت سب سے زیادہ مؤکدہ ہیں حتی کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان کو واجب کہتے ہیں۔

نماز عصر سے پہلے چار رکعتوں کا ثبوت کئی آثار سے ملتا ہے۔ عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں لیکن بعض احادیث میں چار رکعتوں کا ذکر بھی ہے۔ صحیحین میں ہے کہ جمعہ کے بعد حضور ﷺ نے دو رکعت پڑھیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ لہٰذا احناف نے جمعہ کے بعد چار اور دو کو جمع کر دیا ہے لیکن ان سب پر حضور ﷺ کا دائمی عمل نہ ہونے کی وجہ سے انہیں مستحب قرار دیا گیا ہے۔

دن اور رات کے نوافل:

☆: ''دن کے نفل اگر نمازی چاہے تو ایک سلام کے ساتھ دو دو رکعتیں اور اگر چاہے تو چار رکعتیں پڑھ سکتا ہے، اس سے زیادہ کا ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ جہاں تک رات کے نوافل کا تعلق ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر نمازی آٹھ رکعتیں ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھے تو جائز ہے لیکن اس سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ نے کہا کہ رات کے نوافل ایک سلام کے ساتھ دو سے زیادہ نہ پڑھے۔''

دن کے وقت ایک سلام کے ساتھ دو رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھنا جائز ہیں لیکن اس سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہیں۔ افضل یہ ہے کہ دو دو رکعتیں ہی پڑھی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جائیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کی ہے:

''صلوٰۃ اللیل والنھار مثنیٰ مثنیٰ۔''

''دن اور رات کی (نفلی) نماز دو دو رکعت ہے۔''

اسی طرح ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں ہے:

''الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشھد فی کل رکعۃ۔''

''(نفلی) نماز دو دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں تشہد ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رات کے نوافل کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک سلام سے اگر آٹھ رکعتیں بھی پڑھی جائیں تو بھی جائز ہے لیکن اس سے زیادہ مکروہ ہے۔ صاحبین کے نزدیک رات کے نوافل بھی دو دو رکعت ہیں اس سے زیادہ نہیں۔

چنانچہ سنن نسائی میں ہے:

''یصلی ثمانی رکعات لایجلس فیھن الاعندالثامنۃ۔''

''حضور ﷺ (رات کے وقت) آٹھ رکعت پڑھا کرتے تھے اور صرف آٹھویں رکعت پر ہی (سلام کے لیے) بیٹھا کرتے تھے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو سامنے رکھتے ہوئے آٹھ رکعت ایک سلام سے جائز قرار دیتے ہیں۔ جبکہ صاحبین اُس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ دن اور رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ یہ اختلاف صرف افضلیت کے بارے میں ہے، جائز ہونے کے سب قائل ہیں۔

نماز میں قرأت:

☆: (فرضوں کی) پہلی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے لیکن بعد کی دو رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے۔ اگر چاہے تو سورۃ فاتحہ پڑھے اور چاہے تو خاموش

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.com

رہے اور اگر چاہے تو تسبیح کہے لیکن نفل (سنن) اور وتر کی تمام رکعتوں میں قرأت واجب ہے۔"

فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے جبکہ دوسری دو میں اختیار ہے چاہے تو قرأت کرے یا چپ رہے یا تسبیح کرے۔ یہ احناف کا مسلک ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قرأت واجب ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل امام مسلم اور صحاح ستہ کی یہ حدیث ہے:

"لاصلوٰۃ الا بقراء ۃ۔"

"قرأت کے بغیر نماز نہیں ہے۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں:

"من صلی صلوٰۃ ولم یقرأفیها الفاتحة الکتاب نهی خداج غیر تمام۔"

"جس نے کوئی نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ ناقص اور نامکمل ہے۔"

احناف کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

"فاقرؤا ماتیسر من القرآن"

"جو آسانی سے پڑھ سکو قرآن میں سے پڑھو۔"

پڑھو! امر ہے اور اس سے تکرار ثابت نہیں ہوتی۔ فرض کی دوسری رکعت چونکہ جہر' اخفاء اور تمام احکام میں پہلی کی مانند ہے لہٰذا یہ حکم اس میں ثابت ہوگا لیکن آخری دو رکعتوں کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ وہ سفر میں ساقط ہوجاتی ہیں۔ لہٰذا یہ حکم ان میں ثابت نہ ہوگا۔

اسی طرح بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ اسی طرح عصر میں اور صبح میں۔

(الصحیح البخاری، صفحہ نمبر 157) (الصحیح المسلم، صفحہ نمبر 185) (سنن ابی داؤد، صفحہ نمبر 123) (سنن نسائی، صفحہ نمبر 153) (سنن ابن ماجہ، صفحہ نمبر 60)

''لاصلوٰۃ الا بقراء ۃ۔''

یہ واضح نہیں کہ اس سے مراد ہر رکعت میں قرأت ہے یا صرف ایک رکعت میں کیونکہ ایک رکعت میں قرأت کرنے والا بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے نماز میں قرأت کی ہے۔

ابن الھمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے:

''احناف کے نزدیک افضل یہی ہے کہ آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔''

(فتح القدیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 193)

فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں میں قرأت لازم ہے لیکن نوافل کی تمام رکعتوں اور وتر میں قرأت واجب ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

''لاصلوٰۃ الا بقراء ۃ۔''

''نماز قرأت کے بغیر نہیں ہے۔''

قضا کا وجوب:

☆: ''جس شخص نے نفل نماز شروع کی اور پھر اسے توڑ دیا تو وہ اس کو قضا کرے۔ نمازی نے چار رکعتیں پڑھیں اور پہلی دو رکعتوں کے بعد تشہد بیٹھا اور بعد کی دو رکعتیں توڑ دیں تو وہ دو رکعتوں کو قضا کرے۔''

نفل نماز کو جب شروع کر لیا تو اُس کا پورا کرنا واجب ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

''ولاتبطلوا اعمالکم۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔''

عمرہ ایک نفل عبادت ہے۔اُسے پورا کرنے کا حکم دیا گیا تو اس کا اطلاق نفل نماز پر بھی ہوگا۔

نفل کو توڑ ڈالنے سے اس کی قضا واجب ہوگی۔ اگر چار رکعت کی نیت کر کے دو رکعت کے بعد سلام پھیر لیا تو صرف آخری دو رکعت کی قضا لازم ہوگی کیونکہ پہلی دو رکعتیں مکمل ہوگئیں۔

بیٹھ کر نوافل پڑھنا:

☆: ''نفل نمازیں کھڑے ہوسکنے کے باوجود بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور اگر نفل نماز کھڑے ہوکر شروع کرے پھر بیٹھ جائے تو ایسا کرنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ ایسا کرنا سوائے عذر کے جائز نہیں۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول استحسان پر مبنی ہے کہ نفل نماز بغیر عذر کے بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا تو اس نے اُسی پہلے اختیار پر عمل کیا لیکن صاحبین کا قول قیاس پر مبنی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ جو شخص دو رکعت کھڑے ہوکر ادا کرنے کی نذر مانے تو اس پر قیام واجب ہے۔ اسی طرح جس نے کھڑے ہوکر نفل شروع کیے تو گویا یہ بھی ایک نذر ہے، اب اُسے اسی حالت میں پورا کرنا واجب ہوگا۔

سواری پر نماز پڑھنا:

☆: ''جو کوئی شہر سے باہر ہو وہ نفل نماز سواری پر پڑھ سکتا ہے خواہ سواری کا رخ کسی بھی سمت کی طرف ہو۔ ایسا آدمی اشارے سے رکوع و سجود کرے گا۔''

شہر سے باہر سواری پر نفل پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''رایت رسول اللہ ﷺ یصلی علی حمار وھو متوجه الی خیبر۔''

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جبکہ آپ ﷺ کا رُخ خیبر کی طرف تھا۔“

یاد رہے کہ مدینے سے خیبر کعبہ کی سمت میں نہیں تھا۔

(الصحیح المسلم)(سنن ابی داؤد)(سنن نسائی)

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب: ۱۱

نماز جمعہ کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

جمعہ کے اہم ترین فقہی مسائل

جمعہ کا تلفظ و معنی:

جمعہ کا لفظ میم کی جزم اور پیش کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ عربی لفظ جمع سے لیا گیا ہے جس کا مفہوم جمع کرنا اور اکٹھا کرنا ہے۔

اگر میم کی جزم کے ساتھ پڑھا جائے تو معنی ہوگا جمع کرنے والا دن اور اگر میم کے پیش سے پڑھا جائے تو معنی ہے جمع کیا جانے والا دن۔ چونکہ اس دن میں خیرو برکت اور اجروثواب جمع کردیئے گئے ہیں، لہٰذا دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔

جمعہ کی فرضیت:

نماز جمعہ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی۔ اس کا حکم مندرجہ ذیل مدنی آیت سے ثابت ہے:

''یاایھاالذین اٰمنوااذانودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعواالی ذکر اللہوذروالبیع'' (الجمعۃ ۶۲: ۹)

''ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر جاؤ اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو۔''

یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور نبی ﷺ نے پہلا جمعہ بنی سلم کے محلّہ میں واقع مسجد میں ادا فرمایا۔

اس آیت میں درج ذیل جو فعل امر کے صیغے موجود ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''فاسعوا''

اور'

'ذروا''

ان سے جمعہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے تمام ائمہ کے نزدیک جمعہ کی نماز فرض عین ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بھی اس کا فرض ہونا ثابت ہے۔ صرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے قائل ہیں۔

جمعہ کی شرائط:

تمام علمائے اُمت اس بات پر متفق ہیں کہ نماز جمعہ باقی تمام نمازوں سے ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اس کے لیے جو شرائط کتاب وسنت میں ذکر کی گئی ہیں وہ باقی نمازوں کے لیے نہیں رکھی گئیں۔ وہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

1: نماز ادا کرنے والا آزاد ہو کیونکہ غلام پر جمعہ فرض نہیں۔

2: مرد ہو کیونکہ عورت پر جمعہ واجب نہیں۔

3: بالغ ہو۔ نابالغ پر جمعہ فرض نہیں۔

4: مقیم ہو مسافر نہ ہو۔

5: تندرست ہو۔ مریض پر جمعہ فرض نہیں۔

6: دونوں پاؤں سلامت ہوں۔ معذور نہ ہو۔

7: آنکھیں سلامت ہوں۔ نابینا نہ ہو۔

8: بڑے شہر میں نماز جمعہ قائم کی جائے۔

9: حاکم وقت یا اس کا نائب نماز جمعہ قائم کرے۔

10: نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔

11: جمعہ میں خطبہ شرط ہے۔

12: نماز جمعہ وقت ظہر میں ادا کی جائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں یہ مسائل بیان کیے ہیں:

1: نماز جمعہ صرف بڑے شہر یا اس کی عیدگاہ میں جائز ہے۔ بستیوں میں نماز جمعہ جائز نہیں۔

2: اُسے صرف حاکم وقت یا اُس کا کوئی نمائندہ قائم کرسکتا ہے۔

3: جمعہ کی شرائط میں ایک وقت ہے۔ لہٰذا جمعہ ظہر کے وقت میں جائز ہے، اُس کے بعد جائز نہیں۔

4: خطبہ جمعہ کی شرط ہے۔ امام دو خطبے دے جن کے درمیان قعدہ کرے۔

5: خطبہ کھڑے ہوکر باوضو دے۔

6: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خطبہ میں صرف اللہ کے ذکر پر اکتفا جائز ہے۔ صاحبین کے نزدیک لمبا ذکر ضروری ہے کہ جسے خطبے کا نام دیا جاسکے۔

7: اگر بیٹھ کر بلا طہارت خطبہ دے تو مکروہ ہے لیکن جائز ہے۔

8: اُس کی تیسری شرط جماعت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمی اور ہونے چاہئیں لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ امام کے علاوہ دو کافی ہیں۔

9: جمعہ کی نماز میں قرأت اُونچی آواز میں کرنی چاہئے۔ کوئی مقررہ سورت بھی نہیں پڑھنی چاہیے۔

10: مسافر، مریض، بچے، غلام، نابینا اور عورت پر جمعہ کی نماز فرض نہیں۔

11: اگر مندرجہ بالا افراد نماز جمعہ باجماعت پڑھ لیں تو اُن کی نماز ظہر ادا ہوگئی۔

12: غلام، مسافر یا مریض نماز جمعہ کی امامت کراسکتے ہیں۔

13: اگر کوئی شخص بلا عذر جمعہ کے دن نماز ظہر گھر میں پڑھ لے تو جائز ہونے کے باوجود یہ مکروہ ہے۔

14: مندرجہ بالا شخص اگر نماز جمعہ پڑھنے کا ارادہ کرلے تو صرف چل پڑنے کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ساتھ ہی اس کی نماز ظہر باطل ہوگئی۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ صاحبین کے نزدیک جب تک امام کے ساتھ جماعت میں شریک نہ ہو جائے ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی۔

15: معذور اور قیدی کے لیے جمعہ کے دن نماز ظہر جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔

16: اگر امام کے ساتھ نماز جمعہ مل جائے تو جس قدر مل جائے وہ پڑھ لینی چاہئے اور جورہ گئی اس پر بنا کرنی چاہئے۔

17: اگر امام کے ساتھ تشہد یا سجدہ سہو میں شامل ہوا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز کی بناء کرے۔ صاحبین کے ہاں اگر دوسری رکعت کا زیادہ حصہ مل جائے تو جمعہ کی بناء کرے اور اگر کم حصہ ملا ہے تو پھر ظہر کی نماز کی بناء کرے۔

18: جب امام خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہو جائے تو ہر قسم کی بات چیت اور نماز ترک کر دینی چاہئے۔ تا آنکہ امام خطبے سے فارغ ہو جائے۔ صاحبین کے نزدیک جب تک امام خطبہ شروع نہیں کرتا سنت نماز اور کلام جائز ہے۔

19: جب جمعہ کی پہلی اذان ہو تو لوگوں کو خرید و فروخت چھوڑ کر نماز کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

20: جب امام منبر پر چڑھ جائے تو مؤذن منبر کے سامنے اذان دے۔ امام خطبہ ے اور خطبے سے فارغ ہو کر جماعت کرائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز جمعہ کا بیان

''لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القُریٰ ولاتجوز اقامتها الاللسلطان اولمن امره السلطان ومن شرائطها الوقت فتصحّ فی وقت الظهر ولا تصح بعده ومن شرائطها الخطبة قبل الصلوٰة یخطب الامام خطبتین یفصل بینهما بقعدة ویخطب قائما علی الطهارة فان اقتصرعلٰی ذکراللّٰه تعالیٰ جاز عند ابی حنیفة رحمه اللّٰه وقالا لابدّمن ذکر طویل یُسمّٰی خطبة فان خطب قاعداوعلٰی غیرطهارة جاز ویکره ومن شرائطها الجماعة واَقَلُّهم عندابی حنیفة ثلاثة سوی الامام وقالااثنان سوی الامام ویجهر الامام بقراء ته الرکعتین ولیس فیهما قراء ة سورة بعینها ولا تجب الجمعة علی مسافر ولاامرآة ولامریض ولاصبّیٍ ولاعبد ولا اعمیٰ فان حضرواوصلّوامع الناس اجزاء هم عن فرض الوقت ویجوز للعبدوالمسافر والمریض ان یؤمّوْافی الجمعة ومن صلّی الظهرفی منزله یوم الجمعة قبل صلوٰة الامام ولاعذرله کره له ذلك وجازت صلوٰته فان بداله ان یحضرالجمعة فتوجه الیها بطلت صلوٰة الظهرعند ابی حنیفة رحمه اللّٰهبالسَّعِیْ الیها وقال ابویوسف ومحمد رحمهما اللّٰه لایبطل حتی یدخل مع الامام ویکره ان یصلی المعذور الظهربجماعة یوم الجمعة وکذلك اهل السجن ومن ادرك الامام یوم الجمعة صلی معه مادرك وبَنٰی علیها الجمعة وان ادرکه فی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

التشهد اوفی سجود السھو بنی علیھا الجمعة عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد ان ادرك معه اکثر الرکعة الثانیة بنی علیھا الجمعة وان ادرك معه اقلھا بنی علیھا الظھر واذا اخرج الامام یوم الجمعة ترك الناس الصلوٰة والکلام حتی یفرغ من خطبتهٖ وقالا لاباس بان یتکلم مالم یبدابالخطبة واذا اذّن المؤذنُوْنَ یوم الجمعة الاذان الاول ترك الناس البیع والشرآء وتوجّھُواالی الجمعة فاذاصعدالامام المنبر جلس واذن المؤذنُونَ بین یدی المنبرثم یخطب الامام واذا فرغ من خطبتهٖ اقامواالصلوٰة۔"

"جمعہ فقط شہر جامع میں اور عیدگاہ میں جائز ہے۔گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔جمعہ فقط بادشاہ وقت یا اس کا نائب قائم کرسکتا ہے۔جمعہ کی شرائط میں سے ایک وقت بھی ہے۔پس جمعہ وقت ظہر میں صحیح ہے اوراس کے بعد جائز نہیں۔اس کی ایک شرط نماز سے پہلے خطبہ دینا بھی ہے۔پس امام دوخطبے دے اوردونوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھے۔خطبہ کھڑے ہوکر باوضوہونے کی حالت میں دے۔اگراس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر پراکتفاء کیاتو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔صاحبین کہتے ہیں کہ طویل خطبے کے بغیر جمعہ جائزنہیں ہے۔اگرامام نے بیٹھ کرخطبہ دیایا پھر بے وضوخطبہ دیاتو جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔جمعہ کی ایک شرط جماعت بھی ہے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت کی کمتر تعداد امام کے علاوہ تین آدمی ہیں لیکن صاحبین کہتے ہیں کہ امام کے علاوہ دوآدمی بھی ہوں تو جمعہ جائز ہے۔امام دونوں رکعتوں میں جہری قرأت کرے گا۔امام کوئی معینہ سورت نہ پڑے۔جمعہ مسافر،عورت،بیمار،بچے ،غلام اورنابینا پرلازم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہیں لیکن اگر یہ لوگ اورلوگوں کے ساتھ جمعہ پڑھیں تو جائز ہے اوران سے وقت فرض (ظہر) کی نمازادا ہوگئی۔غلام،مسافر اور مریض جمعہ کی امامت کراسکتے ہیں۔جس نے بغیرکسی عذر کے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے ظہرکی نمازاپنے گھر میں ادا کرلی تواس کی نماز ہوجائے گی لیکن یہ مکروہ ہے۔پس اگر یہ آدمی جمعہ کے لیے چلاتو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط چلنے سے ظہرکی نماز باطل ہوگئی۔صاحبین کہتے ہیں کہ جب تک یہ امام کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرے گا اس وقت تک اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔معذوراورقیدیوں کاجمعہ کے دن جمعہ کی بجائے ظہرکی نمازجماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔جس نے امام کو جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے پایاتووہ بھی امام کے ساتھ پڑھے اوربقیہ نمازکی اسی پر بناء کرے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگراس نے امام کوتشہد یاسجدۂ سہومیں پایاتو بقیہ نمازکی جمعہ پرہی بناء کرے گا(یعنی دورکعت جمعہ ہی پڑھے گا)لیکن صاحبین کہتے ہیں کہ اگراس نے دوسری رکعت کااکثرحصہ پالیاتوبقیہ نمازکی جمعہ پرہی بنا کرے (دورکعت جمعہ ہی پڑھے)اوراگراس نے دوسری رکعت کااکثرحصہ نہ پایاتو پھرظہرکی بناء کرے گا(جمعہ کی بجائے چاررکعت ظہراداکرے گا)۔ جب امام جمعہ کے لیے نکلے تولوگ کلام اورنماز چھوڑدیں جب تک کہ امام خطبہ سے فارغ نہ ہوجائے۔صاحبین کہتے ہیں کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔جب مؤذن پہلی اذان دے تولوگ خریدوفروخت چھوڑدیں اور جمعہ کی طرف چل پڑیں۔پس جب امام منبر پربیٹھ جائے تو مؤذن دوسری اذان امام کے سامنے پڑھے ۔پھرامام خطبہ دے اورجب خطبہ سے فارغ ہوجائے تولوگ باجماعت نمازاداکریں۔‘‘

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مفردات:

لاتصح: درست نہیں ہے۔

مصر جامع: بڑا شہر۔ بڑا قصبہ۔

القریٰ: بستیاں۔ دیہات۔ یہ قریۃ کی جمع ہے۔

السلطان: حاکم۔ بادشاہ وقت۔

اقتصر: اکتفا کیا۔ مختصر کیا۔

یسمی: نام دینا

لابُدّ: ضروری ہے۔

اقلھم: کم از کم

بعینھا: مقررہ سورۃ۔ ایک ہی سورت۔

یوموا: امامت کرائیں۔

بدالہ: اس کے جی میں آیا۔ اس کا ارادہ ہوا۔

اھل السجن: جیل والے قیدی۔

ادرک: پایا۔

یفرغ: فارغ ہو جائے۔

یتکلم: بات چیت کرتا ہے۔

البیع والشراء: خرید و فروخت۔

توجھوا: متوجہ ہو گئے۔

صعد: چڑھ گیا۔

بین یدی: دونوں ہاتھوں کے درمیان۔ سامنے۔ یدی اصل میں یدین تھا۔ مرکب اضافی ہونے کے باعث تثنیہ کا نون گر گیا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسائل ودلائل

مصر جامع کی شرط:

☆: ''جمعہ فقط شہر جامع میں اور عیدگاہ میں جائز ہے۔ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔''

جمعہ کی نماز مصر جامع (بڑے شہر) یا شہر کی عیدگاہ میں ہی جائز ہے۔ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مصنف عبدالرزاق میں روایت مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لاتشریق ولاجمعة الافی مصر جامع۔''

''عید اور جمعہ فقط مصر جامع ہی میں جائز ہیں۔''

1: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصر وہ ہے جس میں کئی گلیاں اور بازار ہوں اور جہاں حاکم ہو جو مظلوم کو ظالم سے نجات دلا سکے۔

2: امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ مصر وہ جگہ ہے جہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ قائم کرے اور حدود نافذ کرے۔ یہی ظاہر روایت ہے۔

3: امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ اگر اہل شہر بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں، یہی مصر جامع ہے۔

مصلیٰ مصر سے مراد وہ مضافات اور شہر کے محلے ہیں جہاں سے شہر کے باشندوں کی ضروریات وابستہ ہوتی ہیں۔ مضافات کی حد بندی بعض علماء نے ایک میل، بعض نے دو میل اور بعض نے چھ میل تک کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی شہر کی ضروریات مثلاً سبزی' چارہ اور دیگر ضروریات جس علاقے سے وابستہ ہوں وہ اُس کی مضافات شمار ہوگا۔

دیہات اور بستیوں میں نماز جمعہ جائز نہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دیہات میں بھی نماز جمعہ کو جائز فرماتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ وہ بستی جس میں مسجد اور بازار ہوں اور جس کے مکان ایک دوسرے سے متصل ہوں وہاں جمعہ جائز ہے۔

حاکم وقت یا اس کا نائب ہی جمعہ قائم کرسکتا ہے:

☆: ''جمعہ فقط بادشاہ وقت یا اس کا نائب قائم کرسکتا ہے۔''

جمعہ کے قیام کی ذمہ داری حاکم وقت یا اُس کے نائب کی ہے کیونکہ نماز جمعہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے۔ اس میں امامت، اوّل وقت اور آخر وقت کے متعلق اختلاف کا اندیشہ ہے لہٰذا حاکم وقت ہی اس کے انتظام کا مجاز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سلطان کی اجازت کے بغیر بھی جمعہ ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ اگر حکومت کفار کی ہو تو عام مسلمان بھی اپنا خطیب اور امام مقرر کرسکتے ہیں تاکہ جمعہ قائم کیا جاسکے۔

نماز جمعہ کا وقت:

☆: ''جمعہ کی شرائط میں سے وقت کا ہونا بھی ہے۔ پس جمعہ وقت ظہر میں صحیح ہے اور اس کے بعد جائز نہیں۔''

نماز جمعہ کا وقت نماز ظہر کا وقت ہے یعنی ظہر کے وقت میں ہی پڑھا جائے بعد میں نہیں۔ چنانچہ بخاری کی روایت ہے:

''کان النبی ﷺ صلی الجمعۃ حین تمیل الشمس۔''

''نبی کریم ﷺ جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔''

صحیح مسلم کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے ذرا جلدی پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم لوگ جمعہ کے دن دوپہر کا آرام اور کھانا نماز کے بعد کیا اور کھایا کرتے تھے۔'' (المشکوٰۃ المصابیح)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جمعہ کا خطبہ:

☆: ''جمعہ کی ایک شرط نماز سے پہلے خطبہ دینا بھی ہے۔پس امام دو خطبے دے اور دونوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھے۔''

نماز جمعہ سے پہلے خطبہ سنت ہے۔ یہ دراصل دو خطبے ہوتے ہیں جن کے درمیان وقفہ کرنا بھی سنت ہے۔چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں:

''کان یخطب قائما ثم یجلس ثم یقوم فیخطب قائما''

''رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے۔پھر بیٹھ جاتے پھر اُٹھتے اور کھڑے ہوکر خطبہ دیتے۔''

خطبہ کی مقدار:

☆: اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر پر اکتفاء کیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔صاحبین کہتے ہیں کہ طویل خطبے کے بغیر جمعہ جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں اگر خطبے میں صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر پر اکتفا کرلیا جائے۔مثلاً: سبحان اللہ یا الحمدللہ کا لفظ بھی کہہ دیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے:

''فاسعوا الی ذکر اللہ۔'' (الجمعۃ ۶۲: ۹)

''اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔''

اور ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے۔لہٰذا صرف ذکر اللہ بھی کافی ہے لیکن صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ خطبہ طویل ذکر کا نام ہے۔مختصر ذکر کو عام اصطلاح میں خطبے کا نام نہیں دیا جاتا۔لہٰذا خطبہ کا طویل ہونا ضروری ہے۔نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باوضو کھڑے ہو کر خطبہ دینا:

☆: ''خطبہ کھڑے ہو کر باوضو ہونے کی حالت میں دے۔ اگر امام نے بیٹھ کر خطبہ دیا یا پھر بے وضو خطبہ دیا تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔''

خطبہ کھڑے ہو کر اور باوضو دینا سنت ہے کیونکہ یہی صحابہ اور تابعین کے زمانے سے معمول چلا آرہا ہے۔ اگر بیٹھ کر اور بغیر طہارۃ کے خطبہ دے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ چونکہ اس سے مقصد تو حاصل ہو جاتا ہے اس لیے جائز ہے۔

جماعتِ جمعہ میں مقتدیوں کی تعداد:

☆: جمعہ کی ایک شرط جماعت بھی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت کی کمتر تعداد امام کے علاوہ تین آدمی ہیں لیکن صاحبین کہتے ہیں کہ امام کے علاوہ دو آدمی بھی ہوں تو جمعہ جائز ہے۔''

جمعہ کی شرائط میں سے ایک شرط جماعت ہے یعنی جمعہ کی نماز میں نمازیوں کی ایک تعداد ہونا ضروری ہے کیونکہ جمعہ کا لفظ ہی اجتماعیت سے ماخوذ ہے۔ لہٰذا جماعت نہ ہو تو جمعہ کا تصور ہی باطل ہو جائے گا۔

جماعت کے سلسلے میں اس امر میں اختلاف ہے کہ کتنی تعداد ضروری ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام کے علاوہ تین مقتدی ہونا ضروری ہیں۔ امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے کہ امام کے سوا دو کافی ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ چالیس آدمی ضروری ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی تعداد ہونی چاہئے۔ مثلاً بیس یا تیس۔ ان کے نزدیک تین، چار آدمیوں پر جمعہ فرض نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ آیت ہے:

''فاسعوا الی ذکر اللّٰہ'' (الجمعۃ ٦٢ : ٩)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ''فاسعوا'' جمع کا صیغہ ہے۔ جس کی کم سے کم تعداد تین ہے۔ دو پر جمع کا لفظ نہیں بلکہ دو کے لیے تثنیہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔

جمعہ میں قرأت:

☆: امام دونوں رکعتوں میں جہری قرأت کرے گا۔ امام کوئی معینہ سورت نہ پڑھے۔''

جمعہ میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے۔ یہ سنت نبوی ہے۔ اسی طرح کسی خاص سورت کا پڑھنا بھی ضروری نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ سے جمعہ کی امامت میں سورۃ الجمعہ اور منافقون پڑھنا ثابت ہے لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ صرف یہی دو سورتیں ہمیشہ پڑھی جائیں۔

جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں:

☆: ''جمعہ مسافر، عورت، بیمار، بچے، غلام اور نابینا پر لازم نہیں لیکن اگر یہ لوگ اور لوگوں کے ساتھ جمعہ پڑھیں تو جائز ہے اور ان سے وقت فرض (ظہر) کی نماز ادا ہوگئی۔''

جمعہ کی نماز مسافر' عورت' مریض' بچے' غلام اور نابینا افراد پر واجب نہیں۔ تاہم اگر یہ لوگ نماز جمعہ میں حاضر ہو جائیں اور نماز ادا کریں تو ان کا جمعہ ادا ہو جائے گا اور انہیں ظہر ادا کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

غلام، مسافر اور مریض کی امامت:

☆: ''غلام، مسافر اور مریض جمعہ کی امامت کرا سکتے ہیں۔''

غلام' مسافر اور مریض نماز جمعہ کی امامت بھی کرا سکتے ہیں۔ یہ افراد جس طرح نماز ادا کرنے کے اہل ہیں اسی طرح امامت کے بھی اہل ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قبل از جمعہ نماز ظہر گھر میں ادا کرنے والا:

☆: جس نے بغیر کسی عذر کے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز اپنے گھر میں ادا کر لی تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن یہ مکروہ ہے۔ پس اگر یہ آدمی جمعہ کے لیے چلا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط چلنے سے ظہر کی نماز باطل ہو گئی۔ صاحبین کہتے ہیں کہ جب تک یہ امام کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرے گا اس وقت تک اس کی نماز باطل نہیں ہو گی۔''

اگر کوئی شخص امام کے نماز جمعہ پڑھانے سے قبل اپنے گھر میں بلا عذر نماز ظہر پڑھ لیتا ہے تو یہ ہے تو مکروہ لیکن نماز ظہر ہو جائے گی۔ پھر اگر یہ شخص نماز جمعہ پڑھنے کی غرض سے اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں اس کی ظہر کی نماز باطل ہو گئی اور اب جمعہ پڑھنا اس کے لیے ضروری ہو گیا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ صرف جمعہ کی طرف متوجہ ہونے سے نماز ظہر باطل نہیں ہو گی۔ ظہر کی نماز اس وقت تک باطل نہ ہو گی جب تک وہ نماز جمعہ میں شامل نہ ہو جائے۔

جمعہ کے دن ظہر کی جماعت:

☆: معذور اور قیدیوں کا جمعہ کے دن جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔''

معذور اور قیدی جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے۔ یہ مکروہ ہے۔ وجہ کراہت یہ ہے کہ معذورین محسوبین اور مسافرین اگر جمعہ کے دن اپنی ظہر کی نماز الگ پڑھیں گے تو ممکن ہے کہ کوئی غیر معذور شخص بھی ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائے اور اس سے نماز جمعہ میں نمازیوں کی تعداد کم ہو جائے۔ کراہت کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جمعہ کے دن تو اقامت نماز جمعہ کا حکم ہے ظہر کا نہیں۔ اس دن دوسری جماعت کی اقامت میں ایک قسم کا معارضہ اور حکم عدولی ہے۔ کذافی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الطحاوی۔

بعد میں ملنے والا:

☆: ”جس نے امام کو جمعہ کی نماز پڑھتے پایا تو وہ بھی امام کے ساتھ پڑھے اور بقیہ نماز کی اسی پر بناء کرے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر اس نے امام کو تشہد یا سجدۂ سہو میں پایا تو بقیہ نماز کی جمعہ پر ہی بناء کرے گا (یعنی دو رکعت جمعہ ہی پڑھے گا) لیکن صاحبین کہتے ہیں کہ اگر اس نے دوسری رکعت کا اکثر حصہ پالیا تو بقیہ نماز کی جمعہ پر ہی بنا کرے (دو رکعت جمعہ ہی پڑھے) اور اگر اس نے دوسری رکعت کا اکثر حصہ نہ پایا تو پھر ظہر کی بناء کرے گا (جمعہ کی بجائے چار رکعت ظہر ادا کرے گا)۔“

اگر مقتدی کو امام کے ساتھ ایک رکعت یا اس سے زیادہ مل جائے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد باقی حصہ نماز جمعہ ہی ادا کرے اور اگر اسے پوری رکعت نہ ملے' بلکہ وہ تشہد یا سجدہ سہو میں امام کے ساتھ شریک ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ باقی نماز، نمازِ جمعہ یعنی دو رکعت ہی ادا کرے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت کا اکثر حصہ نماز کے ساتھ مل جائے تو جمعہ کی بناء کرے ورنہ نماز ظہر پڑھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل صحاح ستہ کی یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

”جب نماز کھڑی ہو جائے تو باوقار طریقے سے آؤ۔ بھاگ کر نہ آؤ۔ جس قدر نماز ملے اُسے ادا کرو اور جو رہ جائے اُسے پورا کرو۔“

اس حدیث سے یہی حکم اَخذ ہوتا ہے کہ جو نماز پڑھی جا رہی ہو وہی پوری کرو۔ اس لیے موجودہ صورت میں نماز جمعہ ہی پڑھی جا رہی ہے۔

خطبے کے وقت نماز اور کلام کی ممانعت:

☆: ”جب امام جمعہ کے لیے نکلے تو لوگ کلام اور نماز چھوڑ دیں جب تک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ امام خطبہ سے فارغ نہ ہو جائے۔ صاحبین کہتے ہیں کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

جب امام خطبہ دینے کے لیے نکلے تو پھر نماز اور گفتگو ترک کر دینی چاہیے۔ یہاں تک کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے۔ یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ جب تک امام خطبہ شروع نہ کرے کلام اور نماز جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ایک غریب حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''اذا خرج الامام فلاصلوٰۃ ولا کلام۔''

''جب امام نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام۔''

اس حدیث کی تائید حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال سے بھی ہوتی ہے کہ وہ امام کے باہر نکلنے کے بعد نماز اور کلام کو پسند نہ کرتے تھے۔

پہلی اذان پر نماز کے لیے تیاری:

☆: ''جب مؤذن پہلی اذان دے تو لوگ خرید و فروخت چھوڑ دیں اور جمعہ کی طرف چل پڑیں۔ پس جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن دوسری اذان امام کے سامنے پڑھے۔ پھر امام خطبہ دے اور جب خطبہ سے فارغ ہو جائے تو لوگ باجماعت نماز ادا کریں۔''

جب مؤذن پہلی اذان دے تو لوگ خرید و فروخت چھوڑ کر نماز جمعہ کی طرف متوجہ ہوں جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو دوسری اذان دی جائے۔ پھر امام خطبہ دے، اس سے فراغت کے بعد نماز ادا کی جائے۔

احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے عہد میں اور شیخین یعنی سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانۂ خلافت میں اذان اُس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں جب لوگوں کی تعداد بڑھ گئی تو انہوں نے ایک اور اذان کا اضافہ کیا۔ شروع میں صرف نماز کا اعلان کیا جاتا تھا۔ بعد میں باقاعدہ اذان ہونے لگی کیونکہ یہ خلیفۂ راشد کا فعل تھا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس پر اجماع ہوگیا تو یہ دوسری اذان بدعت نہ رہی۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۱۲

عیدین کی نماز کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

عیدین کے چند اہم مسائل

عید کا معنی و مفہوم:

عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے اور واپس آنے کے ہیں۔ عید چونکہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے، اسی لیے اسے یہ نام دیا گیا۔ احناف کے نزدیک نماز عید واجب ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ اسے سنتِ مؤکدہ کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے 6 ہجری کو نماز عید ادا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ ہمیشہ اسے قائم کرتے رہے۔

پندرہ مفتی بہ مسائل:

اس باب میں امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل مسائل کا ذکر کیا ہے:

1: عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھا پی لینا مستحب ہے۔

2: عیدگاہ کو جانے سے پہلے غسل کرنا، خوشبو لگانا اور عمدہ کپڑے پہننا چاہیے۔

3: راستے میں تکبیریں نہیں کہنا چاہئیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ صاحبین کے نزدیک تکبیریں کہنا چاہئیں۔

4: عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے نوافل مسنون نہیں۔

5: نماز عید کا وقت سورج طلوع ہونے سے لے کر زوال آفتاب سے پہلے تک ہے۔

6: نماز عید دو رکعت ہے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین تکبیریں اور پھر سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت ملانا ہے۔ دوسری رکعت قرأت سے شروع کرے، قرأت سے فراغت کے بعد تین تکبیریں کہے اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

7: عید کی تکبیروں میں رفع یدین کرنا چاہیے۔

8: عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ کی نماز بھی دو رکعتیں پڑھائے اور نماز کے بعد دو خطبے دے۔ دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ کر وقفہ کرے۔ ان خطبوں میں وہ لوگوں کو قربانی کے مسائل اور تکبیرات تشریق کے مسائل بتائے۔

9: جو شخص امام کے ساتھ نماز عید ادا نہیں کر سکا تو اسے قضا نہیں کر سکتا۔

10: عید الفطر کا چاند نظر نہ آنے کی صورت میں اگر زوال کے بعد شہادت مل جائے تو دوسرے دن نماز عید پڑھی جا سکتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے دوسرے دن بھی نہیں پڑھی جا سکی تو اس کے بعد نہیں پڑھنا چاہیے۔

11: عید الاضحیٰ میں نماز عید کے بعد کھانا پینا مستحب ہے۔

12: عید الاضحیٰ میں عید گاہ کے راستے میں تکبیریں کہنا مستحب ہے۔

13: اگر عید الاضحیٰ کی نماز پہلے دن نہیں پڑھی جا سکی تو دوسرے اور تیسرے دن پڑھی جائے۔ اس کے بعد نہ پڑھی جائے۔

14: تکبیراتِ تشریق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک 9 ذوالحجہ کی نماز فجر سے شروع کر کے دسویں ذوالحجہ کی نماز عصر تک ہوتی ہیں۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیرات تشریق 9 ذوالحجہ کی نماز فجر سے لے کر 13 تاریخ کی نماز عصر تک ہیں۔ تکبیرات فرض نمازوں کے بعد پڑھی جائیں۔

15: تکبیرات کے الفاظ یہ ہیں:

"اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔"

اس باب کی دو فصول ہیں:

1: عید الفطر کا بیان

2: عید الاضحیٰ کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۱

عیدالفطر کا بیان

"یستحب یوم الفطران یطعم الانسان شیئا قبل الخروج الی المصلّٰی ویغتسل ویتطیب وَیَلْبِسُ احسن ثیابه ویتوجه الی المصلّٰی ولایکبرفی طریق المصلّٰی عند ابی حنیفة رحمه اللّٰہ تعالیٰ و یکبر عند هما ولایتنفّل فی المصلّٰی قبل صلوٰة العید فاذاحلّت الصلوٰة بارتفاع الشمس دخل وقتها الی الزوال فاذا زالت الشمس خرج وقتها ویصلی الامام بالناس رکعتین یکبرفی الاولیٰ تکبیرة الاحرام وثلاثابعدها ثم یقرأفاتحة الکتاب وسورة معها ثم یکبرتکبیرة یرکع بها ثم یبتدأ فی الرکعة الثانیة بالقراء ة فاذا فرغ من القرء ة کبرثلاث تکبیرات وکبر تکبیرة رابعة یرکع بها ویرفع یدیه فی تکبیرات العیدین ثم یخطب بعد الصلوٰة خطبتین یعلم الناس فیهما صدقة الفطرواحکامها ومن فاتتهُ صلوٰة العید مع الامام لم یقضها فان غُمَّ الْهِلالُ عن الناس وشهدواعندالامام برؤیة الهلال بعدالزوال صلّی العید من الغدفان حدث عذر منع الناس من الصلوٰة فی الیوم الثانی لم یصلّهابعده و صدقة الفطر واجبة علی الحرالمسلم اذاکان مالکالمقدار النصاب فاضلاعن مسکنه وثیابه واثاثه وفرسه وسلاحه وعبیده للخدمة یخرج ذلك عن نفسه وعن اولاده الصغار وعبیده

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

للخدمة ولایودی عن زوجته ولاعن اولاده الکبار وان کانوا فی عیاله ولایخرج عن مکاتبه ولا عن ممالیکه للتجارة والعبدبین شریکین لافطرة علی واحدمنهما ویودی المسلم الفطرة عن عبده الکافر والفطرة نصف صاع من براوصاع من تمراوزبیب اوشعیروالصاع عندابی حنیفة ومحمد ثمانیة ارطال بالعراق وقال ابویوسف خمسة ارطال وثلث رطل ووجوب الفطرة یتعلق بطلوع الفجر الثانی من یوم الفطر فمن مات قبل ذلک لم تجب فطرته ومن اسلم اوولد بعد طلوع الفجر لم تجب فطرته۔

والمستحب ان یخرج الناس الفطرة یوم الفطر قبل الخروج الی المصلی فان قدموها قبل یوم الفطرجاز وان اخروها عن یوم الفطرلم تسقط وکان علیهم اخراجها۔''

''عیدالفطر کے دن انسان کا عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھالینا مستحب ہے۔ وہ نہائے دھوئے، خوشبو لگائے، اچھے کپڑے پہنے اور عید گاہ کی طرف چل پڑے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عیدگاہ کے راستے میں تکبیریں نہ کہے لیکن صاحبین کے نزدیک وہ تکبیریں پڑھتا جائے۔ عیدگاہ میں نمازعید سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھے۔ پس سورج بلند ہونے کے ساتھ نماز عید کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور زوال تک رہتا ہے۔ پس جب سورج کو زوال ہوجائے تو عید کا وقت نکل گیا اور امام لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور اس کے بعد تین تکبیریں کہے پھر سورۃ الفاتحہ پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ پھر وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔ پھر دوسری رکعت میں قرأت کے ساتھ ابتداء کرے۔ قرأت سے فارغ ہوکر تین بار تکبیر کہے اور چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع کرے۔ دونوں عیدوں کی تکبیروں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں ہاتھ بلند کرے۔ پھر نماز کے بعد دو خطبے دے جن میں لوگوں کو صدقہ فطر اور اس کے مسائل سکھائے اور جس کی عید کی نماز رہ جائے (باجماعت) تو پھر قضا کر کے نہ پڑھے۔ اگر لوگوں کو پہلی کا چاند پوشیدہ رہے اور لوگ امام کے پاس سورج کے زوال کے بعد چاند نظر آنے کی گواہی دیں تو پھر دوسرے دن نماز عید پڑھیں۔ اگر کسی عذر کی بناء پر لوگ عید کی نماز نہ پڑھ سکیں تو پھر تیسرے دن کے بعد نماز نہ پڑھیں۔ صدقہ فطر واجب ہے آزاد مسلمان پر جبکہ وہ مقدار نصاب کا مالک ہو اور یہ نصاب زائد ہو اس کے رہائشی مکان، کپڑوں، اسباب، گھوڑے، ہتھیار اور خدمتی غلاموں سے۔ اپنی طرف سے، اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے اور خدمتی غلاموں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔ نہ ادا کرے اپنی بیوی اور بڑی اولاد کی طرف سے، گو وہ اسی کی ذمہ داری میں ہوں اور نہ اپنے مکاتب اور سوداگری کے غلاموں کی طرف سے۔ جو غلام دو شریکوں کا ہو ان میں سے کسی پر بھی اس کا فطرانہ واجب نہیں اور مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے فطرانہ ادا کرے۔ فطرانہ نصف صاع ہے گیہوں کا یا ایک صاع ہے کھجور یا کشمش یا جو کا۔ طرفین کے نزدیک صاع آٹھ عراقی رطل کا معتبر ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ پانچ رطل اور تہائی رطل کا معتبر ہے۔ فطرانہ کا وجوب عید کے روز فجر ثانی کے طلوع سے متعلق ہے۔ پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے اس کا فطرانہ واجب نہیں جو شخص مسلمان ہوا یا پیدا ہوا طلوع فجر کے بعد تو اس کا فطرانہ واجب نہیں۔ لوگ اگر اپنا فطرانہ عید گاہ جانے سے پہلے نکال دیں تو یہ مستحب ہے۔ اگر عید کے روز سے پہلے ہی دے دیا تب بھی جائز ہے اور اگر مؤخر کر دیا اس کو عید کے روز سے تو ساقط نہ ہوگا بلکہ ادا کرنا لازم ہوگا۔"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مفردات:

الفطر: **فطر يفطر** سے ہے۔ معنی ہے روزہ افطار کرنا۔ رمضان المبارک کے بعد آنے والی عید کو یوم الفطر کہا جاتا ہے۔

يطعم: کھانا کھائے۔

المصلى: نماز پڑھنے کی جگہ۔ یہاں عید گاہ مراد ہے۔

يتطيب: خوشبو لگائے۔

يلبس: کپڑے پہنے۔

طريق: راستہ۔

حلت: اُتر جائے۔ حلال ہو جائے۔ مراد ہے نماز کا وقت ہو جائے۔

ارتفاع: بلند ہونا۔

يبتدأ: ابتداء کرے۔ شروع کرے۔

غُمَّ: چھپایا گیا۔ مراد ہے چاند نظر نہ آیا۔

الغد: آنے والا کل۔ آنے والا دن۔

حر: آزاد۔

مسكن: مکان۔

ثياب: یہ ثوب کی جمع ہے۔ معنی ہے کپڑا۔

اثاث: گھریلو سامان۔

فرس: گھوڑا۔

عبيد: نوکر چاکر۔ یہ عبد کی جمع ہے۔

مماليک: غلام۔ یہ مملوک کی جمع ہے۔

بر: گیہوں۔

تم: کھجور۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زبیب: کشمش۔

شعیر : جوار

ارطال: بارہ اوقیہ کا ایک وزن۔ یہ رطل کی جمع ہے۔

مصلیٰ: عید گاہ۔

مسائل و دلائل

نماز عید کی تیاری:

☆: ''عید الفطر کے دن انسان کا عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھالینا مستحب ہے۔''

عید الفطر کے دن عید کی نماز پڑھنے سے قبل کچھ کھا پی لینا مستحب ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن کچھ کھجوریں کھائے بغیر عید گاہ کی طرف تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ رمضان اور عید کے دن میں فرق ہو جائے۔

غسل، خوشبو اور نئے کپڑے:

☆: ''وہ نہائے دھوئے، خوشبو لگائے، اچھے کپڑے پہنے اور عید گاہ کی طرف چل پڑے۔''

عید کے دن نہانا' خوشبو لگانا اور اچھے کپڑے پہننا سنت ہے۔ متعدد احادیث سے رسول اللہ ﷺ کا عمل اسی پر ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ طہارت و نظافت اسلام کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ عید کے دن اکثر نبی کریم ﷺ نئے کپڑے اور نئے جوتے پہنتے تھے۔ بعض اوقات آپ ﷺ پرانے صاف کپڑے ہی دھلا کر پہن لیتے تھے۔

تکبیرات:

☆: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عید گاہ کے راستے میں تکبیریں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہ کہے لیکن صاحبین کے نزدیک وہ تکبیریں پڑھتا جائے۔''

عیدالفطر پر عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیریں نہ کہی جائیں، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے اور صاحبین کے نزدیک تکبیریں کہی جائیں۔

علماء احناف کا کہنا یہ ہے کہ یہ اختلاف صرف اُونچی آواز سے اور آہستہ تکبیریں کہنے میں ہے یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اُونچی آواز سے تکبیریں کہنے کے قائل نہیں ورنہ مطلق ذکر الٰہی میں تو کوئی اختلاف کر نہیں سکتا۔ یہ اختلاف بھی عیدالفطر کے بارے میں ہے۔ عیدالاضحیٰ پر بلند آواز سے تکبیرات کہنا دونوں کے نزدیک مسنون ہے۔

نمازِ عید سے پہلے نوافل نہیں:

☆: ''عیدگاہ میں نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھے۔''

عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں نوافل نہیں پڑھنے چاہئیں۔ احادیث صحیحہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی نوافل نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ عیدگاہ میں نوافل ادا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں گھر میں واپس آ کر ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نمازِ عید کا وقت:

☆: ''پس سورج بلند ہونے کے ساتھ نمازِ عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال تک رہتا ہے۔ پس جب سورج کو زوال ہو جائے تو عید کا وقت نکل گیا۔''

سورج جب اُفق پر نکل آئے تو نمازِ عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور یہ سورج ڈھلنے تک باقی رہتا ہے۔ جب سورج ڈھل جائے تو نمازِ عید کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا یہی قول و عمل تھا۔

عید کی نماز کا وجوب اور طریقہ:

☆: ''امام لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے بعد تین تکبیریں کہے پھر سورۃ الفاتحہ پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ پھر وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔ پھر دوسری رکعت میں قرأت کے ساتھ ابتداء کرے۔ قرأت سے فارغ ہوکر تین بار تکبیر کہے اور چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع کرے ۔ دونوں عیدوں کی تکبیروں میں ہاتھ بلند کرے۔''

عید کی نماز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نماز عید کو سنت قرار دیتے ہیں۔ جبکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسے فرض کفایہ کہتے ہیں یعنی چند آدمیوں کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہوجاتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے 2 ہجری میں روزے فرض ہونے پر نماز عیدالفطر ادا فرمائی اور پھر اسے کبھی ترک نہیں کیا تو اس وجہ سے یہ سنت موکدہ بھی ہوئی۔

نماز عیدین دو رکعت ہے جن کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے تکبیر تحریمہ پھر تین زائد تکبیریں کہے، پھر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورۃ پڑھے۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔ پہلی رکعت میں یہ کل پانچ تکبیریں ہوئیں۔ اس طرح نو تکبیریں ہیں لیکن زائد تکبیریں چھ ہیں۔ تین پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں۔ دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھے اور پھر رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں کہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور اس طرح نماز مکمل کرے۔

عیدین کی زائد تکبیرات میں رفع یدین یعنی ہاتھ اُٹھانا چاہیے۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا ہے:

''کان یرفع یدیه فی التکبیرات۔''

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عیدین کی تکبیروں میں ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے۔''

خطبۂ عید:

☆: پھر نماز کے بعد دو خطبے دے جن میں لوگوں کو صدقۂ فطر اور اس کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسائل سکھائے۔''

عیدالفطر کی نماز کے بعد امام خطبہ دے جس کے درمیان میں جمعہ کے خطبے کی طرح وقفہ ہو۔ اس خطبے میں صدقۂ فطر کے احکام بیان کرے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز عید خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

نماز عید کی قضا:

☆: ''جس کی عید کی نماز رہ جائے (باجماعت) تو پھر قضا کر کے نہ پڑھے۔''

اگر کوئی آدمی نماز عید امام کی اقتداء میں ادا نہ کر سکے تو اس کی قضا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ واجب ہی جماعت کے ساتھ ہے، اکیلے ادا نہیں ہو سکتی۔

رویت ہلال:

☆: ''اگر لوگوں کو پہلی کا چاند پوشیدہ رہے اور لوگ امام کے پاس سورج کے زوال کے بعد چاند نظر آنے کی گواہی دیں تو پھر دوسرے دن نماز عید پڑھیں۔ اگر کسی عذر کی بناء پر لوگ عید کی نماز نہ پڑھ سکیں تو پھر تیسرے دن کے بعد نماز نہ پڑھیں۔''

اگر چاند نظر نہ آئے لیکن زوال کے بعد معتبر شہادت مل جائے کہ چاند ہو گیا تھا تو دوسرے دن عیدالفطر پڑھی جائے' لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے دوسرے دن بھی عید نہ پڑھی گئی تو تیسرے دن پڑھنا مشروع نہیں۔ اس بارے میں حدیث منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ مدینہ والوں کو چاند نظر نہ آیا تو سب لوگوں نے روزہ رکھ لیا۔ دوسرے دن دن ڈھلے کچھ سوار آئے اور انہوں نے گزشتہ رات چاند دیکھنے کی گواہی دی تو حضور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرمایا:

''اگلے دن عیدگاہ میں نماز پڑھیں۔''

(سنن ابی داؤد)(سنن نسائی)

صدقہ فطر:

☆: ''صدقۂ فطر کا مفہوم''

صدقہ کے معنی عطیہ کے ہیں جس سے عنداللہ ثواب مقصود ہو چونکہ اس کی ادائیگی صاحب صدقہ کی رغبت کا اظہار کرتی ہے اس لیے اس کو صدقہ کہتے ہیں جیسے صداق بمعنی مہر کہ اس کی ادائیگی شوہر کی رغبت کا اظہار کرتی ہے۔ کلمہ فطر اسلامی لفظ ہے جس پر فقہاء کی اصطلاح قائم ہے۔ عام لوگ جو صدقۂ فطر کے لیے لفظ فطرہ بولتے ہیں یہ لغوی نہیں بلکہ بنایا ہوا ہے۔

سوال: صاحب قاموس نے لکھا ہے:

''الفطرة بالكسر صدقة الفطر۔''

معلوم ہوا کہ یہ لفظ بنایا ہوا نہیں ہے؟

جواب: صاحب قاموس نے بہت سی جگہ حقائق شرعیہ کو حقائق لغویہ کے ساتھ مخلوط کیا ہے اور یہ قول بھی اغلاط قاموس میں شمار ہوتا ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ یہ لفظ مولد ہے اور غالباً فطرۃ بمعنی خلقت سے ماخوذ ہے۔ گویا یہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔

سوال: اہل سنت نے بیان کیا ہے کہ فطر صوم کی ضد ہے:

''فطرة الصائم'' كل وشرب كا فطر والصوم الامساك عن الاكل والشرب والكلام۔''

معلوم ہوا کہ لفظ فطر اسلامی نہیں ہے۔

جواب: اسلامی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قبل از اسلام کسی نے اس کا تلفظ نہیں کیا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک حقیقتِ شرعیہ ہے جس کو **فطر صائم** کے لیے اسم قرار دے دیا گیا۔ جیسے لفظ صلوٰۃ کہ عبادت مخصوصہ کے لیے اس کا ظہور اسلام میں ہوا ہے گو اسلام سے قبل اپنے معانی میں مستعمل تھا۔

صدقۂ فطر واجب ہے:

☆: ''صدقۂ فطر واجب ہے آزاد مسلمان پر جبکہ وہ مقدار نصاب کا مالک ہو اور یہ نصاب زائد ہو اس کے رہائشی مکان، کپڑوں، اسباب، گھوڑے، ہتھیار اور خدمتی غلاموں سے اسے چاہیے کہ وہ اپنی طرف سے، اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے اور خدمتی غلاموں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے۔ نہ ادا کرے اپنی بیوی اور بڑی اولاد کی طرف سے گو وہ اسی کی ذمہ داری میں ہوں اور نہ اپنے مکاتب اور سوداگری کے غلاموں کی طرف سے۔ جو غلام دو شریکوں کا ہو ان میں سے کسی پر بھی اس کا فطرانہ واجب نہیں۔ مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے فطرانہ ادا کرے۔''

صدقۂ فطر ہر اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہو اور وہ نصاب اس کی اور اس کے اہل وعیال کی ضروریاتِ خانگی، مسکن، لباس، ہتھیار وغیرہ سے زائد ہو۔

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''دو آدمیوں کی طرف سے ایک صاع گندم کا بطور صدقہ فطر ادا کرو یا ایک صاع کھجور ادا کرو۔ ہر شخص کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرو۔ آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا۔''

یہ حدیث اخبار احاد میں سے ہے جس سے وجوب ہی ثابت ہوسکتا ہے نہ کہ فرضیت کیونکہ یہ دلیل قطعی نہیں ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک صدقۂ فطر فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

''فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ الفطر علی الذکر والانثٰی۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''رسول اللہ ﷺ نے ہر مرد اور ہر عورت پر صدقۂ فطر فرض قرار دیا۔''

جواب: یہاں فرض کے اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ بمعنی قدر ہے یعنی مقرر کیا کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ منکر صدقۂ فطر کافر نہیں ہے۔ اگر یہ فرض ہوتا تو یقیناً اس کا منکر کافر ہوتا۔

حریت کی شرط اس لیے ہے تاکہ **تملیک** متحقق ہو سکے اور **اسلام** کی شرط اس لیے ہے تاکہ صدقہ قربت واقع ہو سکے۔ مالدار ہونا اس لیے شرط ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''لاصدقة الاعن ظهر غني.''

''صدقہ فقط مالدار پر لازم ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو شخص اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ایک یوم کی خوراک سے زائد کا مالک ہو اس پر بھی صدقہ ضروری ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حدیث مذکور حجت ہے۔

صدقۂ فطر کی مقدار:

☆: ''فطرانہ نصف صاع ہے گیہوں کا یا ایک صاع ہے کھجور یا کشمش یا جو کا۔ طرفین کے نزدیک صاع آٹھ عراقی رطل کا معتبر ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ پانچ رطل اور تہائی رطل کا معتبر ہے۔ فطرانہ کا وجوب عید کے روز فجر ثانی کے طلوع سے متعلق ہے۔ پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے اس کا فطرانہ واجب نہیں اور جو شخص مسلمان ہوا یا پیدا ہوا طلوع فجر کے بعد تو اس کا فطرانہ واجب نہیں۔ لوگ اگر اپنا فطرانہ عیدگاہ جانے سے پہلے نکال دیں تو یہ مستحب ہے۔ اگر عید کے روز سے پہلے ہی دے دیا تب بھی جائز ہے اور اگر مؤخر کر دیا اس کو عید کے روز سے تو ساقط نہ ہوگا بلکہ ادا کرنا لازم ہوگا۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صدقۂ فطر نصف صاع واجب ہے گیہوں یا اس کے آٹے یا ستو سے۔ اور ایک صاع واجب ہے کھجور یا کشمش یا جو سے۔ خلفاء راشدین، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت امیر معاویہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت ابن المسیب' حضرت ابن ابی رباح' حضرت ابن جبیر' حضرت مجاہد' حضرت معر بن عبدالعزیز' حضرت طاؤس حضرت نخعی' حضرت شعبی' حضرت علقمہ' حضرت اسود' حضرت عروہ' حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت عبدالملک بن محمد' حضرت ابوقلابہ، حضرت اوزاعی، حضرت ثوری' حضرت ابن المبارک ، حضرت مصعب بن سعد' حضرت قاسم' حضرت سالم' حضرت حکم' حضرت حماد اور امام مالک رضی اللہ عنہم اجمعین سب کا یہی قول ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان تمام اشیاء سے ایک صاع ضروری ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''ہم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں صدقہ فطر میں ایک صاع دیتے تھے۔''

ہماری دلیل روایت ابن ثعلبہ مذکور ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مستدل مقدار تطوع پر محمول ہے کیونکہ اس میں ''کنانخرج'' کہا گیا ہے اور یہ نہیں فرمایا گیا کہ حضور ﷺ نے ہمیں اتنے کا حکم دیا تھا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گیہوں کی طرح کشمش کا بھی نصف صاع ہے۔ صاحبین کے نزدیک کشمش کھجور کے حکم میں ہے یعنی اس کا بھی پورا ایک صاع ہے۔ امام صاحب سے اسد بن عمر کی روایت بھی یہی ہے۔ ابوالیسر نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں دلیل کی رو سے اسی کو ترجیح دی ہے۔ حقائق میں برہان سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔

صاحبین یہ کہتے ہیں کہ مقصود یعنی نفقہ میں کشمش اور کھجور دونوں متقارب ہیں۔ جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ معنوی لحاظ سے کشمش اور گیہوں دونوں متقارب ہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیونکہ یہ دونوں کل اجزاء کے ساتھ کھائے جاتے ہیں بخلاف کھجور اور جو کے کہ کھجور کی گھٹلی اور جو کا چھلکا نہیں کھایا جاتا۔

صاع کی مقدار طرفین کے نزدیک آٹھ رطل عراقی اور امام ابو یوسف وائمہ ثلاثہ کے نزدیک پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ طرفین اور امام ابو یوسف کے درمیان حقیقی اختلاف نہیں کیونکہ امام ابو یوسف نے صاع کا اندازہ مدنی رطل سے کیا ہے جو تیس استار کا ہوتا ہے اور عراقی بیس استار کا۔ پس جب آٹھ رطل عراقی کا رطل مدنی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو دونوں برابر ہوتے ہیں۔ بعض نے اس کی بھی تصویب کی ہے کیونکہ امام محمد سے امام ابو یوسف کا اختلاف ذکر نہیں کیا گیا مگر صاحب ینابیع کہتے ہیں کہ یہ اختلاف حقیقی ہے اور سب کے نزدیک رطل عراقی ہی معتبر ہے۔ چنانچہ مبسوط میں ہے:

''فقد نص ابویوسف فی کتاب العشر والخراج خمسة ارطال وثلث رطل بالعراقی۔''

''پس امام ابو یوسفؒ نے ''کتاب العشیر والخراج'' میں پانچ رطل جبکہ تین عراقی رطل منصوص قرار دیا ہے۔''

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا:

''یارسول اللہ ﷺ! ہمارا صاع سب صاعوں سے چھوٹا ہے اور ہمارا مد سب مدوں سے بڑا ہے؟''

اس پر آپ ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ یہ دعا فرمائی:

''اللهم بارك لنا فی صاعنا وبارك لنا فی قليلنا و كثيرنا۔''

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ ایک مد یعنی دو رطل سے وضو اور ایک صاع یعنی آٹھ رطل سے غسل فرماتے تھے۔ صاع عمر کی مقدار بھی یہی تھی۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل : ۲

عیدالاضحیٰ کا بیان

''ویستحب فی یوم الاضحی ان یغتسل ویتطیب ویوخرالاکل حتی یفرغ من الصلوٰۃ ویتوجہ الی المصلّی وھویکبرویصلی الاضحٰی رکعتین کصلوٰۃ الفطرویخطب بعدھا خطبتین یعلم الناس فیھا الاضحیۃ وتکبیرات التشریق فان حدث عذرمنع الناس من الصلوٰۃ یوم الاضحٰی صلاھا من الغد وبعد الغد ولایصلیھا بعد ذلک وتکبیرالتشریق اولہ عقیب صلوٰۃ الفجر من یوم عرفۃ واٰخرہ عقیب صلوٰۃ العصر من یوم النحرعندابی حنیفۃ وقال ابو یوسف ومحمد رحمھما اللّٰہ الی صلوٰۃ العصر من اٰخرایام التشریق التکبیر عقیب الصلوات المفروضات اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبرلاالٰہ الااللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمدوالاضحیۃ واجبۃ علی کل حرمسلم مقیم موسرفی یوم الاضحٰی یذبح عن نفسہ وعن اولادہ الصغار یذبح عن کل واحد منھم شاۃ ویذبح بدنۃ او بقرۃ عن سبعۃ ولیس علی الفقیر والمسافر اضحیۃ ووقت الاضحیۃ یدخل بطلوع الفجر من یوم النحرالاانہ لایجوز لاھل الامصار الذبح حتی یصلی الامام صلوۃ العید فاما اھل السواد فیذبحون بعد طلوع الفجر وھی جائزۃ فی ثلثۃ ایام یوم النحر ویومان بعدہ ولایضحی بالعمیاء والعوراء والعرجاء التی لاتمشی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الى المنسك ولا العجفاء ولا تجزى مقطوعة الاذن والذنب ولاالتى ذهب اكثراذنها اوذنبها وان بقى الاكثر من الاذن والذنب جاز ويجوز ان يضحىٰ بالجماء والخصى والجرباء والثولاء والاضحية من الابل والبقر والغنم ويجزى من ذلك كله الثنى فصاعداالاالضان فان الجذع منه يجزى وياكل من لحم الاضحية ويطعم الاغنياء والفقراء ويدخر ويستحب ان لا ينقص الصدقة من الثلث ويتصدق بجلدها اويعمل منه اٰلة تستعمل فى البيت والافضل ان يذبح اضحية بيده ان كان يحسن الذبح ويكره ان يذبحها الكتابى واذاغلط رجلان فذبح كل واحد منهما اضحية الاخر اجزأ عنهما ولاضمان عليهماوالذبح بين الحلق واللبة والعروق التى تقطع فى الزكاة اربعة الحلقوم والمرئ والودجان فان قطعها حل الاكل وان قطع اكثرها فكذلك عندابى حنيفة وقالا رحمهما اللّٰهلابدمن قطع الحلقوم والمرئ واحدالودجين ويجوز الذبح بالليطة والمروة وبكل شيء انهر الدم الا السن القائم والظفرالقائم ويستحب ان يحد الذابح شفرته ومن بلغ بالسكين النخاع اوقطع الراس كره له ذلك وتوكل ذبيحته وان ذبح الشاة من قفاها فان بقيت حية حتى قطع العروق جاز و يكره وان ماتت قبل قطع العروق لم توكل وما استانس من الصيد فذكاته الذبح وماتوحش من النعم فذكاته العقر والجرح والمستحب فى الابل النحر وان ذبحهاجاز ويكره والمستحب فى البقر والغنم الذبح فان نحرهما جاز ويكره ومن نحر ناقة اوذبح بقرة اوشاة فوجدفى بطنها جنينا ميتا لم يوكل اشعر اولم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.com.in

یشعر۔"

"عیدالاضحیٰ کے دن نہانا دھونا اور خوشبو لگانا اور نماز سے فراغت تک کھانے پینے کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔ پھر عیدگاہ کا رُخ کرے اور تکبیریں کہتا جائے۔ نماز عیدالاضحیٰ بھی نماز فطر کی طرح ہی ادا کی جائے اور اس کے بعد امام دو خطبے دے۔ جن میں لوگوں کو قربانی کے مسائل اور تکبیرات تشریق کے متعلق بتائے۔ اگر لوگوں کو عیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے سے کوئی عذر پیش آجائے تو دوسرے دن یا تیسرے دن پڑھ لیں۔ اس کے بعد نہ پڑھیں۔ تکبیرات تشریق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یوم عرفہ کی نماز فجر کے بعد قربانی کے دن عصر کی نماز کے بعد تک کہی جائیں۔ لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تک کہی جائیں۔ یہ تکبیریں فرض نمازوں کے بعد کہی جائیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد۔" قربانی ہر آزاد مسلمان مقیم مالدار پر واجب ہے۔ عیدالاضحیٰ کے دن اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے ذبح کرے۔ ہر آدمی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔ اونٹ یا گائے سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیے جاسکتے ہیں۔ فقیر اور مسافر پر قربانی لازم نہیں۔ قربانی کا وقت یوم نحر کی فجر طلوع ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے مگر شہر والوں کے لیے عید کی نماز سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں۔ رہے گاؤں والے تو وہ طلوع فجر کے بعد ہی سے ذبح کر سکتے ہیں۔ قربانی تین دن تک جائز ہے۔ یعنی ایک یوم نحر اور دو دن اس کے بعد۔ اندھے، کانے اور ایسے لنگڑے جانور کی قربانی نہ کی جائے جو ذبح گاہ تک نہ جاسکے۔ اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کا سارا کان، ساری دم یا اکثر کان اور اکثر دم کٹی ہو۔ اگر اکثر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کان یا دم باقی ہو تو جائز ہے۔ بے سینگ اور خارشیے جانور کی قربانی کرنا جائز ہے۔ قربانی اونٹ، گائے اور بکری کی ہوتی ہے۔ کافی ہے ان سب سے ثنی یا اس سے بڑا سوائے بھیڑ کے کہ اس سے جذع بھی کافی ہے۔ قربانی کا گوشت خود بھی کھائے، مالداروں اور فقیروں کو بھی کھلائے۔ اس وقت گوشت رکھ لینا بھی جائز ہے جبکہ تہائی گوشت صدقہ کر دیا ہو۔ تہائی گوشت کا صدقہ کرنا مستحب ہے۔ جانور کی کھال صدقہ کر دے یا اس کی کوئی ایسی چیز بنالے جو گھر میں استعمال کی جائے۔ افضل یہ ہے کہ اپنی قربانی خود ذبح کرے اگر اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو۔ کسی کتابی (یہودی، عیسائی) سے ذبح کروانا مکروہ ہے۔ غلطی سے دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی قربانی تو دونوں کی طرف سے کافی ہوگی اور ان پر کوئی ضمان نہ ہوگا۔ ذبح حلق اور سینہ کے اوپر کی ہڈی کے درمیان ہوتا ہے اور جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں: حلقوم، مری اور دو شہ رگیں۔ اگر ان کو کاٹ دیا تو کھانا حلال ہوگا اور اگر اکثر کاٹ دیں تب بھی امام صاحب کے نزدیک جائز ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک حلقوم، مری اور ایک شہ رگ کا کٹنا ضروری ہے۔ کھپچی، پتھر اور ہر ایسی چیز سے ذبح کرنا جائز ہے جو خون جاری کر دے سوائے دانت اور ناخن کے۔ اپنی چھری کو تیز کر لینا مستحب ہے۔ جو چھری کو حرام مغز تک پہنچا دے یا سر کو جدا کر دے تو یہ مکروہ ہے اور اس ذبیحہ کو کھانا جائز ہے۔ اگر بکری کو گدی کی طرف سے ذبح کیا گیا تو اگر وہ زندہ رہی اتنی دیر کہ اس نے رگیں کاٹ دیں تو جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر مرگئی رگیں کٹنے سے پہلے ہی تو اسے نہ کھایا جائے۔ جو شکار مانوس ہو تو اس کی ذکاۃ ذبح سے جائز ہے اور جو پائے وحشی ہوں ان کی ذکاۃ نیزہ مارنا اور زخمی کرنا ہے۔ اونٹ میں نحر کرنا مستحب ہے اور اگر ذبح کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ گائے اور بکری میں ذبح کرنا مستحب ہے اور اگر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ان کونحر کیا تو یہ بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ جس نے اونٹنی یا گائے یا بکری ذبح کی اور اس کے پیٹ میں مردہ بچہ پایا تو نہ کھایا جائے خواہ اس کے بال آ گئے ہوں یا نہ آئے ہوں۔''

مفردات:

الاضحية: قربانی۔ یہ الاضاحی کی جمع ہے۔ یہاں مراد ہے قربانی کے مسائل۔

التشريق: عیدقربان کے بعد کے دنوں کوایسا اکثر کیا جاتا ہے۔اس لیے 13 ذی الحجہ تک کے دنوں کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔

عقيب: پیچھے آنے والی۔

النحر: اُونٹ کے ذبح کرنے کونحر کہتے ہیں۔ مراد ہے قربانی۔

اضحية: قربانی۔

موسر: مالدار۔

امصار: شہر۔ یہ مصر کی جمع ہے۔

سواد: گاؤں۔

عمياء: اندھا۔

عورا: کانا۔

عرجا: لنگڑا۔

منسک: جائے ذبح۔

عجفا: دربل۔ کمزور۔

ذنب: دم۔

جماء: جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں۔

جرباء: خارشتی۔

ثولاء: دیوانہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ثني: دو دانت والا۔

ضان: بھیڑ۔

يدخر: ذخیرہ اندوزی۔

اللبة: سینہ کے اوپر کی ہڈی۔

عرق: رگ۔

حلقوم: سانس آنے جانے کی راہ۔

مری: کھانے پینے کی راہ۔

ودجين: دو شہ رگیں جو حلقوم اور مری کے چپ وراست میں واقع ہیں جن میں خون کا دوران رہتا ہے۔

انهر: بہادے۔

سن: دانت۔

ظفر: ناخن۔

يحد: تیز کرلے۔

شفره: چھری۔

نخاع: گلے کی ہڈی کا گودا۔

قفا: گدی۔

نعم: چوپائے۔

عقر: زخمی کرنا۔

نحر: سینہ کے اوپر گردن کے نیچے نیزہ مارنا۔

جنين: جو بچہ پیٹ میں ہو۔

شعر: بال کا نکل آنا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسائل ودلائل

نمازعید کے بعد کھانا:

☆: ''''عیدالاضحیٰ کے دن نہانا دھونا اور خوشبو لگانا اور نماز سے فراغت تک کھانے پینے کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔''

عیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے سے قبل کچھ نہ کھائے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو پھر کھائے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی کے گوشت کو پکا کر کھائے۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

'لایطعم یوم الاضحٰی حتی یرجع۔''

''رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ کے دن واپسی تک کچھ نہ کھاتے تھے۔''

تکبیرات:

☆: ''پھر عیدگاہ کا رُخ کرے اور تکبیریں کہتا جائے۔''

عیدالاضحیٰ پر عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے اُونچی آواز میں تکبیر کہتے ہوئے جانا چاہئے۔ اسی پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

نمازعیدالاضحیٰ:

☆: ''نمازعیدالاضحیٰ بھی نماز فطر کی طرح ہی ادا کی جائے اور اس کے بعد امام دو خطبے دے جن میں لوگوں کو قربانی کے مسائل اور تکبیرات تشریق کے متعلق بتائے۔ اگر لوگوں کو عیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے سے کوئی عذر پیش آجائے تو دوسرے دن یا تیسرے دن پڑھ لیں۔ اس کے بعد نہ پڑھیں۔''

عید کی نماز ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نماز عید کو سنت قرار دیتے ہیں۔ جبکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرض کفایہ کہتے ہیں یعنی چند آدمیوں کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔

عیدالاضحیٰ کی نماز بھی عیدالفطر کی طرح دو رکعت ہے۔ جن کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے تکبیر تحریمہ پھر تین زائد تکبیریں کہے پھر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورۃ پڑھے۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔ پہلی رکعت میں یہ کل پانچ تکبیریں ہوئیں۔ اس طرح نو تکبیریں ہیں لیکن زائد تکبیریں چھ ہیں۔ تین پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں۔ دوسری رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھے اور پھر رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں کہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور نماز مکمل کرے۔

عیدین کی زائد تکبیرات میں رفع یدین یعنی ہاتھ اُٹھانا چاہیے۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا ہے:

"کان یرفع یدیه فی التکبیرات۔"

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عیدین کی تکبیروں میں ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے۔"

عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد امام خطبہ دے جس کے درمیان میں جمعہ کے خطبے کی طرح وقفہ ہو۔ نماز کے بعد خطبہ بھی عیدالفطر کی طرح ہے مگر اس خطبے میں قربانی کے احکام بیان کئے جائیں اور تکبیرات تشریق کے متعلق بتایا جائے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز عید خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

اگر دسویں ذی الحجہ کو نماز عید ادا نہ کی جا سکی تو دوسرے یا تیسرے دن پڑھی جائے لیکن اس کے بعد پڑھنا جائز نہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تکبیراتِ تشریق:

☆: ''تکبیرات تشریق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یوم عرفہ کی نماز فجر کے بعد قربانی کے دن عصر کی نماز کے بعد تک کہی جائیں لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تک کہی جائیں۔ یہ تکبیریں فرض نمازوں کے بعد کہی جائیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔''

تکبیرات تشریق 9 ذی الحجہ کو صبح کی نماز کے بعد شروع کی جائیں اور دسویں کو نماز عصر کے بعد ختم کی جائیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہی ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق 9 ذوالحجہ کی فجر کی نماز سے لے کر ایام تشریق یعنی 13 ذوالحجہ کی نماز عصر تک یہ تکبیریں کہی جائیں۔ چنانچہ کتاب الآثار میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل 13 ذوالحجہ تک نقل کیا ہے۔ احناف کے نزدیک فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

تکبیر کے الفاظ یہ ہیں:

''اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ' واللہ اکبر اللہ اکبر' وللہ الحمد''

قربانی کا وجوب اور اہم مسائل:

☆: قربانی ہر آزاد مقیم مالدار مسلمان پر واجب ہے۔ عید الاضحیٰ کے دن اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے ذبح کرے۔''

الاضحیہ لغت میں بکری یا اس کے مثل جانور کو کہتے ہیں جو ایام اضحیٰ میں ذبح کیا جائے۔ قربانی سے مراد اصطلاح شرع میں وہ مخصوص جانور ہے جو بہ نیت قربت خاص وقت میں ذبح کیا جائے۔ احناف کے ہاں قربانی ایک روایت میں واجب دوسری میں سنت مؤکدہ ہے۔ امام طحاوی نے سنت ہونا صاحبین کا قول بتایا ہے اور یہی امام شافعی واحمد رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل ہیں۔ وہ یہ ہیں: وتر، قربانی اور صلوٰۃ ضحیٰ۔''

وجوب کی دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

''جو شخص کشائش پائے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔''

اس قسم کی وعید ترک واجب پر ہی ہوتی ہے اور روایت مذکور کو امام نسائی' دارقطنی اور صاحب تنقیح نے ضعیف کہا ہے۔

''اپنی اولاد کی طرف سے قربانی'' یہ امام صاحب سے حسن بن زیاد کی روایت ہے۔ ظاہر الروایہ یہ ہے کہ قربانی ہر آدمی پر اپنی طرف سے واجب ہے اور فتویٰ اسی پر ہے جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں اس کی تصریح موجود ہے۔

بکری ایک اور اونٹ سات افراد کی طرف سے:

☆: ''ہر آدمی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔ اونٹ یا گائے سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیے جا سکتے ہیں۔ اندھے، کانے اور ایسے لنگڑے کی قربانی نہ کی جائے جو ذبح گاہ تک نہ جا سکے۔ اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کا سارا کان ساری دم یا اکثر کان اور اکثر دم کٹی ہو۔ اگر اکثر کان یا دم باقی ہو تو جائز ہے۔ بے سینگ اور خارشیے کی قربانی کرنا جائز ہے۔''

بھیڑ بکری کی قربانی صرف ایک شخص کی طرف سے ہوگی اور گائے اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ امام مالک کے ہاں گائے اور اونٹ ایک گھرانے کی طرف سے ہو سکتے ہیں گو اس کے افراد سات سے زائد ہوں کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''ہر گھر والے پر ہر سال قربانی اور عتیرہ ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ قیاس کے اعتبار سے تو اونٹ اور گائے بھی ایک ہی طرف سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہونی چاہیے کیونکہ وہ زیادہ قربت واحدہ ہے جس میں تجزی نہیں [illegible]
[illegible] ہے [illegible] نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ گائے اور اونٹ کی
قربانی سات سات آدمیوں کی طرف سے کی۔ اس لیے ہم نے قیاس کو ترک کر دیا اور بھیڑ بکری میں کوئی نص موجود نہیں۔ اس لیے یہ قیاس پر باقی رہی اور حدیث مذکور جو امام مالک کی مستدل ہے وہ مقیم اہل پر محمول ہے۔

تین دن قربانی:

☆ : ''قربانی تین دن تک جائز ہے۔ یعنی ایک یوم نحر اور دو دن اس کے بعد دن۔

ایام نحر 10۔ 11 اور 12 ذی الحجہ ہیں۔ ذوالحجہ میں ایام تشریق بھی تین ہیں۔ یعنی گیارہ، بارہ او تیرہ۔ پس دسویں تاریخ یوم نحر ہے یوم تشریق نہیں اور تیرہویں تاریخ اس کے برعکس ہے اور گیارہ اور بارہ ایام نحر بھی ہیں اور ایام تشریق بھی۔ ہمارے نزدیک بارہویں تاریخ میں غروب آفتاب سے پہلے تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تیرہویں میں بھی جائز ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''ایام تشریق کل کے کل ذبح کے دن ہیں۔''

ہماری دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے:

''الاضحیٰ یومان بعد یوم الاضحیٰ۔''

قربانی کی عمر:

☆ : ''قربانی اونٹ، گائے اور بکری کی ہوتی ہے۔ کافی ہے ان سب سے ثنی یا اس سے بڑا سوائے بھیڑ کے کہ اس سے جذع بھی کافی ہے۔''

پنج سالہ اونٹ، دو سالہ گائے، بیل، بھینس، ایک سالہ بھیڑ، بکری کی قربانی درست ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''لاتذبحوا الا مسنۃ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

البتہ بھیڑ، دنبہ میں جذع یعنی چھ ماہ کا پٹھا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ فربہ اور قد آور ہو کہ اگر سال بھر والوں میں چھوڑ دیا جائے تو تمیز نہ ہو سکے۔ کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا قول ہے:

"یجوز الجذع من الضان اضحیۃ۔"

ذبح:

☆: "ذبح حلق اور سینہ کے اوپر کی ہڈی کے درمیان ہوتا ہے۔"

ذبح اختیار کی جگہ حلق اور لبۃ کا درمیانی حصہ ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

چار رگیں:

☆: "ذبح حلق اور سینہ کے اوپر کی ہڈی کے درمیان ہوتا ہے اور جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں: حلقوم، مری اور دو شہ رگیں۔ اگر ان کو کاٹ دیا تو کھانا حلال ہوگا اور اگر اکثر کاٹ دیں، تب بھی امام صاحب کے نزدیک جائز ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک حلقوم، مری اور ایک شہ رگ کا کٹنا ضروری ہے۔ کھچی، پتھر اور ہر ایسی چیز ذبح کرنا جائز ہے جو خون جاری کر دے سوائے دانت اور ناخن کے۔ اپنی چھری کو تیز کر لینا مستحب ہے۔"

ذبح کرتے وقت جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں:

حلقوم۔

مری

دو جان۔

یہ اس لیے متعین ہیں کہ شہ رگ کٹ جانے سے خون نکل جاتا ہے اور حلقوم و مری کٹ جانے سے جان جلد نکل جاتی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حلقوم و مری کا کٹ جانا کافی ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"افر الاوداج بما شئت۔"

اس میں اوداج جمع ہے جس کا اقل عدد تین ہے تو یہ مری اور دو جین تینوں کو شامل ہوا اور ان کا کٹنا قطع حلقوم کے بغیر ناممکن ہے تو اقتضاء قطع حلقوم بھی ثابت ہوا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عروق اربعہ میں سے لاعلی التعیین تین کا کٹ جانا ذبیحہ کے لیے کافی ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مرجوع الیہ قول یہ ہے کہ قطع حلقوم ومری اور قطع احد الدوجین شرط ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہر رگ کا اکثر حصہ کٹنا ضروری ہے۔ یہی ایک روایت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے کیونکہ ہر رگ اصل بنفسہ ہے اور ہر ایک کو کاٹنے کا حکم ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ قطع دوجین کا مقصد خون بہانا ہے تو ان میں سے ایک دوسرے کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے اور عروق اربعہ میں سے لاعلی التعیین تین سے انہار ہو جاتا ہے والاظہر قول محمد۔

اپنی جگہ لگے ہوئے دانت اور ناخنوں سے ذبح کرنا جائز نہیں، ہاں اگر اکھڑے ہوئے ہوں تو جائز ہے مگر مکروہ ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں جانور کو تکلیف دینا ہے جیسے کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

حرام مغز تک:

☆: "جو چھری کو حرام مغز تک پہنچا دے یا سر کو جدا کر دے تو یہ مکروہ ہے اور اس ذبیحہ کو کھانا جائز ہے۔"

حدیث میں ہے:

"نهى عن الذبيحة ان تفرس۔"

ابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں فرس کی تفسیر یوں کی ہے کہ جانور کو اس طرح ذبح کیا جائے کہ چھری نخاع تک پہنچ جائے۔ نخاع حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی گریوں میں دنبالہ کی مانند واقع ہے یہ اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں بلا فائدہ تعذیب ہے۔

زکاۃ اور نحر:

''جو شکار مانوس ہو تو اس کا زکاۃ ذبح سے جائز ہے اور جو پائے وحشی ہوں ان کی زکاۃ نیزہ مارنا اور زخمی کرنا ہے۔ اونٹ میں نحر کرنا مستحب ہے اور اگر ذبح کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ گائے اور بکری میں ذبح کرنا ہے مستحب ہے اور اگر ان کو نحر کیا تو یہ بھی جائز ہے اور مکروہ ہے۔''

اس سلسلے میں اصل یہ ہے کہ ذکاۃ کی دو قسمیں ہیں۔ اختیاری اور اضطراری۔ اختیاری پر قدرت ہوتے ہوئے اضطراری جائز نہیں۔ اختیاری سر، سینہ اور دونوں جبڑوں کے درمیان ہوتی ہے اور اضطراری نیزہ مارنا، زخمی کرنا خون بہانا ہے۔

مردہ بچہ:

☆: ''جس نے اونٹنی یا گائے یا بکری ذبح کی اور اس کے پیٹ میں مردہ بچہ پایا تو وہ بچہ نہ کھایا جائے خواہ اس کے بال آگئے ہوں یا نہ آئے ہوں۔''

بکری وغیرہ ذبح کی گئی اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بچہ ماں کے تابع ہو کر حلال نہ ہو گا بلکہ اس کو علیحدہ سے ذبح کیا جائے گا۔ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کی خلقت پوری ہو چکی ہو تو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ حدیث میں ہے:

''ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ''

نیز بچہ ماں کا جزء ہوتا ہے۔ حقیقتاً! بھی بچہ ماں کا جزء ہوتا ہے اور حکماً بھی۔ حقیقتاً اس طرح کہ وہ اس کے ساتھ متصل ہوتا، اس کی غذا سے غذا پاتا، اس کے سانس سے سانس لیتا ہے۔ حکماً اس لیے کہ ماں کی بیع میں بچہ داخل اور اس کے آزاد ہونے سے آزاد ہو جاتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچہ کی زندگی مستقل زندگی ہے، چنانچہ وہ ماں کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ نیز غرہ واجب ہونے میں بھی مستقل ہے۔ اس لیے وصیت بھی کی جا سکتی ہے۔ پھر وہ بھی ایک خون دار جانور ہے اور ذبح کا مقصد خون ہی زائل کرنا ہے اور یہ مقصد ماں کے ذبح ہو جانے سے حاصل نہیں ہوتا۔ رہی حدیث سو وہ تشبیہ پر محمول ہے یعنی ذکاۃ جنین ذکاۃ ام کی مانند ہے، وجہ یہ ہے کہ روایت میں لفظ ''ذکاۃ امہ'' مرفوع و منصوب دونوں طرح مروی ہے اور تشبیہ میں رفع نصب سے بھی قوی تر ہے۔ قال الشاعر

وعيناك عيناها وجيدك جيدها
سوءِ ان عظم الساق منك دقيق

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۱۳

مریض کی نماز کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

مریض کی نماز کے اہم مسائل

حالت مرض عذر کی حالت ہے۔ اس میں نماز کے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ شریعت کے دیگر احکام پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ نماز چونکہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس لیے اس کے احکام کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا گیا ہے۔ دین فطرت میں یہ سہولت موجود ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ بیٹھنے میں تکلیف ہے تو لیٹ کر ادا کرے۔ رکوع و سجود نہیں کر سکتا تو سر کے اشارے سے ان ارکان کو پورا کرے۔ غرض کہ

''لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا۔'' (البقرۃ ۲ : ۲۸۶)

''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اُس کی طاقت کے مطابق ہی تکلیف دیتا ہے۔''

کی عملی تفسیر یہاں دیکھنے میں آتی ہے۔ جس سے اللہ رب العزت کی اپنے بندوں پر شفقت کا اظہار ہوتا ہے:

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل کا تذکرہ ہے:

1: اگر مریض کے لیے کھڑا ہونا مشکل ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔

2: اگر رکوع اور سجدہ نہ کر سکے تو اشارے سے رکوع و سجود کرے۔

3: سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے ذرا نیچا ہو۔

4: اپنے چہرے تک کسی چیز کو لے جا کر اس پہ سجدہ کرنے کی اجازت نہیں۔

5: بیٹھ کر نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو تو لیٹ کر ادا کر سکتا ہے۔ لیٹنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ چت لیٹ جائے اور پاؤں قبلے کی طرف کر لے اور رکوع و سجود سر کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اشارے سے کرے۔ دوسرے یہ کہ پہلو پر لیٹ جائے اور سر کے اشارے سے رکوع و سجود کرے۔

6: اگر سر کے اشارے سے بھی ادا نہ کر سکے تو نماز کو مؤخر کر دے۔ آنکھوں، ابروؤں اور دل کے اشارے سے نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔

7: اگر کھڑا ہو سکتا ہے لیکن رکوع سجود نہیں کر سکتا تو کھڑا ہونا بھی لازم نہ ہوگا اور بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔

8: اگر تندرست آدمی نماز کا کچھ حصہ کھڑے ہو کر ادا کر چکے پھر اُسے کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو نماز کو بیٹھ کر مکمل کرے۔ رکوع اور سجدہ کر سکے تو کرے، ورنہ! اشارے سے ادا کرے۔ اگر بیٹھنا ممکن نہ ہو تو لیٹ کر نماز مکمل کرے۔

9: ایک مریض بیٹھ کر نماز ادا کر رہا تھا لیکن نماز کے اندر ہی تندرست ہوگیا تو کھڑے ہو کر باقی نماز کی پہلی نماز پر بناء کرے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پوری نماز دوبارہ پڑھے۔

10: اگر نماز کا کچھ حصہ اشارے سے ادا کیا پھر رکوع و سجود کرنا ممکن ہوگیا تو اس صورت میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین سب کے نزدیک نماز دوبارہ پڑھے۔

11: اگر پانچ نمازیں یا اس سے کم بے ہوشی کی حالت میں گزر گئیں تو تندرست ہو کر اُن کی قضا کرے۔

12: اگر پانچ نمازوں سے زیادہ بیہوشی رہی تو اُن کی قضا ضروری نہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صلوۃ المریض کا بیان

''واذاتعذرعلی المریض القیام صلی قاعدًا یرکع ویسجدفان لم یستطع الرکوع والسجود اومیٰ ایماءً وجعل السجود اخفض من الرکوع ولایرفع الی وجهه شیئا یسجد علیه فان لم یستطع القعود استلقیٰ صلی قفاه وجعل رِجلیه الی القبلة وَ اومی بالرکوع السّجود وان اضطجع علی جنبه ووجهه الی القبلة واومی جاز فان لم یستطع الایماء براسه اَخَرالصلوٰة ولایومی بعینیه ولابحاجبیه ولابقلبه فان قدرعلی القیام ولم یقدر علی الرکوع والسجود لم یلزمه القِیام وجاز ان یصلی قاعدًا یؤمی ایماء فان صلّی الصحیح بعض صلاته قائماثم حدث به مرض اتمها قاعدایرکع ویسجد وَیُؤمِی ایماءً ان لم یستطع الرکوع والسجود اومستلقیا ان لم یستطع القعود و من صلّٰی قاعدا یرکع ویسجد لمرض ثم صحّ بنیٰ علی صلوٰته قائما عندابی حنیفة وابی یوسف وقال محمداستأنف الصلوٰة فان صلی بعض صلاته بایماء ثم قدرعلی الرکوع والسجود استانف الصلوٰة ومن اُغمی علیه خمس صلوات فما دونها قضاها اذاصح وان فاتته بالاغماء اکثرمن ذلك لم یَقْضِ۔''

''اگرکسی بیمار آدمی کے لیے نماز میں کھڑا ہونا مشکل ہوتو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجدے کرے۔ پس اگر وہ رکوع اور سجدوں کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو اشاروں سے رکوع اور سجدے کرے، سجدے کو رکوع سے زیادہ پست

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کرے اور کسی چیز کو اُٹھا کر اپنے چہرے تک بلند نہ کرے کہ گویا وہ اس پر سجدہ کر رہا ہے۔ پس اگر وہ بیٹھنے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو پشت کے بل لیٹ جائے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ رُخ کرے اور رکوع وسجود اشارے سے کرے۔ اگر اپنے پہلو پر لیٹ جائے یوں کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو اور اشارے سے رکوع کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ پس اگر اپنے سر کے ساتھ اشارہ کرنے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو نماز کو مؤخر کر دے۔ آنکھوں، ابروؤں یا دل کے ساتھ اشارہ کر کے نماز نہ پڑھے۔ پس اگر کھڑے ہونے کی طاقت تو رکھتا ہو لیکن رکوع اور سجدے نہ کر سکتا ہو تو اس کے لیے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھ لے تو یہ جائز ہے۔ پس اگر صحت مند آدمی نے اپنی نماز کھڑے ہو کر پڑھنا شروع کی، پھر اس کو کوئی بیماری لاحق ہوگئی تو وہ بیٹھ کر اُسے پورا کرے۔ رکوع وسجدے کرے اور اشارے سے رکوع وسجود کرے۔ اگر رکوع وسجود کی طاقت نہ رکھتا ہو تو لیٹ کر پڑھے۔ اگر کسی شخص نے کسی بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ صحت مند ہو گیا تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کرے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ازسرِ نو نماز ادا کرے۔ اگر اُس نے کچھ نماز اشاروں سے پڑھی پھر وہ رکوع اور سجدوں پر قادر ہو گیا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔ جس پر پانچ نمازوں کے وقت تک بیہوشی طاری رہی یا اس سے کم عرصے تک تو صحت مند ہونے کے بعد اسے قضا کر کے پڑھے اور اگر بیہوشی میں پانچ سے زیادہ نمازیں رہ جائیں تو پھر ان کی قضا نہ کرے۔"

مفردات:

تعذر: مشکل ہو گیا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اخفض: زیادہ پست۔ زیادہ نیچے۔

استلقیٰ علی قفا: چت لیٹنا۔

قفا: گدی۔ گردن کا پچھلا حصہ۔

اضطجع: لیٹ جائے۔

جنبہ: اپنے پہلو کے بل۔

اخر: موخر کردے۔ دیر کردے۔

حاجبیہ: یہ حاجب کی تثنیہ ہے۔ اصل میں حاجبین تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا ہے۔ اس کے معنی ابرو اور بھویں ہیں ں ں ں ں

قدر: طاقت رکھے۔

مستلقیا: لیٹنے والا۔ لیٹ کر۔

صح: تندرست ہوگیا۔

اُغمی علیہ: بیہوشی طاری ہوگئی۔

مادونہا: جو اُس سے کم ہے۔

لم یقض: نہ قضا کرے۔

مسائل ودلائل

اگر کھڑا ہونا اور بیٹھنا مشکل ہو:

☆: ”اگر کسی بیمار آدمی کے لیے نماز میں کھڑا ہونا مشکل ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجدے کرے۔ پس اگر وہ بیٹھنے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو پشت کے بل لیٹ جائے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ رُخ کرے اور رکوع وسجود اشارے سے کرے۔ اگر اپنے پہلو پر لیٹ جائے یوں کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو اور اشارے سے رکوع کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ پس اگر کھڑے ہونے کی طاقت تو رکھتا ہو لیکن رکوع اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سجدے نہ کر سکتا ہوتو اس کے لیے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔''

صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی شکایت تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کھڑے ہوکر نماز پڑھو۔اگر اس کی طاقت نہ ہوتو لیٹ کر پڑھ لو۔''

سنن نسائی میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر طاقت نہ ہوتو چت لیٹ کر پڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔''

(الصحیح البخاری)(سنن ابی داوٗد)(سنن ترمذی)(سنن نسائی)

سجدے کے لیے کوئی چیز اٹھانا:

☆: ''پس اگر وہ رکوع اور سجدوں کی طاقت بھی نہ رکھتا ہوتو اشاروں سے رکوع اور سجدے کرے،سجدے کو رکوع سے زیادہ پست کرے اور کسی چیز کو اُٹھا کر اپنے چہرے تک بلند نہ کرے کہ گویا وہ اس پر سجدہ کر رہا ہے۔''

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بیمار کی عیادت کے لیے گئے تو اُسے تکیے پر نماز پڑھتے دیکھا۔حضور ﷺ نے تکیہ لے کر دور پھینک دیا تو اُس آدمی نے ایک لکڑی پکڑ لی تا کہ اس پر سجدہ کرے۔آپ ﷺ نے وہ لکڑی بھی لے کر دور پھینک دی اور ساتھ ہی فرمایا:

''صلی علی الارض ان استطعت والافاومئی ایماء واجعل سجودك اخفض من رکوعك۔''

''اگر طاقت ہوتو زمین پر نماز پڑھو ورنہ اشارے سے پڑھو اور سجدہ رکوع سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زیادہ پست کرو۔''

جب اشارہ بھی نہ کر سکے:

☆: ''پس اگر اپنے سر کے ساتھ اشارہ کرنے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہوتو نماز کو مؤخر کر دے۔ آنکھوں، ابروؤں یا دل کے ساتھ اشارہ کر کے نماز نہ پڑھے۔''

اشارے سے پڑھنے کی طاقت نہ ہوتو نماز مؤخر کر دینا چاہیے۔ نماز اس وقت تک ساقط نہیں ہوتی جب تک ہوش قائم رہے۔ ہوش کے قائم رہنے تک نماز کی فرضیت قائم رہتی ہے۔ بیہوشی کی صورت میں نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔

نماز کے دوران بیماری اور تندرستی کی صورت:

☆: ''پس اگر صحت مند آدمی نے اپنی نماز کھڑے ہو کر پڑھنا شروع کی پھر اس کو کوئی بیماری لاحق ہوگئی ہوتو وہ بیٹھ کر اُسے پورا کرے۔ رکوع و سجدے کرے اور اشارے سے رکوع و سجود کرے۔ اگر رکوع و سجود کی طاقت نہ رکھتا ہو تو لیٹ کر پڑھے۔ اگر کسی شخص نے کسی بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ صحت مند ہوگیا تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کرے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ از سرِ نو نماز ادا کرے۔ اگر اُس نے کچھ نماز اشاروں سے پڑھی پھر وہ رکوع اور سجدوں پر قادر ہوگیا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔''

دَورانِ نماز بیمار ہونے کی صورت میں قیام کی بجائے بیٹھ کر یا رکوع و سجود کی جگہ اشارے سے نماز کو پورا کرنا بالاتفاق جائز ہے کیونکہ اعلیٰ پر ادنیٰ کی بناء جائز ہے۔

اختلاف اس صورت میں ہے کہ بیٹھ کر نماز شروع کی اور دوران نماز کھڑے ہونے کی قدرت حاصل ہوگئی تو کیا پہلی حالت پر بناء کر سکتا ہے یا از سرِ نو شروع کرنا ہوگا؟

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ لوٹانے کے قائل ہیں جبکہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نماز جاری رکھنے اور پہلی پر بناء کرنے کے قائل ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اشارے سے نماز پڑھنا شروع کی لیکن نماز ہی میں تندرست ہوگیا تو آیا وہ بناء کرسکتا ہے یا نہیں؟ تو سب کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز دوبارہ لوٹانی ہوگی کیونکہ اشارہ کسی چیز کا قائم مقام نہیں جبکہ قعود قیام کا قائم مقام ہے۔ اس لیے اب پہلی پر بناء کرنا جائز نہ ہوگا۔

بے ہوشی کی حالت میں:

☆: ''جس پر پانچ نمازوں کے وقت تک بیہوشی طاری رہی یا اس سے کم عرصہ تک تو صحت مند ہونے کے بعد اسے قضا کر کے پڑھے اور اگر بیہوشی میں پانچ سے زیادہ نمازیں رہ جائیں تو پھر ان کی قضا نہ کرے۔''

بیہوشی کی حالت میں اگر پانچ نمازیں یا اس سے کم مثلاً ایک یا دو نمازیں قضا ہو جائیں یا پانچ سے زیادہ قضا ہوں تو امام مالک اور شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اُن کی کوئی قضا نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جس قدر بھی نمازیں بیہوشی کی حالت میں رہ جائیں ان کی قضا لازم ہے۔ احناف کے مسلک میں پانچ تک قضا ضروری ہے۔ زیادہ ہوں تو قضا لازم نہیں۔ احناف کی دلیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ ان پر ظہر سے لے کر عشاء تک بے ہوشی طاری رہی۔ آپ نے تندرست ہوکر یہ نمازیں قضا کیں۔

(سنن دار قطنی، سنن بیہقی)

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۱۴

صلوۃ المسافر کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

مسافر کی نماز کا بیان

سفر کا مفہوم:

سفر وطن سے دوری اور گھر سے نکلنے کا نام ہے۔ سفر میں وہ سہولتیں اور آسائشیں نہیں ہوسکتیں جن کا انسان گھر میں عادی ہوتا ہے۔ سفر کے مصائب کے پیش نظر شریعت نے کئی احکام میں تخفیف کردی ہے کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور اپنے احکام فطرت انسانیہ پر ہی ترتیب دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

''لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا'' (البقرۃ ۲: ۲۸۶)

''اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو اُس کی طاقت سے زیادہ شرعی احکام کا پابند نہیں کرتا۔''

سو یہی وجہ ہے کہ سفر کی حالت میں نماز کی رکعتیں کم کردی گئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یاایھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ'' (النساء ۴: ۱۰۱)

''اے ایمان والو! جب تم سفر اختیار کرو تو تم پر کوئی گرفت نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو۔''

قصر کا وجوب:

اس میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ نماز قصر کرنی چاہئے لیکن قصر کے واجب یا مستحب ہونے میں اختلاف ہے۔ اور اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ اگر پوری نماز

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پڑھے تو جائز ہوگی یا نہیں؟

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قصر کی اجازت ہے، یہ مستحب ہے لیکن یہ ضروری ولازمی نہیں ہے۔ اسی لیے ان کے نزدیک اگر قصر کی تو بھی جائز ہے اور اگر پوری نماز پڑھی تو بھی جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قصر کو واجب کہتے ہیں اور سفر کی حالت میں پوری نماز پڑھنا ان کے مسلک میں جائز نہیں۔ دلائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں۔

چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''صدقة تصدق اللہ بها عليكم فاقبلوا صدقته۔''

''یہ (قصر) ایک صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے۔ پس اس کا صدقہ قبول کرلو۔''

اس حدیث میں فرمایا:

''اللہ کا صدقہ قبول کرو۔''

یہ حکم ہے اور حکم وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

''اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ذریعے تم پر نماز فرض کی' حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعت۔''

اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں اصل فرض ہی دو رکعت ہوئی ہیں۔ پس اس پر اضافہ ناجائز ہوگا۔

سفر کی مسافت میں ائمہ کا مسلک:

احناف کے نزدیک جس مسافت یا فاصلے کو سفر کا نام دیا جاسکتا ہے وہ تین دن کا درمیانی رفتار کا سفر ہے۔ جس میں نہ زیادہ تیزی ہو نہ زیادہ تاخیر۔ راتیں اس میں شامل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہیں کیونکہ راتیں آرام کے لیے ہوتی ہیں۔ 16 فرسنگ یا 40 میل کا سفر شرعی لحاظ سے سفر شمار ہوگا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو دن اور ایک رات دن کا سفر قصر کرنے کے لیے کافی ہے۔

ٹھہرنے کی مدت:

مسافر جب کسی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو بھی حالت سفر کے احکام بدل جاتے ہیں۔ احناف نے ٹھہرنے کی مدت 15 روز مقرر کی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اگر چار دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو مقیم سمجھا جائے گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتنی مدت ٹھہرنے کا ارادہ ہو جس میں بیس نمازیں ادا کرنی پڑیں تو مقیم تصور کیا جائے گا۔

اس باب کے اہم مسائل:

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل بیان ہوئے ہیں:

1: جس سفر سے احکام شرعیہ میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اس کا فاصلہ تین دن اونٹ کی رفتار سے یا انسان کے پیدل چلنے کا اندازہ ہے اور اس میں پانی کا سفر معتبر نہیں۔

2: احناف کے نزدیک چار رکعت والی نماز میں قصر نماز دو رکعت فرض ہے۔ اس سے زیادہ جائز نہیں۔

3: اگر چار رکعت پڑھ لے اور درمیان میں دوسری رکعت پر قعدہ کیا تھا' تو دو رکعت فرض اور باقی دو نفل ادا ہو گئیں۔

4: اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو اُس کی فرض نماز باطل ہوگئی اور چاروں رکعتیں نفل میں تبدیل ہو گئیں۔

5: جب مسافر اپنے شہر کے گھروں سے آگے بڑھ جائے تو نماز قصر پڑھے۔

6: جب کسی جگہ پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

7: اگر کسی مقام پر پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ یہ خیال ہو کہ آج یا کل چلا جاؤں گا تو دو رکعت ہی پڑھے' اگرچہ وہاں سالوں تک مقیم رہے۔

8: اگر اسلامی فوج دشمن کی سرزمین میں داخل ہو کر یہ نیت کرے کہ پندرہ دن ٹھہریں گے تو بھی وہ نماز قصر کریں۔

9: مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے پوری نماز پڑھے۔

10: اگر امام فوت شدہ نماز پڑھا رہا ہو اور مسافر اُس کی اقتداء میں وقتی نماز پڑھنا چاہے تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔

11: جب مسافر مقیم لوگوں کی امامت کرائے تو دو رکعت پڑھائے اور مقیم لوگ اپنی نماز چار رکعت پوری کریں۔ مستحب یہ ہے کہ انہیں کہہ دے:

''اپنی نماز پوری کرو۔ ہم مسافر ہیں۔''

12: مسافر جب اپنے شہر میں داخل ہو تو پوری نماز پڑھے اگرچہ ٹھہرنے کی نیت نہ ہو۔

13: جب کوئی شخص اپنے وطن کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جا بسے پھر جب پہلے وطن کا سفر کرے تو نماز قصر کرے۔

14: مسافر اگر مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن قیام کی نیت کرے تو بھی نماز قصر سے پڑھے گا۔

15: مسافر دو نمازیں عملاً تو اکٹھی پڑھ سکتا ہے لیکن وقتاً اکٹھی نہیں پڑھ سکتا۔

16: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا ہر حالت میں جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بلا عذر جائز نہیں۔

17: سفر کی فوت شدہ نماز حضر میں دو رکعت اور حضر کی فوت شدہ نماز سفر میں چار رکعت ہی پڑھی جائے گی۔

18: گناہ کی خاطر سفر کرنے والا اطاعت گزار مسافر کی مانند ہے یعنی نماز قصر کرنے کی رخصت دونوں کے لیے برابر ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسافر کے نماز کے احکام

''السفرالذی یتغیّری به الاحکام هوان یقصد الانسان موضعا بینه وبین المقصدمسیرة ثلاثة ایام بسیر الابل ومشی الاقدام ولایعتبرفی ذلک بالسیرفی المآء وفرض المسافرعندنافی کل صلوٰة رباعیة رکعتان ولاتجوزله الزیادة علیها فان صلیٰ اربعا وقدقعد فی الثانیة مقدارالتشهداجزأته ان یقول لهم اتمواصلوٰتکم فانا قوم سفر واذادخل المسافر مصر ہ اتم الصلوٰة وان لم ینوالاقامة فیه ومن کان له وطن فانتقل عنه واستوطن غیره ثم سافر فدخل وطنه الاول لم یتم الصلوٰة واذا نوی المسافران یقیم بمکة ومنیٰ خمسة الرکعتان عن فرضه وکانت الاخریان له نافلة وان لم یقعد فی الثانیة مقدار التشهد فی الرکعتین الاولیین بطلت صلوٰته و تخولت صلوته نفلاومن خرج مسافرا صلی رکعتین اذا فارق بیوت المصر ولایزال علی حکم المسافر حتی ینوی الاقامة فی بلدة خمسة عشر یوما فصاعد افیلزمه الاتمام فان نوی الاقامة اقل من ذلک لم یتم ومن دخل ولم ینوان یقیم فیه خمسة عشریوما وانما یقول غداخرج اوبعد غداخرج حتی بقی علی ذلک سنین صلی رکعتین واذادخل العسکرفی ارض الحرب فنووا الاقامة خمسة عشریوما لم یتمواالصلوٰة واذادخل المسافرفی صلوٰة المقیم مع بقاء الوقت اتم الصلوٰة وان دخل معه فی فائتة لم تجزصلوٰته خلفه واذاصلی المسافر بالمقیمین صلی رکعتین وسلّم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ثم اتم المقیمون صلوٰتھم و یستحب له اذاسلم عشریوما لم یتم الصلوٰۃ و الجمع بین الصلوٰتین للمسافریجوزفعلاولایجوز وقتاوتجوزالصلوٰۃ فی سفینة قاعداعلی کل حال عندابی حنیفة وعندھما لاتجوز الابعذر ومن فاتته صلوٰۃ فی السفر قضاھافی الحضرر کعتین ومن فاتته صلوٰۃ فی الحضرقضاھافی السفراربعا والعاصی والمطیع فی السفر فی الرخصة سوآء۔''

''وہ سفر جس سے احکام شریعت بدل جاتے ہیں یہ ہے کہ انسان ایسی جگہ جانے کا ارادہ کرے کہ اس کے اور اس کی منزل مقصود کے درمیان تین دن کی مسافت ہو، اونٹ کی رفتار یا پیدل چلنے کے لحاظ سے اور اس بارے میں پانی کے سفر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ہمارے نزدیک مسافر کے لیے فرض ہر چار رکعت والی نماز میں دو رکعت ہی ہیں اور اس سے زیادہ پڑھنا اس کے لیے جائز نہیں۔ اگر مسافر چار رکعتوں والی نماز کی امامت کرائے اور دو رکعتوں کے بعد تشہد کی مقدار بیٹھ چکا ہو تو سلام پھیرے اور مقیم مقتدیوں سے کہہ دے کہ تم لوگ اپنی نماز پوری کرلو کیونکہ ہم لوگ سفر کی حالت میں ہیں۔ جب مسافر اپنے شہر میں داخل ہو تو پوری نماز پڑھے خواہ اس نے وہاں ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو۔ جس شخص کا کوئی ایک وطن تھا اور اس نے وہاں سے نقل مکانی کرلی اور کسی اور جگہ کو اپنا وطن بنا لیا۔ پھر اس نے سفر کیا اور اپنے پہلے وطن میں داخل ہوا تو وہ پوری نماز نہ پڑھے۔ جب مسافر مکہ یا منیٰ کے مقام پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو دو رکعتیں اس کے فرض کی حیثیت سے کفایت کریں گی اور دوسری دو رکعتیں اس کے لیے نفل بن جائیں گی اور اگر دو رکعتوں کے بعد تشہد کی مقدار نہ بیٹھا ہو تو اس کی فرض نماز باطل ہو جائے گی اور اس کی نماز نفل میں بدل گئی۔ جو شخص مسافر کی حیثیت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے نکلے تو جونہی اپنے شہر کے گھروں (آبادی) سے روانہ ہوا اُسی وقت نماز دوگانہ ہی پڑھے اور وہ مسافر کی حیثیت میں ہی رہے گا یہاں تک کہ وہ کسی شہر میں 15 دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔ اس صورت میں اس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہے اور اگر اس سے کم عرصہ کے لیے نیت کرے تو پوری نماز نہ پڑھے اور جو شخص کسی مقام پر داخل ہوا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی بلکہ یہ کہتا رہے کہ میں کل یا پرسوں روانہ ہو جاؤں گا حتی کہ اس بے یقینی کی کیفیت میں کئی سال اس جگہ ٹھہرا رہا تو وہ نماز دوگانہ ہی پڑھے گا۔ جب کوئی لشکر دار الحرب میں داخل ہوا اور لشکر والے پندرہ یوم قیام کی نیت کرلیں تو پوری نماز نہ پڑھیں۔ جب مسافر کسی مقیم کی نماز میں شرکت کرے اور نماز کا وقت ابھی باقی ہو تو پوری نماز پڑھے اور اگر وہ اس کے ساتھ کسی فوت شدہ نماز میں شرکت کرے تو اس کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اگر کوئی مسافر مقامی لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ دو رکعتیں پڑھے اور سلام پھیر دے۔ پھر مقامی لوگ اپنی اپنی نماز پوری کرلیں۔ مسافروں کو دو نمازوں کو جمع کرنا فعلاً جائز ہے لیکن وقتاً جائز نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کشتی میں نماز ہر حالت میں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک بغیر کسی عذر کے ایسا کرنا جائز نہیں۔ جس شخص کی سفر کی حالت میں کوئی نماز فوت ہو جائے وہ اسے مقیم ہو کر دو رکعتیں ہی پڑھے گا اور جس شخص کی مقیم ہو کر نماز فوت ہوگئی ہو تو وہ سفر کی حالت میں چار رکعت قضا کرے۔ سفر میں رخصت کے بارے میں گناہگار اور اطاعت گزار دونوں برابر ہیں۔"

مفردات:

يتغير بدل جاتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یقصد: ارادہ کرتا ہے۔

موضعا: جگہ۔

مسیرۃ: مسافت۔ فاصلہ۔

سیر الابل: اُونٹ کی رفتار۔

مشی: پیدل چلنا۔

لایعتبر: اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

رباعیۃ: چار رکعت والی نماز۔

فارق: جدا ہوا۔ دور ہوا۔

بیوت: مزید۔ اس سے زیادہ۔

العسکر: لشکر۔ فوج۔

الحرب: جنگ۔ لڑائی۔

انتقل: نقل مکانی کر گیا۔

استوطن: وطن بنالیا۔ بس گیا۔

سفینۃ: کشتی۔ جہاز۔

العاصی: نافرمان۔ مراد ہے جس کا سفر کسی ناجائز کام کے لیے ہو۔

مطیع: اطاعت گزار۔

سواء: برابر۔ یکساں۔

مسائل ودلائل

احکام شریعت میں تغیر کرنے والا سفر:

☆: ”وہ سفر جس سے احکام شریعت بدل جاتے ہیں یہ ہے کہ انسان ایسی جگہ جانے کا ارادہ کرے اس کے اور اس کی منزل مقصود کے درمیان تین دن کی مسافت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہو اونٹ کی رفتار یا پیدل چلنے کے لحاظ سے۔“

سفر کی وجہ سے جن شرعی احکام میں تبدیلی واقع ہوتی ہے وہ یہ ہیں:

1: رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔

2: چار رکعت نماز دو رکعت ہو جاتی ہے۔

3: موزوں پر مسح کی مدت تین رات ہو جاتی ہے۔

4: جمعہ اور عیدین کی نماز لازم نہیں رہتی۔

5: عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔

احناف کے نزدیک جس سفر سے شرعی احکام بدل جاتے ہیں اس کی مسافت کا اندازہ تین دن کے پیدل چلنے یا اُونٹ کی درمیانہ رفتار سے لگایا جاتا ہے۔ اگر سفر اس سے کم ہو تو قصر کی اجازت نہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ کتاب الآثار میں علی بن ربیع سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا:

”تم سویدا نامی مقام کو جانتے ہو؟“

علی بن ربیع نے کہا:

”میں نے یہ جگہ نہیں دیکھی۔“

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”وہ تین دن رات کی مسافت پر ہے۔ جب ہم اس جگہ کا قصد کریں گے تو نماز قصر کریں گے۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بھی قول ہے کہ عورت محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کا سفر نہیں کر سکتی۔

صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دوسری کتب حدیث میں صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دن رات اور مسافر کے لیے تین دن رات ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

''جعل رسول اللہ ﷺ ثلاثة ايام وليا ليهن للمسافر ويوما وليلة للمقيم۔''

''رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات مقرر کی۔''

ان تمام آثار واحادیث سے احناف نے یہ اندازہ کیا ہے کہ تین دن کا معتدل رفتار سے سفر ہی شرعی حیثیت سے معتبر سفر ہے جس پر شریعت نے احکام کی بنیاد رکھی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو دن یا ایک دن رات کی مسافت کو سفر کہتے ہیں۔

خشکی' بحری اور فضائی سفر:

☆: ''سفر میں پانی کے سفر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔''

خشکی کے سفر کو بحری اور فضائی سفر پر قیاس نہ کیا جائے گا بلکہ ہر نوعیت کے سفر کا الگ الگ حساب لگایا جائے گا۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اپنے گھر سے کسی دوسرے مقام کی طرف جا رہا ہے جہاں خشکی کے راستے تین دن میں سمندر کے راستے دو دن میں اور فضائی سفر کے ذریعے ایک دن میں پہنچ سکتے ہیں تو علمائے احناف کے نزدیک صرف خشکی کے سفر میں ہی قصر کیا جائے گا اور باقی سفروں میں نہیں۔ اس عبارت سے دو چیزیں مراد ہو سکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ علمائے احناف مسافت سفر کا اندازہ اس کی طوالت یا پیمائش سے نہیں بلکہ سفر میں صرف ہونے والے وقت سے لگاتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہو تو پھر عورت سفر حج بغیر محرم کے بھی کر سکتی ہے کیونکہ آج کل سفر حج میں چند گھنٹے لگتے ہیں دن نہیں لگتے اور عورت کو تو تین دن کا سفر بغیر محرم کے منع ہے گھنٹوں کا نہیں۔

اس عبارت سے ایک دوسری مراد بھی ہے جو مشہور ومعروف ہے۔ وہ یہ کہ سفر کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پیمائش کے حساب سے احکام مرتب ہوں گے۔مثلاً پیدل چلنے والا آدمی تین دن میں 92یا95 کلومیٹرسفر کرلیتا ہےاوریہی سفر گاڑی پر ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ہوجاتا ہےاوریہی سفر جہاز پر چند منٹوں میں جو جاتا ہے، لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ سفر کی پیمائش معتبر ہے اوریہی علماء کے ہاں مشہور ومعروف ہے۔کیونکہ علماء سفر حج کے لیے عورت کو محرم کے بغیر جانے کی اجازت نہیں دیتے اگر پیمائش کا حساب نہ ہوتا بلکہ وقت کا حساب ہوتا تو پھر علماء عورت کو بغیر محرم کے سفر حج کی اجازت دیتے کیونکہ جہاز تو چند گھنٹوں میں سفر طے کرلیتا ہے۔

قصر کا وجوب:

☆: ''ہمارے نزدیک مسافر کے لیے فرض ہر چار رکعت والی نماز میں دو رکعت ہی ہیں اور اس سے زیادہ پڑھنا اس کے لیے جائز نہیں۔''

سفر میں نماز قصر کر کے پڑھنا احناف کے نزدیک واجب ہے یعنی اگر قصر نہ کرے تو نماز جائز نہ ہوگی لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اوراحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ رخصت ہے۔ان کے نزدیک مسافر چار رکعت پڑھے تو بھی جائز ہےاور قصر کر کے دو رکعت پڑھے تو بھی جائز ہے۔

احناف کی دلیل صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے:

''صحبت رسول اللہ ﷺ فکان لایزید فی السفر علی رکعتین وابابکروعمروعثمان کذالك۔''

''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا۔آپ ﷺ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی سفر میں دو رکعت پڑھتے تھے۔''

صحیح مسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''صدقة فصدق الله بهاعليكم فاقبلوا صدقته۔''

''یہ قصرایک صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے، پس اس کا صدقہ قبول کرو۔''

صحیح مسلم ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے:

''فرض الله الصلوٰة على لسان نبيكم في الحضر اربعا وفي السفر ركعتين۔''

''اللہ نے تم پر نبی ﷺ کی زبان پر حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض کی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا ہمیشہ کا عمل اور خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا دائمی عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ قصد کرنا سفر میں واجب ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ:

''اللہ کا صدقہ قبول کرلو۔''

یہ امر ہے اور امر وجوب کو ثابت کرتا ہے۔ پھر یہ کہ سفر کی نماز فرض ہی دو رکعت ہوئی تھی۔ لہٰذا اس پر اضافہ غیر مشروع ہوگا۔

سفر میں قیام کی مدت:

☆: وہ مسافر کی حیثیت میں ہی رہے گا یہاں تک کہ وہ کسی شہر میں 15 دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔ اس صورت میں اس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہے اور اگر اس سے کم عرصہ کے لیے نیت کرے تو پوری نماز نہ پڑھے۔

مسافر جب کسی مقام پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے گا تو اسے پوری نماز ادا کرنا پڑھے گی۔ اس سے کم مدت کے لیے اقامت کی صورت میں قصر کرے۔ یہ احناف کا مسلک ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار دن کے قیام کی نیت سے بھی مقیم سمجھا جائے گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر اتنے دن قیام کی نیت کرے جس میں بیس یا اس سے زائد نمازیں ادا کرنا پڑیں تو مقیم ہوگا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مدت اقامت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں پندرہ اور بعض روایات کے مطابق 19 دن تک رہے لیکن قصر کرتے رہے کیونکہ حالات ایسے تھے کہ قیام غیر یقینی تھا۔ احناف نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کو دلیل بنایا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے نقل کیا ہے کہ جب وہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لیتے تو نماز پوری پڑھا کرتے تھے۔

فوج اور غیر یقینی قیام کے احکام:

☆: ''اور جو شخص کسی مقام پر داخل ہو اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی بلکہ یہ کہتا رہے کہ میں کل یا پرسوں روانہ ہو جاؤں گا۔ حتیٰ کہ اس بے یقینی کی کیفیت میں کئی سال اس جگہ ٹھہرا رہا تو وہ نماز دوگانہ ہی پڑھے گا۔ جب کوئی لشکر دارالحرب میں داخل ہو اور لشکر والے پندرہ یوم قیام کی نیت کر لیں تو پوری نماز نہ پڑھیں۔''

دارالحرب میں مسلمان فوج اگر پندرہ دن سے زائد ٹھہرنے کی نیت بھی کرے تو بھی نماز قصر پڑھیں گے۔ اسی طرح اگر حالات غیر یقینی ہوں اور آدمی یہ خیال کرے کہ کل چلا جاؤں گا یا پرسوں۔ چاہے کئی سال تک یہی کیفیت رہے تو نماز قصر پڑھی جائے گی۔ چنانچہ سنن نسائی اور مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چھ ماہ تک آذر بائیجان میں مقیم رہے کیونکہ برفباری نے راستے بند کر دیئے تھے، اس لیے معلوم نہیں تھا کہ کب جائیں گے۔ آپ کا قیام کیونکہ غیر یقینی تھا اس لیے آپ اس تمام عرصے میں قصر نماز پڑھتے رہے۔

غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے بیس دن قیام کیا لیکن نماز قصر ادا فرمائی کیونکہ قیام غیر یقینی تھا۔

مسافر کی مقیم امام کے پیچھے نماز:

☆: ''جب مسافر مکہ یا منیٰ کے مقام پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دو رکعتیں اس کے فرض کی حیثیت سے کفایت کریں گی اور دوسری دو رکعتیں اس کے لیے نفل بن جائیں گی۔ جب مسافر کسی مقیم کی نماز میں شرکت کرے اور نماز کا وقت ابھی باقی ہو تو پوری نماز پڑھے۔''

مکہ اور منی میں بھی قصر کرے اور اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے مسافر مقتدی پوری نماز پڑھے۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطاء میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر مکہ میں امام کے پیچھے پوری نماز پڑھتے۔ اکیلے پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے تھے۔

فوت شدہ نماز:

☆: ''اور اگر وہ اس کے ساتھ کسی فوت شدہ نماز میں شرکت کرے تو اس کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔''

مقیم امام کے پیچھے مسافر مقتدی فوت شدہ نماز ادا کرنا چاہئے تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔ چنانچہ دونوں نمازوں کی نوعیت مختلف ہونے کی وجہ سے مقتدی کی نماز باطل ہوگی۔

اپنے شہر میں پوری نماز:

☆: ''جب مسافر اپنے شہر میں داخل ہو تو پوری نماز پڑھے خواہ اس نے وہاں ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو۔ جس شخص کا کوئی ایک وطن تھا اور اس نے وہاں سے نقل مکانی کر لی اور کسی اور جگہ کو اپنا وطن بنا لیا۔ پھر اس نے سفر کیا اور اپنے پہلے وطن میں داخل ہوا تو وہ پوری نماز نہ پڑھے۔''

مسافر جب سفر سے واپس اپنے شہر میں داخل ہو جائے تو اُسے پوری نماز ادا کرنا ہوگی۔ اگرچہ وہاں قیام کا ارادہ نہ بھی ہو کیونکہ وطن واپسی کے ساتھ ہی احکام سفر معطل ہو جاتے ہیں، پھر قیام کا سوال تو ہے ہی خارج از بحث ہے۔ کیونکہ یہ تو اس کا اپنا شہر ہے اس میں قیام کی نیت چہ معنی دارد؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

چنانچہ صحیحین میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''خرجنا مع النبی ﷺ من المدینة اِلٰی مکة فکان یصلی رکعت حتی رجعت الی المدینة۔''

کم اقمتم بمکة قال اقماعشرا۔''

''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے تو آپ ﷺ دورکعتیں نماز پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ لوٹ آئے۔''

آپ سے پوچھا گیا:

''کم اقمتم بمکة ''

''آپ نے مکے میں کتنے دن قیام کیا؟''

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اقماعشرا''

''دس دن۔''

اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اگر کوئی آدمی ایک وطن کو چھوڑ کر دوسرا وطن اختیار کرے پھر پہلے وطن میں جانے سے بھی مسافر شمار ہوگا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں جو آپ کا پہلا وطن تھا نماز میں قصر کیا۔

جمع بین الصلو اتین کا حکم:

☆: ''مسافروں کو دونمازوں کو جمع کرنا فعلاً جائز ہے لیکن وقتاً جائز نہیں۔''

جمع بین الصلوٰتین یعنی دونمازوں کو اکٹھے ادا کرنا دوصورتوں میں ہوسکتا ہے۔ ایک یہ کہ دونوں نمازوں کو ایک ہی نماز کے وقت میں ادا کیا جائے۔ مثلاً ظہر کو عصر کے وقت میں یا عشاء کو مغرب کے وقت میں اکٹھے ادا کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی نماز کو اس کے اخیر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اوّل وقت میں مثلاً! ظہر کو اس کے اخیر وقت میں پڑھا جائے اور ساتھ ہی عصر کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا کرلیا جائے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

احناف کے نزدیک دوسری صورت جائز ہے اور پہلی صورت جائز نہیں۔ باقی تینوں امام پہلی صورت کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''کان رسول اللہ ﷺ اذا ارتحل قبل ان تریغ الشمس اخر الظھر الی وقت العصر ثم نزل نجمع بینھما۔''

''جب رسول اللہ ﷺ سورج کے ڈھلنے سے پہلے کسی سفر پر روانہ ہوتے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کر دیتے پھر اُتر پڑتے اور دونوں نمازوں کو اکٹھے ادا فرماتے (اس طرح کہ ظہر کو ظہر کے آخری وقت میں اور عصر کو اس کے ابتدائی وقت میں)۔''

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمع صورۃً ہوتی تھی حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا کی جاتی تھیں۔

صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ بھی مندرجہ بالا حدیث کی تائید کرتے ہیں:

''کان رسول اللہ ﷺ اذا اراد ان یجمع بین الصلوتین فی السفر اخر الظھر۔''

''سفر میں جب رسول اللہ ﷺ دو نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ رکھتے تو ظہر کو مؤخر کر دیتے۔''

ان دونوں حدیثوں سے زیادہ واضح الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہیں۔ جسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور طحاوی رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رایت رسول اللہ ﷺ صلی صلوٰۃ لغیر وقتھا صلوٰۃ الصبح من الغد لغیر وقتھا۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو کوئی نماز اُس کے وقت کے علاوہ پڑھتے نہیں دیکھا سوائے حج کے موقعے کے۔ آپ ﷺ نے حج پر ہی مغرب اور عشاء کو ایک ہی وقت میں ادا فرمایا اور اگلے دن صبح کی نماز بھی بغیر وقت کے ادا فرمائی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حج کے علاوہ کوئی بھی نماز وقت کے علاوہ جائز نہیں۔

کشتی میں نماز ادا کرنا:

☆: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کشتی میں نماز ہر حالت میں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک بغیر کسی عذر کے ایسا کرنا جائز نہیں۔"

کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا عذر بھی جائز ہے مگر صاحبین بلا عذر اس کے جواز کے قائل نہیں۔ چنانچہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہم نے کشتی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ کر نماز ادا کی۔ اگر ہم چاہتے تو ساحل پر بھی ادا کر سکتے تھے۔"

نماز قصر کرنے کے لیے سفر کا مقصد معتبر نہیں:

☆: "سفر میں رخصت کے بارے میں گناہگار اور اطاعت گزار دونوں برابر ہیں۔"

سفر جس مقصد کی خاطر بھی ہو اس پر بہر حال سفر کے احکام لاگو ہوں گے۔ چاہے وہ مقصد گناہ ہو یا ثواب۔ نماز میں قصر اور موزوں پر تین دن رات تک مسح کرنے کی اجازت ہوگی۔ یہ احناف کے نزدیک ہے کیونکہ سفر کے متعلق آیات واحادیث بلاقید وارد ہوتی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

"فمن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اُخر" (البقرۃ ۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

:۱۸۴)

''پس اگر کوئی شخص مریض یا مسافر ہوتو دوسرے دنوں میں روزہ رکھے۔''

اس میں کوئی ایسی شرط نہیں کہ گناہ کی خاطر سفر میں شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوں گے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قصر صرف اُسی سفر میں کیا جائے جس کا مقصد جائز ہو۔ اگر سفر گناہ کے لیے ہوتو نماز میں قصر نہیں کی جائے گی مثلاً چوری کی غرض سے سفر اختیار کیا ہوتو قصر ادا نہیں کی جا سکتی۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۱۵

صلوٰۃ الخوف کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

مسائل نمازِ خوف

خاصۂ نبوت یا عام حکم:

نماز خوف اُس حالت میں نماز ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ جب کفار اور مشرکین کی طرف سے حملے کا حقیقی خطرہ ہو اور اسلامی فوج ایک ہی امام کے پیچھے نماز ادا کرنے کی خواہشمند ہو۔ جمہور علماء کے نزدیک نماز خوف کا حکم رسول اللہ ﷺ کے وفات پا جانے کے بعد بھی باقی ہے۔

احناف میں سے صرف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور شافعیہ میں سے امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد اس نماز کا حکم باقی نہیں رہا کیونکہ قرآن مجید میں صلوۃ الخوف کے بارے میں جو آیت ہے اس میں ہے:

"واذا کنت فیھم" (النساء ۴: ۱۰۲)

"جب اے نبیؐ! آپ ان میں موجود ہوں۔"

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز کا حکم آپ ﷺ کی موجودگی سے وابستہ تھا۔ دوسرے یہ کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات ہی وہ واحد ہستی تھی جس کی اقتداء میں نماز پڑھنا ہر مسلمان کی تمنا تھی۔ آپ ﷺ کے بعد تو کوئی امام ایسا نہیں جس کے بغیر مسلمان نماز ادا کرنے سے گریز کریں۔

جمہور علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ:

واذا کنت فیھم" (النساء ۴: ۱۰۲)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی قید محض اتفاقی ہے جیسا کہ سفر کی نماز میں ''ان خفتم'' کے الفاظ آئے ہیں۔ خوف نہ بھی ہو تب بھی سفر کی نماز قصر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں صلوۃ الخوف کا تذکرہ:

بہر حال نماز خوف دو حصوں میں ادا کرنا کوئی فرض یا واجب تو ہے نہیں بلکہ یہ تو محض دشمن کے مقابلے کی حالت میں نماز ادا کرنے کی ایک صورت ہے۔ یہ محض ایک رخصت ہے جس سے خوف کی حالت میں آسانی سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید میں نماز خوف کا تذکرہ سورۂ نساء میں ہے:

''واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوٰة فلتقم طائفة منهم معك وليا خذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فليهولوا ور آئكم ولتات طائفة اُخرىٰ لم يصلوا معك''

''اے نبیؐ! جب آپؐ ان میں موجود ہوں پھر آپؐ اُن کے لیے نماز قائم کرنا چاہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپؐ کے ساتھ نماز قائم کرے اور چاہیے کہ وہ اپنے ہتھیار اپنے پاس رکھیں۔ جب سجدہ کرلیں تو آپؐ کے پیچھے چلے جائیں پھر دوسرا گروہ آئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی تو پھر وہ آپؐ کے ساتھ نماز ادا کرے۔''

(القرآن المجید، سورۃ النساء، آیت نمبر 102)

سولہ طریقے:

قرآن مجید میں تو نماز خوف کی صورت اجمال سے بیان کی گئی ہے۔ تفصیل رسول اللہ ﷺ کے عمل سے معلوم ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ نماز کئی طریقوں سے ادا فرمائی ہے۔ علماء نے 16 طریقے گنوائے ہیں۔ یہ سب طریقے جائز ہیں۔

صلوۃ الخوف کے چار مواقع:

رسول اکرم ﷺ نے چار مواقع پر صلوٰۃ خوف ادا فرمائی ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

1: غزوہ ذات الرقاع۔ 2: غزوہ بطن نخلہ۔
3: غزوہ عسفان۔ 4: غزوہ ذی قرد۔

چھ طریقے:

حضرت جابر، ابن عمر، ابن عباس اور ابن خیثمہ رضی اللہ عنہم نے ادائیگی کی مختلف صورتیں ذکر کی ہیں۔سب روایتوں کے ملانے سے کل چھ طریقے سامنے آتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان میں سے جس طریقے پر بھی نماز خوف ادا کی جائے درست ہے۔

مسئلہ سفر و حضر:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں صلوٰۃ خوف صرف سفر کی حالت میں ادا کی جاسکتی ہے۔احناف کے ہاں سفر اور حضر دونوں میں ادا کرنا جائز ہے۔

افضل ترین دو طریقے:

احناف کے نزدیک دو طریقوں سے نماز خوف ادا کرنا سب سے افضل ہے۔
پہلا طریقہ: پہلا طریقہ یہ ہے کہ امام خوف کے وقت دو فریق بنائے۔ایک فریق دشمن کے مقابلے میں رہے جبکہ دوسرا فریق امام کے پیچھے نماز ادا کرے۔ایک رکعت پڑھنے کے بعد جب سجدے سے سر اُٹھائے تو بغیر سلام پھیرے دشمن کے مقابل چلا جائے۔ اب دوسرا فریق آئے اور امام کے پیچھے نماز پڑھے۔انہیں ایک رکعت پڑھانے کے بعد امام سلام پھیر دے اور یہ مقتدی فوراً دشمن کے سامنے چلے جائیں۔اب پہلا گروہ آکر اپنی نماز پوری کرے اور چلا جائے۔آخر میں دوسرا گروہ آئے اور اپنی نماز مکمل کرے۔
یہ صورت ترتیب کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے کیونکہ اس میں پہلے امام پھر پہلا گروہ اور پھر دوسرا گروہ نماز مکمل کرتا ہے لیکن اس میں آنا جانا بہت ہے۔
دوسرا طریقہ: دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرا گروہ جب امام کے پیچھے آئے تو امام کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سلام پھیرنے کے بعد اپنی دوسری رکعت اکیلے مکمل کرے۔ بعد میں پہلا گروہ آئے اور دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیرے۔ اس صورت میں آمدورفت کم ہے لیکن ترتیب ختم ہوگئی ہے کہ دوسرا گروہ پہلے گروہ سے قبل نماز ختم کر لیتا ہے۔

اس باب کے اہم مسائل:

اُمام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسائل بیان کئے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے:

1: جب خوف شدید ہو تو امام لوگوں کو دو گروہوں میں بانٹ دے۔ ایک کا رُخ دشمن کی طرف ہو جبکہ دوسرا امام کے پیچھے ہو۔ اس گروہ کو ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے۔ جب سجدہ سے سر اُٹھائے تو یہ طائفہ دشمن کی طرف چلا جائے اور دوسرا گروہ آ جائے۔ اُسے بھی ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے، امام تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے لیکن مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ دشمن کے سامنے چلے جائیں۔ اب پہلا گروہ آئے اور ایک رکعت بغیر قرأت کے پڑھیں، تشہد پڑھیں، سلام پھیریں اور دشمن کی طرف چلے جائیں۔ اب دوسرا گروہ آئے اور ایک رکعت قرأت کے ساتھ پڑھیں، التحیات پڑھیں اور سلام پھیریں۔

2: اگر مقیم ہوں یعنی سفر میں نہ ہوں تو پہلے گروہ کو دو رکعتیں اور دوسرے کو بھی دو رکعتیں پڑھائے۔

3: مغرب کی نماز ہو تو پہلے گروہ کو دو رکعت اور دوسرے کو ایک رکعت پڑھائے۔

4: نماز کی حالت میں دشمن سے جنگ نہ شروع کر دیں۔ اگر ایسا کریں گے تو اُن کی نماز ختم ہو جائے گی۔

5: اگر دشمن کے حملے کا شدید خطرہ ہو تو اکیلے پیادہ یا سواری پر ہی نماز ادا کر لیں اور رکوع وسجود اشارے سے کریں۔ اگر قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی قدرت نہ ہو تو جس طرف چاہیں منہ کر سکتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز خوف کا بیان

''اذااشتدالخوف جعل الامام الناس طائفتین طائفة الی وجه العدووطائفة خلفه فیصلی بهذه الطایفة رکعة وسجدتین فاذارفع رأسه من السجدة الثانیة مضت هذه الطائفة الی وجه العدوّوجآءت تلك الطائفة فیصلی بهم الامام رکعة وسجد تین وتشهد وسلّم ولم یسلّموا وذهبواالی وجه العدوجآ ء ت الطائفة الاولیٰ فصلُّوا وحدانا رکعة وسجدتین بغیر قرأة وتشهّدوا وسلّموا ومضوالی وجه العدووجاء ت الطائفة الاخریٰ وصلّو ارکعة وسجدتین بقرّء ة وتشهدواوسلّموافان کان مقیماصلّٰی بالطائفة الاولیٰ رکعتین وبالثانیة رکعتین ویصلّی بالطائفة الاولیٰ رکعتین من المغرب وبالثانیة رکعة ولا یقاتلون فی حال الصلوٰة فان فعلوا ذٰلك بطلت صلٰوتهم وان اشتدالخوف صلوارُکبانا وُحدانا یؤمون بالرکوع والسُّجُودِ اِلٰی اِیِّ جهة شَاؤُاْ اذالم یقدرواعلی التوجه الی القبلة۔''

''جب خوف زیادہ ہوجائے تو امام لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرے ایک گروہ دشمن کے سامنے ہو اور دوسرا امام کے پیچھے ہو۔ پھر امام اپنے پیچھے والے گروہ کو ایک رکعت اور دو سجدے کی امامت کرائے، جب دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو یہ گروہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور دوسرا گروہ آجائے۔ پھر امام ان کو ایک رکعت اور دو سجدوں کی امامت کرائے اور تشہد بیٹھے اور سلام کہے لیکن وہ گروہ سلام نہ کہے اور دشمن کے سامنے چلا جائے۔ پھر پہلا گروہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

واپس آئے ، اکیلے اکیلے ایک رکعت بغیر قرأت کے، دو سجدے کے ساتھ پڑھے، تشہد بیٹھے ، لام کہہ دے اور پھر دشمن کے سامنے چلا جائے۔ پھر دوسرا گروہ آئے اور اپنی اپنی ایک رکعت قرأت کے ساتھ اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھے اور تشھد بیٹھے اور سلام کہہ دے۔ اگر امام مقامی ہوتو پہلے گروہ کو بھی دو رکعتیں پڑھائے اور دوسرے گروہ کو بھی اور مغرب کی نماز میں پہلے گروہ کو دو رکعتیں اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے۔ حالت نماز میں جنگ نہ کریں۔ اگر ایسا کیا تو ان کی نماز باطل ہوگئی۔ خوف مزید شدید ہو جائے تو اپنی اپنی سواری پر ہی اکیلے اکیلے رکوع اور سجود اشاروں سے کرتے ہوئے نماز پڑھ لیں اور جس طرف بھی ان کا رخ ہو نماز صحیح ہوگی بشرطیکہ قبلہ رخ رہنا ان کے بس میں نہ رہے۔''

مفردات:

اشتد: شدید ہو جائے۔ زیادہ ہو جائے۔

جعل: کرے۔ بنائے۔

طائفة: گروہ۔ ٹکڑی۔

مضت: گزر جائے۔ چلی جائے۔

ذھبوا: چلے جائیں۔

وحدانا: اکیلے اکیلے۔

مقیما: اسم فاعل ہے اقام یقیم سے بمعنی ٹھہرنے والا۔ مراد وہ شخص ہے جو اپنے وطن میں قیام پذیر ہو۔ اس کی ضد مسافر ہے۔

لایقاتلون: لڑائی نہ کریں۔

رکبانا: یہ راکب کی جمع ہے۔ معنی ہے سوار ہو کر۔

جھة: سمت۔

لم یقدروا: نہ قدرت رکھیں۔ نہ طاقت ہو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دلائل واحکام

نماز خوف ایک امام کی اقتداء میں:

☆: ''جب خوف زیادہ ہو جائے تو امام لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرے، ایک گروہ دشمن کے سامنے ہو اور دوسرا امام کے پیچھے ہو۔ پھر امام اپنے پیچھے والے گروہ کو ایک رکعت اور دو سجدے کی امامت کرائے، جب دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو یہ گروہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور دوسرا گروہ آ جائے۔ پھر امامؑ ان کو ایک رکعت اور دو سجدوں کی امامت کرائے اور تشہد بیٹھے اور سلام کہے لیکن وہ گروہ سلام نہ کہے اور دشمن کے سامنے چلا جائے۔ پھر پہلا گروہ واپس آئے، اکیلے اکیلے ایک رکعت بغیر قرأت کے، دو سجدے کے ساتھ پڑھے، تشہد بیٹھے، سلام کہہ دے اور پھر دشمن کے سامنے چلا جائے۔ پھر دوسرا گروہ آئے اور اپنی ایک رکعت قرأت کے ساتھ اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھے اور تشہد بیٹھے اور سلام کہہ دے۔ اگر امام مقامی ہو تو پہلے گروہ کو بھی دو رکعتیں پڑھائے اور دوسرے گروہ کو بھی اور مغرب کی نماز میں پہلے گروہ کو دو رکعتیں اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ دشمن کے حملے کا قوی امکان ہو اور ہر وقت یہ کھٹکا لگا ہو کہ دشمن ابھی حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو اس حالت میں نماز اس طرح ادا کی جائے کہ اسلامی فوج کی چوکسی میں فرق نہ آئے۔ اگر خوف حقیقی نہ ہو تو پھر نماز خوف کی ضرورت نہیں ہے۔ درندوں کے خوف، آگ کے خوف یا طوفان کے خوف کی صورت میں بھی نماز خوف ادا کی جا سکتی ہے۔

صلوٰۃ الخوف کی مندرجہ بالا صورت اُسی وقت پیش آئے گی جب تمام لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر اصرار کریں۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو دو یا اس سے زیادہ گروہ الگ الگ امام کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔ یہی صورت افضل ہے۔

(فتح القدیر)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صلوٰۃ الخوف کی جو صورت امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے اس کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے اور اس کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی ہوتی ہے جسے صحاح ستہ ہی میں بیان کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حالت سفر میں صلوٰۃ خوف دو رکعت پڑھائی ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں حضرت ابی بکرہؓ سے جو روایت ذکر کی گئی ہے اس میں واضح طور پر نماز ظہر اور ہر گروہ کو دو دو رکعت پڑھانے کا ذکر ہے۔

(سنن ابی داؤد، صفحہ نمبر 184)

جنگ خندق میں رسول اللہ ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوگئی تھیں لیکن آپ ﷺ نے اس موقع پر صلوٰۃ الخوف نہیں پڑھائی تو اس کے متعلق حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق کی ہے کہ اس وقت تک صلوٰۃ الخوف کے احکام نازل ہی نہ ہوئے تھے' اس لیے رسول اکرم ﷺ نے وہ نمازیں بعد میں ادا فرمائیں۔

شدتِ خوف کے وقت نماز پڑھنے کی کیفیت:

☆: ''حالت نماز میں جنگ نہ کریں۔ اگر ایسا کیا تو ان کی نماز باطل ہوگئی۔ خوف مزید شدید ہو جائے تو اپنی اپنی سواری پر ہی اکیلے اکیلے رکوع اور سجود اشاروں سے کرتے ہوئے نماز پڑھ لیں اور جس طرف بھی ان کا رخ ہو نماز صحیح ہوگی بشرطیکہ قبلہ رخ رہنا ان کے بس میں نہ رہے۔''

حالت نماز میں قتال جائز نہیں ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔ لڑائی ہو رہی ہو تو قرآن مجید میں اس کے متعلق دوسرے احکام موجود ہیں کہ پیادہ اور سوار ہو کر اکیلے اکیلے نماز پڑھنا چاہئے۔ اس صورت میں رکوع اور سجدہ بھی اشارے سے کیا جاتا ہے اور قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی پابندی نہیں رہتی بلکہ جس طرف رُخ ہو جائے نماز درست ہوگئی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب: ۱۶

سجودِ سہو کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

سجدۂ سہو کا بیان

سہو کا مفہوم:

سہو لغت میں ''مطلق غفلت'' کو کہتے ہیں۔ اس کی ضد حمد ہے۔ شریعت میں سہو نماز کے اندر کی بھول چوک کو کہا جاتا ہے۔ اس میں خطاء یعنی غلطی اور نسیان (بھول جانا) دونوں شامل ہیں۔

سجدۂ سہو کے بارے میں مختلف فقہی آراء:

حنفیہ کے نزدیک اگر واجب رکن کو ادا کرنا بھول جائے یا فرض رکن کے ادا کرنے میں دیر کردے تو اس کی تلافی سجود سہو سے ہو جاتی ہے۔ اگر سنت ترک کردے تو سجدۂ واجب نہیں ہوتا اور نماز ہو جاتی ہے۔ فرض کے بھول جانے کی صورت میں نماز ہی باطل ہو جاتی ہے۔ احناف کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے۔ امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کمی کی صورت میں اسے واجب اور زیادتی کی صورت میں مسنون سمجھتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سجدۂ سہو کو صرف سنت قرار دیتے ہیں۔

اہم مسائل:

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں یہ مسائل بیان کیے ہیں:

1: سجود سہو نماز میں کمی زیادتی کی صورت میں واجب ہیں۔

2: آخری التحیات میں سلام کے بعد دو سجدے کرے پھر التحیات شروع سے پڑھے اور سلام پھیر دے۔

3: سجدہ اس وقت لازم ہو جاتا ہے جب نماز میں کسی ایسے عمل کا اضافہ کر دیا جائے جو جنس نماز میں سے ہونے کے باوجود اُس کا حصہ نہ ہو یا کوئی مسنون فعل ترک کردے یا قرأۃ فاتحہ چھوڑ دے یا قنوت، تشہد، عیدین کی تکبیریں چھوڑ دے، یا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام جہری نماز میں آہستہ اور سری نماز میں بلند آواز سے قرأت کرے۔

4: امام کی بھول مقتدی پر سجود سہو واجب کر دیتی ہے۔

5: اگر امام سجود سہو نہ کرے تو مقتدی بھی نہ کرے۔

6: اگر مقتدی سے بھول ہو جائے تو امام اور مقتدی دونوں پر سجدۂ سہو لازم نہیں۔

7: جو شخص قعدۂ اول بھول جائے پھر اُسے اس وقت یاد آئے جب وہ بیٹھنے کی حالت کے زیادہ قریب ہے تو بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے لیکن اگر وہ قیام کی حالت کے زیادہ قریب ہے تو نہ بیٹھے اور بعد میں سجود سہو کرے۔

8: اگر آخری قعدہ بھلا بیٹھا ہے اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو چکا ہے تو جب تک سجدہ نہیں کیا تو قعدہ کی طرف رجوع کرے بعد میں سجود سہو کرے اور پانچویں رکعت کو ضائع تصور کرے۔

9: اگر اسی صورت میں پانچویں رکعت کا سجدہ کر بیٹھا ہے تو اس کی فرض نماز باطل ہوگئی اور ساری نماز نفل میں تبدیل ہوگئی۔ اب اُسے چاہئے کہ چھٹی رکعت بھی ملا لے۔

10: اگر چوتھی رکعت پر قعدہ کر لیا، پھر اسے پہلا قعدہ خیال کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا واپس قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور سجود سہو کرے۔

11: اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو چھٹی رکعت اس کے ساتھ ملا دے۔ آخری دو رکعت نفل ہو جائیں گی اور اس کی نماز (چار رکعت) مکمل ہو جائے گی۔

12: جو آدمی شک میں مبتلا ہو جائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ تین رکعت ادا کر چکا ہے یا چار اور یہ صورت پہلی مرتبہ پیش آئی ہو تو نماز از سر نو پڑھے۔

13: اگر اُسے اکثر ایسا واقعہ پیش آتا رہتا ہے تو گنا غالب پر بناء کرے۔ مثلاً تین اور چار میں شک پڑ گیا ہے تو تین رکعت یقینی ہیں اسی پر بناء کرے گا۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سجودالسہو کا بیان

''سجودالسهوواجب في الزيادةوالنقصان بعد السّلام يسجد سجد تين ثم يتشهدويسلم ويلزمه سجودالسهواذازادفي صلوٰته فعلًا من جنسها ليس منها اوترك فعلًا مسنونًا اوترك قرأء ة فاتحة الكتاب اوالقنوت والتشهداوتكبيرات العيدين اوجهرالامام فيما يخافت اوخافت فيما يجهروسهو الامام يوجب على المؤتم السجود فان لم يسجد الامام لم يسجد المؤتم فان سهى المؤتم لم يلزم الامام ولاالمؤتم السجود ومن سَهٰى عن القعدة الاولىٰ ثم تذكّروهوالى حال القعوداقرب عاد فجلس وتشهد وان كان الى حال القيام اقرب لم يعد ويسجد للسهووان سهى عن القعدة الاخيرة فقام الى الخامسة رجع الى القعدة مالم يسجد و الغى الخامسة وَسَجَدَ للسّهووَاِنْ قَيَّدَ الخامسة بسجدة بطل فرضه وتحولت صلوٰته نفلاوكان عليه ان يضم اليها ركعة سادسة وان قعد فى الرابعة ثم قام ولم يسلّم بظنّها قعدة الاولىٰ عاد الى القعود مالم يسجد للخامسة و سلّم وسجد للسهووان قيّد الخامسة بسجدة ضمّ اليها ركعة اُخرىٰ وقعد تمت صلوٰته والركعتان نافلة ومن شك فى صلوٰته فلم يدرثلاثاصلىٰ ام اربعا وذلك اول ما عرض له استانف الصلوٰة فان كان يعرض له كثيرًا بنى علٰى غالب ظنه ان كان له ظن وان لم يكن له ظن بنى على اليقين۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''نماز میں کمی یا زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد سجود سہو واجب ہیں۔ نمازی دو سجدے کرے پھر تشہد کہے اور سلام پھیرے۔ نمازی پر سجود سہو اس وقت لازم ہوتے ہیں جب وہ اپنی نماز میں کسی ایسے فعل کا اضافہ کردے جو اس کی جنس میں سے نہیں یا کوئی مسنون فعل چھوڑا جائے یا سورۃ الفاتحہ یا وتروں میں دعائے قنوت یا تشہد یا عیدین کی تکبیریں چھوڑ جائے یا امام ان نمازوں میں اُونچا پڑھ دے جن میں پست پڑھنا تھا یا اُن نمازوں میں پست پڑھے جن میں اُونچا پڑھنا تھا۔ امام کی بھول مقتدی پر بھی سجدہ سہو لازم کردیتی ہے۔ پس اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ نہ کرے، پس اگر مقتدی بھول جائے تو امام اور مقتدی دونوں پر سجدہ لازم نہیں آتا اور جو شخص پہلے تشہد میں بیٹھنا بھول جائے پھر اسے یاد آجائے تو اگر وہ بیٹھنے کی حالت کے زیادہ قریب تھا تو وہ لوٹ جائے اور بیٹھ کر تشہد پڑھے اور اگر وہ کھڑا ہونے کی حالت کے زیادہ قریب تھا تو نہ لوٹے اور بعد میں سجدۂ سہو ادا کرے۔ اگر آخری تشہد میں بیٹھنا بھول جائے اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوجائے تو پانچویں رکعت کے سجدے سے پہلے لوٹ جائے اور تشہد کے لیے بیٹھ جائے اور پانچویں رکعت ضائع کرکے سجدۂ سہو ادا کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرچکا ہو تو اس کی نماز بحیثیت فرض کے باطل ہوگئی اور نفل میں تبدیل ہوگئی، اب اس پر لازم ہے کہ وہ ساتھ چھٹی رکعت پڑھے۔ اگر چوتھی رکعت کے بعد تشہد بیٹھے اور اسے پہلا قعدہ گمان کرتے ہوئے سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہوجائے تو پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آئے اور سلام کہہ کر سجدۂ سہو ادا کرے لیکن اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ بھی ادا کردیا تو پھر اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملائے اور تشہد بیٹھے اس کی نماز پوری ہوگئی اور بعد کی دو رکعتیں نفل بن گئیں۔ جس شخص کو شک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گزرے اور یاد نہ آئے کہ آیا اس نے تین رکعتیں پڑھیں یا چار اور ایسا اس کے ساتھ پہلی مرتبہ پیش آیا ہو تو وہ نماز نئے سرے سے پڑھے۔ اگر اس کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہو تو پھر اپنے غالب ظن کی بنا پر نماز پڑھے، اگر اس کا کوئی گمان ہے اور اگر گمان غالب نہ ہو تو پھر یقین پر نماز کی بنیاد رکھے۔''

مفردات:

السهو سها يسهو: سے مصدر ہے۔ معنی ہے بھول جانا۔

الزيادة: زیادہ ہونا۔

النقصان: کمی۔

يلزمه: اُسے لازم ہوتا ہے یعنی نماز پڑھنے والے کے لیے ضروری ہو جاتا ہے۔

مسنونا: سنت سے ثابت شدہ۔

تذكر: یاد کیا۔ یہ سہو کی ضد ہے۔

اقرب: زیادہ قریب۔

عاد: واپس آئے۔ لوٹ آئے۔

الغی: ضائع کر دے۔ پھینک دے۔

قيد: قید کر دے۔ مراد ہے پابند کر دے۔ ملا دے۔

بطل: ختم ہو گیا۔

تحولت: تبدیل ہو گئی۔

يضم: ملا دے۔

بظنها: اُسے خیال کرتے ہوئے۔

تمت: پوری ہو گئی۔ مکمل ہو گئی۔

عرض: پیش آیا۔

استانت: ازسرنو شروع کرے۔ نئے سرے سے پڑھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسائل ودلائل

سجدۂ سہو کا وجوب:

☆: ”نماز میں کمی یا زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد سجود سہو واجب ہیں۔نماز میں کمی یا زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد سجود سہو واجب ہیں۔ نمازی دو سجدے کرے پھر تشہد کہے اور سلام پھیرے۔“

سجدۂ سہو نماز میں کمی یا زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کے بعد دو سجدے کرے۔ پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا باقی سب اصحابِ صحاح نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کچھ کمی یا زیادتی کی۔ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

”اذاشك بصدكر فی صلوٰة فليتحر الصواب فليتم عليه ثم يسجد سجد تين۔“

”جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک پڑ جائے تو صحیح بات کی کوشش کرے اور اُس پر نماز پوری کرے۔ پھر دو سجدے کرے۔“

درمیانی تشہد:

☆: ”جو شخص پہلے تشہد میں بیٹھنا بھول جائے پھر اسے یاد آ جائے تو اگر وہ بیٹھنے کی حالت کے زیادہ قریب تھا تو وہ لوٹ جائے اور بیٹھ کر تشہد پڑھے اور اگر وہ کھڑا ہونے کی حالت کے زیادہ قریب تھا تو نہ لوٹے اور بعد میں سجدہ سہو ادا کرے۔“

صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور پہلا قعدہ نہ کیا' لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے نماز مکمل کی اور جب لوگوں کو سلام کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انتظار تھا تو آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور سلام سے پہلے دو سجدے کیے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

"فسجد سجدتین بعد ماسلم۔"

"سلام کے بعد دو سجدے کیے۔"

لیکن ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث جو صحیحین میں ہے وہ سب احادیث سے زیادہ واضح ہے۔ اس میں ہے:

"فسلم ثم سجد سجد تین ثم سلم۔"

(الصحیح البخاری)(الصحیح المسلم)

"پھر آپؐ نے سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔"

دو سجدے کرنے سے پہلے بھی سلام کہا۔ احناف کا مسلک اسی حدیث کے مطابق ہے۔ اس طرح ان تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے جن میں سلام سے پہلے اور سلام کے بعد دو سجدوں کا ذکر ہے کیونکہ اس طرح سجدوں سے پہلے بھی سلام اور بعد میں بھی سلام ہے۔

سجدۂ سہو کب واجب ہوتا ہے:

☆: "نماز میں کمی یا زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد سجود سہو واجب ہیں۔ نمازی دو سجدے کرے پھر تشہد کہے اور سلام پھیرے۔ نمازی پر سجود سہو اس وقت لازم ہوتے ہیں جب وہ اپنی نماز میں کسی ایسے فعل کا اضافہ کر دے جو اس کی جنس میں سے نہیں یا کوئی مسنون فعل چھوڑا جائے یا سورۃ الفاتحہ یا وتروں میں دعائے قنوت یا تشہد یا عیدین کی تکبیریں چھوڑ جائے یا امام ان نمازوں میں اُونچا پڑھ دے جن میں پست پڑھنا تھا یا اُن نمازوں میں پست پڑھے جن میں اُونچا پڑھنا تھا۔"

"اذازادفی صلوٰته فعلامن جنبها لیس منها۔"

"جب زیادہ کرے نماز میں کوئی ایسا فعل جو جنس نماز میں سے تو ہو لیکن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

موجودہ نماز کا حصہ نہ ہو۔"

کیونکہ اگر زیادہ کیا جانے والا فعل جنس نماز سے نہیں ہے تو پھر نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔ اس میں سجود سہو کا سوال ہی نہیں۔

"اوترك فعلامسنونا۔"

"یا مسنون فعل چھوڑ دے۔"

یہاں مسنون سے مراد وہ فعل ہے جو سنت سے ثابت ہو۔ احناف کے نزدیک جو عمل رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہو اور اس پر بہت زیادہ تاکید آئی ہو وہ عمل واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ سنت اور فرض کے درمیان ہے لیکن باقی تمام ائمہ کے نزدیک فرض اور سنت کے درمیان کوئی اور درجہ نہیں ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ واجب کو ترک کرنے سے سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔

سورۂ فاتحہ، دعائے قنوت، تشہد، عیدین کی تکبیریں، جہری نمازوں میں اُونچی آواز سے قرأت اور سرّی نمازوں میں آہستہ قرأت یہ سب رسول اللہ ﷺ کے دائمی عمل سے ثابت ہیں اور اُن کے ترک کے متعلق کوئی روایت موجود نہیں۔ لہٰذا یہ سب واجب ہیں اور ان کے ترک پر سجود سہو واجب ہوں گے۔

مقتدی پر سجود سہو کا وجوب:

☆: "امام کی بھول مقتدی پر بھی سجدہ لازم کر دیتی ہے۔ پس اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ نہ کرے، پس اگر مقتدی بھول جائے تو امام اور مقتدی دونوں پر سجدہ لازم نہیں آتا۔"

امام کے سہو سے مقتدی پر بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث ہے:

"انما جعل الامام ليوتم به۔"

"امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔"

لہٰذا مقتدی پر اس کی اطاعت لازم ہے۔ اس کے برعکس مقتدی کے سہو سے کسی پر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سجدہ واجب نہیں کیونکہ اگر امام پر سجدہ واجب تسلیم کیا جائے تو وہ امام نہیں مقتدی بن جائے گا اور مقتدی پر اس لیے واجب نہیں کہ اس نے امام کی متابعت کرنی ہے۔ پس دونوں پر سجدۂ سہو واجب نہیں۔

آخر قعدے کے مسائل:

☆: ''اگر آخری تشہد میں بیٹھنا بھول جائے اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو پانچویں رکعت کے سجدے سے پہلے لوٹ جائے اور تشہد بیٹھ جائے اور پانچویں رکعت ضائع کر کے سجدۂ سہو ادا کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہو تو اس کی نماز بحیثیت فرض کے باطل ہوگئی اور نفل میں تبدیل ہوگئی، اب اس پر لازم ہے کہ وہ ساتھ چھٹی رکعت پڑھے۔ اگر چوتھی رکعت کے بعد تشہد بیٹھے اور اسے پہلا قعدہ گمان کرتے ہوئے سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو جائے تو پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آئے اور سلام کہہ کر سجدۂ سہو ادا کرے لیکن اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ بھی ادا کر دیا تو پھر اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملائے اور تشہد بیٹھے اس کی نماز پوری ہوگئی اور بعد کی دو رکعتیں نفل بن گئیں۔''

آخری قعدہ چونکہ فرض ہے، اگر اُسے چھوڑ کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو سجدہ نہ کرنے تک قعدہ کی طرف لوٹ جانا چاہئے اور سجدۂ سہو کر لینا چاہے لیکن سجدہ کر لینے کی صورت میں فرض نماز باطل ہوگئی اور پوری نماز نفل میں تبدیل ہوگئی۔

اسی مسئلے کی دوسری صورت یہ ہے کہ آخری قعدہ کرنے کے بعد پانچویں رکعت کے لیے اُٹھ گیا تو بھی جب تک سجدہ نہیں کیا واپس قعدہ کی طرف لوٹ جائے۔ البتہ سجدہ کر لینے کے بعد اس کی چار رکعت فرض نماز مکمل ہوگئی اور اس کے بعد والی نماز کو نفل تصور کیا جائے گا۔ اس لیے چاہئے کہ چھٹی رکعت بھی ملا لے تاکہ دو رکعت نفل ادا ہو جائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تعدادِ رکعت میں شبہ:

☆: ''جس شخص کو شک گزرے اور یاد نہ آئے کہ آیا اس نے تین رکعتیں پڑھیں یا چار اور ایسا اس کے ساتھ پہلی مرتبہ پیش آیا ہو تو وہ نماز نئے سرے سے پڑھے۔ اگر اس کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہو تو پھر اپنے غالب ظن کی بنا پر نماز پڑھے، اگر اس کا کوئی گمان ہے اور اگر گمان غالب نہ ہو تو پھر یقین پر نماز کی بنیاد رکھے۔''

جس کو نماز کی رکعت میں شک پڑ جائے اور یہ نہ معلوم ہو سکے کہ چار رکعتیں پڑھ چکا ہے یا تین تو نماز ازسرِنو پڑھے لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ شک پہلی دفعہ واقع ہوا ہو۔ اگر یہ صورت حال اکثر پیش آتی رہتی ہو تو ظن غالب جس طرف ہو اُسی پر عمل کرے ورنہ یقین پر عمل کرے۔

شک اُس صورت کو کہتے ہیں جس میں نفی اور اثبات کے دونوں پہلو برابر ہوں۔

مصنف ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد نقل ہے:

''الذی لایدری اصلی ثلاثاام اربعایعیدحتی بحفظ۔''

''جو شخص نہیں جانتا کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت تو وہ نماز لوٹائے یہاں تک کہ اُسے یاد آ جائے۔''

دوسری صورت غلبۂ ظن کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اثبات کا پہلو زیادہ ہو۔ مثلاً مندرجہ بالا صورت میں جھکاؤ چار کی طرف ہو تو چار پر ختم کر دے۔ اگر جھکاؤ تین کی طرف ہو تو چار پوری کرے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

''اذاشك فلیتحر الصواب فلیتم علیه۔''

''جب کسی کو شک پڑ جائے تو درستی تک پہنچنے کی کوشش کرے اور اسی کے مطابق نماز پوری کرے۔''

تیسری صورت یقین پر عمل کرنے کی ہے اور وہ اس طرح ہوگی کی ایک اور دو میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شک ہے تو ایک یقینی ہے اور تین اور چار میں شک ہے تو تین یقینی ہے۔

امام مسلم، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے:

''اذاشك احدكم فی صلوٰته فلم يدر كم صلى فليبن على اليقين''

''جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز کے بارے میں شک ہو جائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ کتنی پڑھی ہے تو یقین پر بناء کرے۔''

ترمذی کی روایت اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

''اذاسهیٰ احدكم فی صلوٰته فلم يدر كم واحدة صلى ام اثنين فليبن على واحدة۔''

''جب تم میں سے کسی کو نماز میں سہو ہو جائے اور یہ پتہ نہ چلے کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دو رکعت تو ایک رکعت پر بنا کرے۔''

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 53)

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب: ۱۷

صلوۃ الکسوف کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

صلوۃ الکسوف کا بیان

صاحب قدوری نے نماز عید کے بعد صلوۃ الکسوف کا ذکر کیا ہے۔نماز عید کے ساتھ اس باب کی مناسبت یا تو اعتبار اتحاد ہے یا اعتبار تضاد۔اتحاد سے مراد یہ ہے کہ نماز عید اور نماز کسوف دونوں میں جماعت بلا اذان و بلا تکبیر ہوتی ہے۔تضاد سے مراد یہ ہے کہ انسان کے دو حال ہیں۔ایک امن و سرور کا دوسرا اندوہ و خوف کا۔عید امن و سرور کا موقع ہے اور گرہن خوف و اندوہ کا۔یا یہ کہ عیدین میں جماعت شرط ہے اور جہر سے پڑھنا واجب ہے بخلاف کسوف کے۔

لغت کے اعتبار سے کسوف سورج گرہن اور خسوف چاند گرہن کو کہتے ہیں:

يقال كسفت الشمس نكسف و كسفها الله كسفا

قال جرير يرثي عمر بن عبدالعزيز

الطمس طالقه ليست بكا سنة

تبكي عليه نجوم الليل و القرا

لیکن کبھی کبھی دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ فقہاء کی عبارات میں کسوف مخصوص بہ آفتاب ہے اور خسوف مخصوص بہ ماہتاب اور یہی اصح ہے۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سورج گرہن کی نماز کے اہم مسائل

''اذانکسفت الشمس صلی الامام بالناس رکعتین کھیئة النافلة فی کل رکعة رکوع واحد ویطول القراء ة فیھما ویخفی عند ابی حنیفة وقال ابویوسف رحمة اللہ علیہ ومحمدرحمة اللہ علیہ یجھر ثم یدعوبعدھا حتی تنجلی الشمس ویصلی بالناس امام الذی یصلی بھم الجمعة فان لم یحضر الامام صلّاھا الناس فُرادیٰ ولیس فی خسوف القمر جماعة وانما یصلّی کل واحد بنفسہ ولیس فی الکسوف خطبة۔''

''جب سورج گرہن ہوتو امام لوگوں کو دو رکعتیں نماز نفل کی طرح پڑھائے اور ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے۔ ان میں قرأة طویل کرے اور آہستہ پڑھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہراً پڑھے۔ پھر نماز کے بعد دعاء کرے یہاں تک کہ سورج کھل جائے اور یہ نماز وہی امام پڑھائے جو لوگوں کو جمعہ پڑھاتا ہے۔ اگر امام نہ ہوتو لوگ اکیلے پڑھیں۔ چاند گرہن میں جماعت نہیں ہے بلکہ ہر ایک اپنی اپنی پڑھ لے اور سورج گرہن کی نماز میں خطبہ نہیں ہے۔''

مفردات:

انکسفت الشمس: آفتاب میں گہن لگنا۔

تنجلی: روشن ہوجائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرادی': تنہا۔

خسوف: چاند گرہن۔

مسائل ودلائل

دورکعت نفل امام جمعہ پڑھائے:

☆: ''جب سورج گرہن ہو تو امام لوگوں کو دورکعتیں نماز نفل کی طرح پڑھائے اور ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے۔ پھر نماز کے بعد دعا کرے یہاں تک کہ سورج کھل جائے اور یہ نماز وہی امام پڑھائے جو لوگوں کو جمعہ پڑھاتا ہے۔ اگر امام نہ ہو تو لوگ اکیلے پڑھیں۔ چاند گرہن میں جماعت نہیں ہے بلکہ ہر ایک اپنی پڑھ لے۔''

جب سورج گرہن ہونے لگے تو امام جمعہ یا اس کے حکم سے کوئی دوسرا شخص لوگوں کو نفل نماز کی طرح ایک ایک رکوع کے ساتھ دو دو رکعات پڑھائے۔ پس احناف کے نزدیک جمعہ وعیدین کی طرح نماز کسوف وخسوف کی بھی دو رکعات ہیں اور دیگر نمازوں کے مثل اس میں بھی ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے لیکن امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ہر رکعت میں دو دو رکوع ہیں۔ دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں جن میں یہ ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے دو رکعتوں میں چار رکوع کیے۔ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی احادیث ہیں جن میں ایک رکوع اور ایک سجدہ کی صراحت ہے۔ دراصل اس باب میں آنحضرت ﷺ سے متعدد ومختلف روایات وارد ہیں، بعض میں صرف ایک رکوع ہے بعض میں دو، بعض میں تین، بعض میں چار، بعض میں پانچ، حتی کہ دس رکوع تک کے ساتھ روایات ہیں۔ یہاں ہر ایک کی تفصیل کا موقع نہیں۔ اجمالاً ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ایک اور دو رکوع والی احادیث کے متعلق تو ہم عرض کر چکے ہیں۔ تین رکوع والی حدیث صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

چار رکوع والی حدیث حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ مذکور نہیں۔

پانچ رکوع والی روایت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نیز ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ہر رکعت میں دس رکوع اور دو سجدے بھی روایت کیے ہیں۔

ابن عبدالبر وابن حزم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی دس رکوع کی روایت ذکر کی ہے۔ ابن حزم نے محلّٰی میں ان سب احادیث کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ احادیث نہایت صحیح ہیں اور صحابہ وتابعین سے عمل ثابت ہے۔ تعجب ہے کہ شوافع صرف دو رکوع کو لیتے ہیں اور زیادہ کو جائز نہیں سمجھتے۔ بات اصل یہ ہے کہ ایک سے زائد والی احادیث میں آپؐ کے فعل کی حکایت ہے جس میں مشاہدہ غلطی' واقعہ کی مخصوص نوعیت' ذات گرامی کا امتیاز' متعدد احتمال ہو سکتے ہیں۔ پس آپؐ کی قولی احادیث جن میں آپ نے ایک ایک رکوع کے ساتھ دونوں رکعتیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے فقہی قاعدہ کے اعتبار سے راجح ہوں گی کیونکہ قولی حدیث میں امت کے لیے ایک واضح حکم ہوتا ہے۔ اس لیے جہاں فعلی اور قولی حدیثوں میں کوئی تضاد ہو وہاں قولی حدیث ہی امت کے لیے قابل اتباع قرار دی جائے گی۔

مسئلہ قرأت:

☆: ''ان میں قرأۃ طویل کرے اور آہستہ پڑھے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی درست ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہراً پڑھے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں رکعتوں میں قرأت سراً ہے اور یہی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام مالک وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے۔ صاحبین اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرأت جہراً ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صلوٰۃ خسوف میں قرأت زور سے پڑھی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز کسوف پڑھی تو آپؐ سے قرأت کا ایک حرف نہیں سنا۔''

اخفاء قرأت کی روایتیں چونکہ مردوں کی ہیں اس لیے اُن کو ترجیح ہوگی کیونکہ قرب کی وجہ سے ان پر حال زیادہ واضح ہوتا ہے۔

خطبہ نہیں:

☆: ''سورج گرہن کی نماز میں خطبہ نہیں ہے۔''

احناف اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کسوف میں خطبہ نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کسوف میں خطبہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کسوف میں جو آپؐ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن ہوا خطبہ پڑھا تھا۔

جواب یہ ہے کہ یہ خطبہ کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا بلکہ جو لوگ یہ وہم کر رہے تھے کہ یہ گرہن آپؐ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہے خطبہ سے ان کا وہم دور کرنا مقصود تھا۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب: ۱۸

صلوۃ الاستسقاء کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

صلوۃ الاستسقاء کے اہم مسائل اور شرعی ثبوت

سابق باب کے ساتھ اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں نمازوں میں عام اجتماع ہوتا ہے۔ نیز یہ دونوں حالت حزن میں ادا ہوتی ہیں۔ مصنف نے نماز استسقاء کو صلوٰۃ کسوف سے اس لیے مؤخر کیا ہے کہ اس کے مسنون ہونے میں اختلاف ہے۔

استسقاء کے لغوی معنی پانی طلب کرنے کے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے:

"سقاك اللّٰہ وسقاہ۔"

"اللہ تعالیٰ تجھے سیراب کرے۔"

اور قرآن مجید میں ہے:

"وسقاهم ربهم شرابا طهورا" (الدھر ۷۶: ۲۱)

"ان کا رب انہیں شراب طہور پلائے گا۔"

اور ارشاد ربانی ہے:

"واسقينكم ماءً فراتاً" (المرسلات ۷۷: ۲۷)

اصطلاح شرع میں خشک سالی کے موقع پر مخصوص کیفیت کے ساتھ دعا مانگنے یا نماز پڑھنے کو صلوٰۃ الاستسقاء کہتے ہیں۔ یہ اس امت کی خصوصیت میں سے ہے۔ اس نماز کی ابتدا 6 ہجری میں ہوئی ہے۔ استسقاء ایسے مقام پر ہوتا ہے جہاں دریا، جھیل، چشمہ وغیرہ نہ ہو جس سے سیرابی حاصل کی جاسکے، یا یہ چیزیں تو ہوں مگر لوگوں کی ضرورت کے لیے ناکافی ہوں۔ استسقاء کا ثبوت کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع سب سے ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا گیا:

''فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا'' (نوح ۷۱ : ۱۰، ۱۱)

''میں نے کہا: ''اپنے رب سے مغفرت چاہو کہ وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر کثرت سے برسنے والا مینہ بھیجے گا۔''

نیز حضور نبی کریم ﷺ کا صلوۃ الاستسقاء کے لیے نکلنا ثابت ہے اور آپ کے بعد خلفاء نے اور اُمت نے بلانکیر ایسا کیا ہے۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صلوٰۃ الاستسقاء کا بیان

''قال ابو حنيفة ليس في الاستسقاء صلوة مسنونة بالجماعة فان صلى الناس وحدانا جاز وانما الاستسقاء الدعاء والاستغفار وقال ابو يوسف ومحمد رحمهما الله يصلى الامام ركعتين يجهر فيهما بالقرأة ثم يخطب ويستقبل القبلة بالدعاء ويقلّب الامام رداه ولا يقلب القوم ارديتهم ولا يحضر اهل الذمة للاستسقاء۔''

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلبِ باراں کے لیے نماز جماعت کے ساتھ مسنون نہیں ہے۔ اگر لوگ تنہا تنہا پڑھیں تو جائز ہے کیونکہ استسقاء تو صرف دعا واستغفار ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام دو رکعت نماز پڑھائے اوران میں قرأت جہراً پڑھے پھر خطبہ دے اور قبلہ رُخ ہوکر دعا کرے۔ امام اپنی چادر پلٹ دے اور لوگ اپنی چادریں نہ پلٹیں۔ نماز استسقاء میں ذمی لوگ شامل نہ ہوں۔''

مسائل ودلائل

صلوٰۃ الاستسقاء کی جماعت:

☆: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلبِ باراں کے لیے نماز جماعت کے ساتھ مسنون نہیں ہے۔ اگر لوگ تنہا تنہا پڑھیں تو جائز ہے کیونکہ استسقاء تو صرف دعا واستغفار ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام دو رکعت نماز پڑھائے اوران میں قرأت جہراً پڑھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صلوٰۃ استسقاء مسنون ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جماعت کے ساتھ تو نماز نہیں ہے، یہ تو صرف دعاء استغفار ہے۔ البتہ اگر لوگ تنہا تنہا پڑھیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

اس حکایت سے صلوٰۃ استسقاء کے سنت یا مستحب ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ البتہ منفرد کے حق میں اباحت نکلتی ہے لیکن صاحب تحفہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ظاہر الروایہ میں صلوٰۃ استسقاء نہیں ہے۔ اس سے علی الاطلاق اس کی مشروعیت کی نفی ہوتی ہے۔

صاحب درمختار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز مسنون نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امام یا اس کا نائب جمعہ کی طرح جماعت کے ساتھ صلوٰۃ استسقاء کی دو رکعتیں پڑھائے۔''

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ۔ کمافی المبسوط!

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی صلوۃ الاستسقاء مسنون ہے بلکہ امام شافعی و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے کیونکہ بقول علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے نماز استسقاء پڑھنے کی روایات ثابت ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنت سے مراد وہ فعل ہوتا ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے بطریقِ مواظبت کیا ہو اور کبھی کبھی تعلیم جواز کے لیے ترک کیا ہو۔ نماز استسقاء میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ متعدد روایات میں صرف دعا پر اکتفا ہے۔ چنانچہ غزوۂ تبوک میں جاتے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی التجا پر دعا کے لیے دست مبارک اُٹھائے تو اچانک ایک اَبر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور اس نے جھوم کر پانی برسا دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں ایک شخص نے آ کر عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! مویشی اور اونٹوں کا گلہ ہلاک ہوگیا اور راہیں بند ہوگئیں تو آپ ﷺ نے دست مبارک اٹھا کر یہ دعا فرمائی:

''اللھم اغثنا O''

صلوۃ الاستسقاء کا خطبہ:

☆: ''پھر خطبہ دے اور قبلہ رُخ ہو کر دعا کرے۔ امام اپنی چادر پلٹ دے اور لوگ اپنی چادریں نہ پلٹیں۔ نماز استسقاء میں ذمی لوگ شامل نہ ہوں۔''

خطبہ تابع جماعت ہوتا ہے اور صلوٰۃ استسقاء میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت ہی نہیں لہٰذا خطبہ کا بھی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ صاحبین کے نزدیک صرف ایک خطبہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو خطبے ہیں جن کا اکثر حصہ دعا و استغفار پر مشتمل ہوگا۔

استسقاء میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قلب رِدا نہیں ہے کیونکہ یہ تو ایک دعا ہے تو جس طرح دیگر ادعیہ میں قلب رِداء نہیں اسی طرح اس میں بھی نہیں ہونا چاہیے لیکن امام محمد، امام ابویوسف اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

''قلب رداء کرے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے قلب رداء ثابت ہے۔''

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتویٰ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے۔

قلب رِداء کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پشت کی طرف لے جا کر داہنے ہاتھ سے بائیں پلو کا نچلا گوشہ اور بائیں ہاتھ سے داہنے پلو کا نچلا گوشہ پکڑ کر دونوں ہاتھوں کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس طرح گھمائے کہ دایاں پلو بائیں کندھے پر اور بایاں پلو داہنے کندھے پر آجائے۔ اس طرح چادر کی ہیئت منقلب ہوجائے گی جس میں خشک سالی کو خوشحالی سے بدلنے کا شگون ہے۔

اہل ذمہ کی شرکت:

☆: ''نماز استسقاء میں ذمی لوگ شامل نہ ہوں۔''

استسقاء کے لیے ذمی اور کافر لوگ شامل نہ ہوں کیونکہ مسلمانوں کا نکلنا دعاء کے لیے ہے۔

''دعاالکافرین الافی ضلال۔''

خود آنحضرت ﷺ نے بھی ان کی علیحدگی کے لیے فرمایا ہے:

فقال انابری من کل مسلم مع مشرک

لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ آجائیں تو منع نہیں کیا جائے گا۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۱۹

صلوٰۃ فی الکعبہ کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں

''الصلوٰۃ فی الکعبۃ جائزۃٌ فرضھاونفلھا وان صلی الامام فیھا بجماعۃ فجعل بعضھم ظھرہ الی ظھرالامام جاز ومن جعل منھم وجھہٗ الی وجہ الامام جاز ویکرہ ومن جعل منھم ظھرہ الی وجہ الامام لم تجزصلوتہ واذا صلی الامام فی المسجد الحرام تحلّق الناس حول الکعبۃ وصلوابصلوۃ الامام فمن کان منھم اقرب الی الکعبۃ من الامام جازت صلوٰتہ اذالم یکن فی جانب الامام ومن صلی علی ظھرالکعبۃ جازت صلوٰتہ۔''

''کعبہ میں فرض اور نفل نماز سب جائز ہیں۔ پس اگر امام نماز پڑھائے کعبہ میں جماعت کے ساتھ اور مقتدیوں میں سے کوئی اپنی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف کرے تو جائز ہے اور جو کرے ان میں سے اپنا منہ امام کے منہ کی طرف تو بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ ان میں سے جو اپنی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کرے تو اس کی نماز نہ ہوگی ۔ جب امام مسجد حرام میں نماز پڑھائے تو لوگ کعبہ کے اردگرد حلقہ باندھ لیں اور امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھیں۔ پس جو ان میں سے کعبہ کے قریب امام کی نسبت ہوگا تو اس کی نماز ہو جائے گی جبکہ وہ امام کی جانب میں نہ ہو۔ جو شخص کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسائل و دلائل

فرض و نفل:

☆: ''کعبہ میں فرض اور نفل نماز سب جائز ہیں۔''

خانہ کعبہ میں فرض و نفل ہر نوع کی نماز صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ حضرت اسامہ، حضرت بلال، حضرت عثمان اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے دروازہ بند کر دیا گیا اور آپ ﷺ دیر تک اسی میں رہے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو میں نے پوچھا:

''آپ نے کیا کیا؟''

عرض کیا:

''نماز پڑھی اس حالت میں کہ دوستون آپؐ کے بائیں جانب تھے، ایک داہنی طرف اور تین آپؐ کی پشت کی جانب۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہ فرائض صحیح ہیں نہ نوافل۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نماز درست نہیں کیونکہ روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور ستون کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرمائی نماز نہیں پڑھی۔

جواب یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور ان سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں، ابن حبان نے صحیح میں اس کے خلاف یہ روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خانہ کعبہ میں دوستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔ نیز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت منظبت ہے لہٰذا وہ مقدم ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام کی اقتضاء:

☆: ''پس اگر امام نماز پڑھائے کعبہ میں جماعت کے ساتھ اور مقتدیوں میں سے کوئی اپنی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف کرے تو جائز ہے اور جو کرے ان میں سے اپنا منہ امام کے منہ کی طرف تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ ان میں سے جو اپنی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کرے تو اس کی نماز نہ ہوگی ۔ جب امام مسجد حرام میں نماز پڑھائے تو لوگ کعبہ کے اردگرد حلقہ باندھ لیں اور امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھیں۔ پس جو ان میں سے کعبہ کے قریب امام کی نسبت ہوگا تو اس کی نماز ہو جائے گی جبکہ وہ امام کی جانب میں نہ ہو۔ جو شخص کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔''

جو شخص خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے وقت اپنی پیٹھ امام کی طرف کرے تو اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ وہ خود قبلہ کی طرف متوجہ ہے اور اس کو اپنے امام کے بارے میں غلطی کا اعتقاد نہیں لیکن اگر وہ اپنی پیٹھ امام کے چہرہ کی طرف کرے تو نماز نہ ہوگی کیونکہ وہ امام سے آگے بڑھ گیا۔ اگر خانہ کعبہ کے اردگرد مقتدی حلقہ بنا کر نماز پڑھیں تو یہ بھی صحیح ہے۔ اب جو شخص امام کی بہ نسبت خانہ کعبہ سے قریب تر ہوگا اس کی نماز صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ امام کی جانب میں نہ ہو کیونکہ وہ حکماً امام سے پیچھے ہے اور اگر وہ اسی طرف ہے جس طرف امام ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے بڑھ گیا ہے۔

کعبہ کی چھت پر نماز:

☆: ''جو شخص کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔''

خانہ کعبہ کے اوپر بھی نماز پڑھنا صحیح ہے کیونکہ ہمارے نزدیک خانہ کعبہ کی عمارت قبلہ نہیں بلکہ اس بقعہ سے آسمان تک خلائی قبلہ ہے۔ بقعہ ہونے کی بنا پر مکروہ ہے کیونکہ یہ ایک تو تعظیم کے خلاف ہے دوسرے یہ کہ اس کی ممانعت بھی ہے۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۲۰

صلوۃُ الجنازۃ کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

نمازِ جنازہ کے مسائل کا بیان

جنازہ کا معنی ومفہوم:

جنائز جنازہ کی جمع ہے۔ جنازہ میت کو بھی کہتے ہیں اور اس چارپائی کو بھی جس پر میت کو لٹایا جاتا ہے۔

اس باب میں مندرجہ ذیل مسائل بیان ہوئے ہیں:

1: دم توڑنے والے آدمی کو دائیں پہلو پر لٹایا جائے اور کلمہِ شہادت کی تلقین کی جائے۔

2: جب موت واقع ہوجائے تو اس کی آنکھیں بند کردی جائیں اور جبڑے باندھ دیئے جائیں۔

3: جب غسل دینا ہو تو اُسے ایک تختے پر رکھ کر اس کی شرم گاہ پر کوئی کپڑا ڈال دیں اور اس کے کپڑے اُتار دیں۔

4: اسے وضو کرائیں لیکن ناک اور منہ میں پانی نہ ڈالیں۔

5: پھر اُس کے پورے منہ پر پانی بہائیں۔

6: اس کے تختے کو طاق عدد میں خوشبو سے دھونی دیں۔

7: غسل کے پانی کو بیری کے پتوں یا بجی ڈال کر اُبالا جائے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر خالص پانی کافی ہے۔

8: میت کا سر اور داڑھی خطمی سے دھوئیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

9: پھر بائیں پہلو پر لٹا کر پانی سے دھوئیں۔ یہاں تک کہ پانی نیچے تک پہنچ جائے۔ پھر دائیں پہلو پر لٹا کر اسی طرح کیا جائے۔

10: اس کے بعد اُسے بٹھا کر سہارا دیں اور پیٹ کو آہستہ آہستہ ملیں۔ اگر کوئی چیز خارج ہو تو دھو ڈالیں اور دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔

11: پھر اس کا جسم کپڑے سے خشک کر کے اُس پر کفن لپیٹ دیا جائے۔

12: سر اور داڑھی پر خوشبو لگائیں اور سجدے والی جگہوں پر کافور ملیں۔

13: مرد کو تین کپڑوں: تہ بند، قمیص اور بڑی چادر میں کفن میں دینا سنت ہے۔ اگر دو کپڑوں پر اکتفا کریں تو بھی جائز ہے۔

14: جب چادر لپیٹنا ہو تو پہلے بائیں جانب پھر دائیں جانب سے اُس پر ڈالیں۔

15: اگر ڈر ہو کہ کفن کھل جائے گا تو اسے باندھ دیں۔

16: عورت کو پانچ کپڑوں: تہ بند، قمیص، دوپٹہ، سینہ بند اور ایک بڑی چادر میں کفن دیا جائے۔

17: اگر تین کپڑوں پر اکتفا کریں تو جائز ہے۔

18: اوڑھنی قمیص کے اُوپر اور بڑی چادر کے نیچے ہو اور اس کے بال سینے پر رکھے جائیں۔

19: میت کے بالوں اور داڑھی میں کنگھی نہ پھیری جائے' نہ ناخن کاٹے جائیں اور نہ ہی بال تراشے جائیں۔

20: کفن کے کپڑے میت کو پہنانے سے قبل طاق عدد میں خوشبو کی دھونی دی جائے۔

21: اس سے فراغت کے بعد نماز جنازہ پڑھی جائے۔

22: امامت کا زیادہ مستحق حاکم وقت ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں امام محلّہ کے بعد اس کا ولی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

23: ولی اور حاکمِ وقت کے نماز جنازہ نہ پڑھانے کی صورت میں ولی دوبارہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے لیکن ولی کے بعد کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت نہیں۔

24: جنازہ پڑھائے بغیر دفن کر دینے کی صورت میں تین دن تک اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھائی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد نہیں۔

25: نماز جنازہ پڑھانے والا میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو۔

26: نماز جنازہ یہ ہے: پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی حمد وثنا، دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود، تیسری تکبیر کے بعد اپنے لیے، میت کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام۔

27: نماز جنازہ جماعت والی مسجد میں نہ پڑھائی جائے۔

28: میت کو جب چارپائی پر رکھ لیں تو اس کے چاروں پائے پکڑ کر تیزی سے چلیں لیکن دوڑیں نہیں۔

29: جب قبر تک پہنچ جائیں تو میت کو زمین پر رکھنے سے پہلے لوگوں کا بیٹھ جانا مکروہ ہے۔

30: قبر لحد کی شکل میں بنائی جائے اور میت کو اس میں قبلہ کی جانب سے اُتارا جائے۔

31: جب میت لحد میں اتاری جائے تو اُتارنے والا بسم اللہ وعلیٰ ملة رسول اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کہے۔ اُسے قبلہ رُخ کر دیا جائے، بند کھول دیئے جائیں اور لحد پر مٹی ڈال دی جائے۔

32: پکی اینٹیں اور لکڑی قبر کے لیے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ البتہ سرکنڈوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

33: پھر قبر پر مٹی برابر کر دی جائے اور قبر کو ہان کی شکل میں بنائی جائے۔ سطح دار نہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بنائی جائے۔

34: جو بچہ پیدائش کے بعد آواز نکالے تو اس کا نام رکھا جائے، اُسے غسل دیا جائے اور اُس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔

35: اگر پیدائش کے بعد آواز نہ نکالے تو اُسے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اُس کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھائی جائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نماز جنازہ کا بیان

''اذا اُحتضرالرجل وجه الی القبلة علی شقه الایمن ولقن الشهادتین واذامات شدوالحیته وغمّضُوا عینیه فاذآارادواغسله وضعوه علی سریر وجعلوا علی عورته خرقة ونزعواثیابه ووضءوه ولا یمضمض ولا یستنشق ثم یفیضون المآء علیه و یجمر سریره وترا ویغلی الماء بالسدراوَبالحرض فان لم یکن فالمآء القراح ویغسل رأسه ولحیته بالخطمی ثم یضجع علیٰ شقهٖ الایسر فیغسل بالماء والسدرحتی یُرٰی ان المآء قدوصل الی مایلی التحت منه ثم یضجع علی شقه الایمن فیغسل بالمآ ء حتی یری ان المآء قدوصل الی مایلی التحت منه ثم یجلسه ویسنده الیه ویمسح بطنه مسحا رقیقًا فان خرج منه شئی غسله ولایعید غسله ثم ینشفه فی ثوب ویدرج فی اکفانهٖ ویجعل الحنوط علی رأسه ولحیته والکافورعلی مساجده والسنة ان یکفن الرجل فی ثلاثة اثواب ازارو قمیص ولفافة فان اقتصروا علی ثوبین جازواذا ارادوالف اللفافة علیه ابتَدَاءُ ا بالجانب الیسر فالقوه علیه ثم بالایمن فان خافوا ان ینتشرالکفن عنه عقدوه وتکفن المرآة فی خمسة اثواب ازار وقمیص وخماروخرقة تربط بها ثدیاها ولفافة فان اقتصرواعلی ثلاثة اثواب جازو یکون الخمار فوق القمیص تحت اللفافة ویجعل شعرها علی صدرها ولا یُسَرَّحُ شَعْرُالمیت ولا لحیته ولا یقص ظفره ولا یقص شعره وتجمّر الاکفان قبل ان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

يدرج فيها وترًافاذافرغوامنه صلّوا عليه وَاَوْلٰى الناس بالامامة عليه السلطان ان حضر فان لم يحضرفيستحبّ تقديم امام الحيّ ثم الولي فان صلّى عليه غير الولي والسلطان اعادالولّي وان صلى عليه الولي لم يجزان يصلّي احد بعده فان دفن ولم يصل عليه صلى على قبره الى ثلاثة ايام ولا يصلى بعد ذلك ويقوم المصلّي بِحِذَآءِ صدر الميت والصلوٰة ان يكبرتكبيرة يحمداللّٰهتعالىٰ عقيبها ثم يكبرتكبيرة ويصلى عَلَى النبى صلى الله عليه وسلم ثم يكبر تكبيرة ثالثةً يدعوا فيها لنفسه وللميت وللمسلمين ثم يكبرتكبيرة رابعة ويسلم ولا يصلى على ميت فى مسجدجماعة ولا يرفع يديه الا فى التكبيرة الاولىٰ فاذاحملوه على سريره اخذوابقوائمه الاربع ويمشون به مسرعين دون الخبب فاذا بلغوآ اِلٰى قبره كره للناس ان يجلسوا قبل ان يوضع من اعناق الرجال ويحفرالقبرويلحد ويدخل الميت مما يلى القبلة فاذا وضع فى لحده قال الذى يضعه بسم الله وَعلٰى ملّة رسول اللّٰهو يوجهه الى القبلة على شقة الايمن ويحل العقدة ويسوى اللبن على اللحد ويكره الاجروالخشب ولاباس بالقصب ثم يهال التراب عليه ويسنّم القبرولا يسطح ومن استهل بعد الولادة سمى وغسل وصلى عليه وان لم يستهل اُدرِج فى خرقة ودَفن ولم يصل عليه۔''

''جب کسی شخص کا موت کا وقت قریب آئے تو اس کا چہرہ قبلہ رخ کر دینا چاہئے اوراس کو دائیں پہلو کے بل لٹادینا چاہئے پھر کلمہ شہادت پڑھنے کی تلقین کرنی چاہئے۔ جب فوت ہوجائے تو اس کے دونوں جبڑے باندھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دیں اور اس کی آنکھیں بند کر دیں پھر جب اسے غسل دینا چاہیں تو اسے ایک تختے پر رکھیں اور اس کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال کر اس کے کپڑے اتاریں اور اس کو وضو کرائیں لیکن کلی نہ کرائیں اور نہ ناک میں پانی ڈالیں۔ پھر اس پر پانی بہائیں اور اس کی چارپائی کو طاق بار خوشبو دی جائے۔ پانی میں بیری کے پتے یا اشنان ڈال کر ابالا جائے۔ اگر یہ چیزیں نہ مل سکیں تو سادہ پانی ہی کافی ہے۔ اس کے سر اور داڑھی کو خطمی کے ساتھ دھویا جائے۔ اسے بائیں پہلو لٹا کر پانی اور بیری کے پتوں سے دھویا جائے۔ یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ اس کے نیچے تک پانی پہنچ گیا ہے۔ پھر اسے دائیں پہلو لٹایا جائے اور پانی سے دھویا جائے۔ یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ اس کے نیچے تک پانی پہنچ گیا ہے۔ پھر اس کو بٹھائے اور تکیہ لگانے کی طرح اپنے ساتھ سہارا دے اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملے۔ اگر اس کے پیٹ سے کچھ نکلے تو اُسے دھو ڈالے اور دوبارہ نہ نہلائے۔ پھر کپڑے کے ساتھ اس کا جسم پونچھے اور اس کو اس کے کفن میں لپیٹ دیا جائے۔ اس کے سر اور داڑھی پر خوشبو لگائی جائے اور اس کے سجدے والے اعضاء پر کافور لگایا جائے۔ سنت یہ ہے کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفن پہنایا جائے' ایک تہہ بند اور دوسرا قمیص اور تیسرا لپیٹنے والا کپڑا۔ اگر دو کپڑوں پر اکتفا کیا جائے تو بھی جائز ہے۔ جب چادر لپیٹنے لگیں تو بائیں جانب سے شروع کریں اور وہ اس پر ڈال دیں۔ پھر دائیں جانب کی طرف سے اگر اندیشہ ہو کہ کہیں کفن کھل نہ جائے تو اس کو باندھ دیں۔ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ تہہ بند، قمیص' اوڑھنی' کپڑے کا وہ ٹکڑا جس سے اس کی چھاتیوں کو باندھا جائے اور لپیٹنے والا کپڑا۔ اگر تین کپڑوں پر ہی اکتفا کر لیا جائے تب بھی جائز ہے اور اوڑھنی قمیص کے اُوپر لیکن چادر کے نیچے ہونی چاہیے۔ اس کے بال اس کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سینے پر رکھے جائیں اور میت کے بالوں اور داڑھی کو کنگھی نہ کی جائے اور نہ ہی ناخن یا بال کاٹے جائیں۔ کفن کے کپڑوں میں میت لپیٹنے سے پہلے انہیں طاق بار خوشبو لگائی جائے اور جب اس سارے عمل سے فارغ ہو چکیں تو اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ نماز جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ مستحق حاکم وقت ہوتا ہے اگر وہ موجود ہو۔ لیکن اگر وہ موجود نہ ہو تو قبیلے کے امام کا آگے کرنا مستحب ہے۔ پھر اس کے بعد میت کا سرپرست۔ اگر اس کا جنازہ سرپرست اور بادشاہ کے سوا کوئی اور پڑھائے تو ولی دوبارہ جنازہ پڑھائے لیکن اگر سرپرست جنازہ پڑھائے تو اس کے بعد کسی اور کا جنازہ پڑھانا جائز نہیں۔ اگر میت کو دفن کیا جا چکا ہو لیکن اس کا جنازہ نہ پڑھا گیا ہو تو تین دن تک اس کی قبر پر جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد جنازہ پڑھا جائے۔ جنازہ پڑھاتے وقت امام میت کے سامنے عین وسط میں کھڑا ہو اور نماز جنازہ یہ ہے کہ امام ایک تکبیر کہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کہے پھر تکبیر کہے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے۔ پھر تیسری تکبیر کہے جس میں اپنے لیے میت کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا مانگنے پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیر دے۔ کسی میت کی ایسی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہو اور پہلی تکبیر کے سوا رفع یدین نہ کرے۔ پھر جب اس کو اس کی چارپائی پر اٹھائیں تو اس کے چاروں پائے پکڑ لیں اور اسے لے کر تیزی سے چلیں لیکن دوڑیں نہیں۔ پھر جب اس کی قبر کے پاس پہنچ جائیں تو اٹھانے والوں کے کندھوں سے میت کو اتارنے سے قبل لوگوں کا بیٹھنا مکروہ ہے۔ قبر کھودی جائے اور لحد بنائی جائے۔ میت کو قبلہ کی طرف سے اس میں اُتارا جائے۔ جب میت کو اس کی لحد میں اتارا جائے تو اُتارنے والا یہ الفاظ کہے: بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور میت کا چہرہ قبلہ کی طرف کرے اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گانٹھیں کھول دی جائیں اور اس لحد پر کچی اینٹیں رکھ دی جائیں اور پختہ اینٹیں اور لکڑی لگانا مکروہ ہے۔ البتہ سرکنڈے رکھنے میں کوئی حرج نہیں، پھر اس پر مٹی ڈال دی جائے اور قبر کو اونٹ کی کوہان کی طرح بنایا جائے اور اس کی سطح ہموار نہ رکھی جائے۔ جس بچے نے ولادت کے وقت آواز نکالی اسے غسل بھی دیا جائے گا، اس کا نام بھی رکھا جائے گا اور اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا لیکن اگر اس نے آواز نہ نکالی تو اسے محض ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔''

مفردات:

وجهه: چہرہ پھیرا جائے۔ رخ کیا جائے۔

شق: پہلو۔

الایمن: دایاں۔

لقن: فعل ماضی مجہول۔ تلقین کیا جائے۔

شددا: باندھیں۔

لحییه: لحی کا تثنیہ ہے۔ یعنی دونوں جبڑے۔

غمضوا: بند کردیں۔

سریر: تختہ یا چارپائی جس پر میت کو غسل دیا جاتا ہے۔

خرقة: دھجی: چیتھڑا۔

نزعوا: اتار دیں۔

یمضمض: کلی کرائی جائے۔

یستنشق: ناک میں پانی ڈالا جائے۔

یفیضون: پانی بہائیں۔

یجمر بجمر۔ یجمر سے مضارع مجہول ہے۔ دھونی دیا جائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وترا: طاق عدد۔

بغلی ابالا جائے۔

السدر بیری کا درخت، یہاں مراد ہے بیری کے پتے۔

اشنان یاسجی: جس سے کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔

القراح: خالص۔

الخطمی: ایک قسم کی جڑی بوٹی۔

یسنده: میت کو سہارا دے۔

یمسح: مسح ' یمسح' مسحا: چھونا۔ ہاتھ لگانا' یہاں مراد ہے ملنا۔

رفیقا: رفق سے صفت مشبہ ہے۔ نرمی سے۔

ینشفه: اُسے خشک کرے۔

یدرج: مضارع مجہول: لپیٹا جائے۔

اکفان: کفن کی جمع ہے۔ وہ کفن جس میں میت کو ڈھانپا جاتا ہے۔

الحنوط: خوشبو۔

مساجد: مسجد کی جمع ہے۔ وہ اعضاء جو سجدہ کرتے ہوئے زمین پر ٹکائے جاتے ہیں۔

ازار: تہبند۔

لفافة: لف یلف: لپیٹنا: لفافة: اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جس میں میت کو لپیٹا جاتا ہے۔

ینتشر: بکھر جاتا ہے۔

تربط: باندھے جائیں۔

الخمار: اوڑھنی: دوپٹہ۔

لایسرح: نہ سنوارے جائیں' نہ کنگھا کیے جائیں۔ نہ کاٹے جائیں۔

ظفر: ناخن۔

لم یحضر: نہ حاضر ہو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الحی: قبیلہ یہاں مراد ہے محلہ وغیرہ۔

حذاء: برابر' سامنے۔

قوائم قائمة کی جمع ہے۔ چار پائی کے پائے۔

مسرعین: اسرع یسرع: سے اسم فاعل جمع کا صیغہ: جلدی کرتے ہوئے۔

الخبب: گھوڑے کی دوڑ یہاں مراد ہے اس طرح میت کو نہ لے کر چلیں جس سے

دوڑنے کا انداز معلوم ہو۔

اعناق: عنق کی جمع ہے۔ گردن۔

یسوی: برابر کیا جائے۔

الآجر: پکی اینٹ۔

الخشب: لکڑی۔

القصب: بانس یا سرکنڈا۔

یھال: مضارع مجہول۔ مٹی ڈالی جائے۔

یسنم: کوہان کی شکل بنایا جائے۔

مسائل ودلائل

کلمۂ شہادت کی تلقین:

☆ "جب کسی شخص کا موت کا وقت قریب آ جائے تو اس کا چہرہ قبلہ رخ کر دینا چاہئے اور اس کو دائیں پہلو کے بل لٹا دینا چاہئے پھر کلمۂ شہادت پڑھنے کی تلقین کرنی چاہئے۔"

قریب الموت آدمی کو کلمۂ شہادت کی تلقین حضور نبی کریم ﷺ سے کئی احادیث میں منقول ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"لقنوا موتالمن لا الہ الا اللہ" ○

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

''مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔''

مستدرک حاکم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

''من كان آخر كلامه لااله الاالله دخل الجنة''

''جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

آنکھیں بند کردی جائیں:

☆: ''جب وہ فوت ہوجائے تو اس کے دونوں جبڑے باندھ دیں اور اس کی آنکھیں بند کردیں۔''

میت کی آنکھیں بند کردینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت تشریف لائے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کھلی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بند کردیا۔ گھر والوں میں سے کچھ لوگ زور زور سے رونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا اور ابوسلمہؓ کے لیے دعائے مغفرت کی۔''

میت کا نہلانا:

☆: ''پھر جب اُسے غسل دینا چاہیں تو اُسے ایک تختے پر رکھیں اور اس کی شرمگاہ پر کپڑے کا ٹکڑا رکھ کر اس کے کپڑے اُتاریں اور اس کو وضو کرائیں لیکن کلی نہ کرائیں اور نہ ہی ناک میں پانی ڈالیں۔ پھر اس پر پانی بہائیں اور اس کی چارپائی کو طاق بار خوشبو دی جائے۔ پانی میں بیری کے پتے یا بجی ڈال کر اُبالا جائے۔ اگر یہ چیزیں نہ مل سکیں تو سادہ پانی ہی کافی ہے۔ اس کے سر اور داڑھی کو خطمی کے ساتھ دھویا جائے، اسے بائیں پہلو لٹا کر پانی اور بیری کے پتوں سے دھویا جائے یہاں تک کہ معلوم ہوجائے کہ اس کے نیچے تک پانی پہنچ گیا ہے۔ پھر اسے دائیں پہلو لٹایا جائے اور پانی سے دھویا جائے۔ یہاں تک کہ معلوم ہوجائے کہ اس کے نیچے تک پانی پہنچ گیا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پھر اس کو بٹھائے اور تکیہ لگانے کی طرح اپنے ساتھ سہارا دے اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملے۔ اگر اس کے پیٹ سے کچھ ملے تو اُسے دھو ڈالے اور دوبارہ نہ نہلائے۔ پھر کپڑے کے ساتھ اس کا جسم پونچھے اور اس کو اس کے کفن میں لپیٹ دیا جائے۔ اس کے سر اور داڑھی پر خوشبو لگائی جائے اور اس کے سجدے والے اعضاء پر کافور لگایا جائے۔''

میت کے غسل دینے کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اغسلوہ بمآء وسدر۔''

''اُسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے:

''جس نے میت کو غسل دیا، اُسے خوشبو لگائی، اُسے اُٹھایا، اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اُس کی پردہ پوشی کی اُس کے گناہ معاف ہو گئے۔''

(سنن ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی:

''جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دینے میں کافور استعمال کرنا اور دو چادروں اور ایک قمیص میں مجھے کفن دینا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح غسل اور کفن دیا گیا تھا۔''

(مستدرک للحاکم) (سنن بیہقی)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحاح ستہ میں مذکور ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب ہم نے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''غسل کو دائیں طرف سے اور وضو کے اعضاء سے شروع کرو۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مرد کے لیے کفن:

☆: ''سنت یہ ہے کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفن پہنایا جائے' ایک تہہ بند اور دوسرا قمیص اور تیسرا لپیٹنے والا کپڑا۔ اگر دو کپڑوں پر اکتفا کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ جب چادر لپیٹنے لگیں تو بائیں جانب سے شروع کریں اور وہ اس پر ڈال دیں۔ پھر دائیں جانب کی طرف سے اگر اندیشہ ہو کہ کہیں کفن کھل نہ جائے تو اس کو باندھ دیں۔''

مرد کو کفن دینے میں تین کپڑے استعمال کیے جائیں۔ چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''کفن النبی ﷺ فی ثلاثة اثواب' قمیص و ازار و لفافة۔''

''نبی کریم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔ قمیص' تہ بند اور چادر۔''

مرد کے کفن کے لیے دو کپڑوں پر بھی اکتفا جائز ہے۔

چنانچہ مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت فرمایا:

''یہ دو کپڑے جو میں نے پہن رکھے ہیں' انہیں دھو لینا اور ان میں مجھے کفن دے دینا۔''

عورت کا کفن:

☆: ''عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ تہہ بند، قمیص' اوڑھنی' کپڑے کا وہ ٹکڑا جس سے اس کی چھاتیوں کو باندھا جائے اور لپیٹنے والا کپڑا۔ اگر تین کپڑوں پر ہی اکتفا کر لیا جائے تب بھی جائز ہے اور اوڑھنی قمیص کے اُوپر لیکن چادر کے نیچے ہونی چاہئے۔ اس کے بال اس کے سینے پر رکھے جائیں۔''

عورت کے کفن کے لیے پانچ کپڑے درکار ہوتے ہیں۔ تہ بند' قمیص اور بڑی چادر کے علاوہ اوڑھنی اور سینہ بند۔

چنانچہ ابوداؤد اور مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ میں لیلیٰ بنت قائف ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مروی ہے کہ جن عورتوں نے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' ان میں سے ایک میں ہوں۔ حضور ﷺ نے سب سے پہلے ہمیں تہ بند عطا فرمایا، پھر چادر' پھر اوڑھنی' پھر سینہ بند اور ان سب کے بعد انہیں ایک بڑی چادر میں لپیٹ دیا گیا۔ حضور ﷺ دروازے کے قریب تشریف رکھتے تھے اور صاحبزادی کے کفن کے کپڑے آپ ﷺ کے پاس تھے اور ایک ایک کپڑا ہمیں پکڑاتے جاتے تھے۔''

بال وناخن:

☆: میت کے بالوں اور داڑھی کو کنگھی نہ کی جائے اور نہ ہی ناخن یا بال کاٹے جائیں۔''

میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے اور نہ ہی ناخن کاٹے جائیں۔ ممانعت کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کتاب الآثار اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ جب اُن سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

''تم اپنے مردوں کے بال کیوں نوچتے ہو؟''

اسی پر ناخن کاٹنے کو بھی قیاس کیا جائے۔

کفن کو دھونی:

☆: ''کفن کے کپڑوں میں میت لپیٹنے سے پہلے انہیں طاق بار خوشبو لگائی جائے اور جب اس سارے عمل سے فارغ ہو چکیں تو اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔''

کفن کو طاق عدد میں دھونی دینا بھی مستحب ہے۔ چنانچہ ابن حبان اور مسلم نے مرفوع حدیث ذکر کی ہے:

''اذا اجمرتم المیت فاجمر و اثلاثا''

''جب تم میت کو خوشبو کی دھونی دو تو تین مرتبہ دو۔''

نماز جنازہ کون پڑھائے:

☆: ''نماز جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ مستحق حاکم وقت ہوتا ہے اگر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وہ موجود ہو۔ لیکن اگر وہ موجود نہ ہو تو قبیلے کے امام کا آگے کرنا مستحب ہے۔ پھر اس کے بعد میت کا سرپرست۔ اگر اس کا جنازہ سرپرست اور بادشاہ کے سوا کوئی اور پڑھائے تو ولی دوبارہ جنازہ پڑھائے لیکن اگر سرپرست جنازہ پڑھے تو اس کے بعد کسی اور کا جنازہ پڑھانا جائز نہیں۔''

میت کے نماز جنازہ پڑھانے میں سب سے فائق حق حاکم وقت کو حاصل ہے۔ پھر اس علاقے یا محلے کا امام نماز جنازہ کے لیے امامت کرائے' پھر ولی میت کا وارث، اور ولی کو یہ حق بھی ہے کہ اگر اس کی عدم موجودگی میں نماز جنازہ پڑھائی جا چکی ہو' تو دوبارہ پڑھا سکتا ہے اور ولی کے بعد کوئی دوسرا نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔ دفن کرنے کے بعد تین دن تک نماز جنازہ پڑھائی جا سکتی ہے اس کے بعد نہیں۔

حضرت حسین علیہ السلام نے حضرت حسن علیہ السلام کی نماز جنازہ کے لیے حاکم مدینہ سعید بن العاص کو امام بنایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں ایسا نہ کرتا۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ)

دفن کرنے کے بعد نماز جنازہ کا حکم:

☆: ''اگر میت کو دفن کیا جا چکا ہو لیکن اس کا جنازہ نہ پڑھا گیا ہو تو تین دن تک اس کی قبر پر جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد جنازہ نہ پڑھا جائے۔''

حضرت انسؓ سے نسائی' طحاوی' بیہقی اور مسند احمد میں روایت ہے کہ ایک مسکین عورت بیمار تھی' حضور ﷺ کو اس کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو فرمایا' اگر یہ مر جائے تو مجھے خبر کرنا وہ فوت ہوئی تو لوگ رات کو اس کا جنازہ اُٹھا لے گئے اور حضور ﷺ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ صبح کو جب رسول اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ مجھے اطلاع دینا؟

لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ ﷺ کو جگانا اور رات کے وقت باہر لے جانا پسند نہ کیا' پھر حضور ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور چار تکبیروں سے نماز جنازہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پڑھائی۔ لوگ آپ ﷺ کے پیچھے صفیں بنا کر کھڑے ہوئے۔

بخاری اور مسلم میں ایک اور حدیث کا یوں ذکر ہے کہ ایک حبشی مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ ایک دن جب رسول اللہ ﷺ کو وہ نظر نہ آیا تو آپؐ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا: لوگوں نے عرض کیا کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہ کی؟ مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔ ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ ولی دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو ولایت عامہ حاصل تھی۔

نماز جنازہ میں تکبیروں کی تعداد:

☆: ''جنازہ پڑھاتے وقت امام میت کے سامنے عین وسط میں کھڑا ہو اور نماز جنازہ یہ ہے کہ امام ایک تکبیر کہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کہے پھر تکبیر کہے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے۔ پھر تیسری تکبیر کہے جس میں اپنے لیے میت کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا مانگے، پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیر دے۔ پہلی تکبیر کے سوا رفع یدین نہ کرے۔''

نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ چار تکبیریں کہی جائیں اور آخری تکبیر کے بعد سلام پھیرا جائے۔

مسند احمدؒ میں حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے مُردوں پر دن یا رات میں چار تکبیریں کہا کرو۔''

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ: حضور ﷺ کا آخری عمل تو یہ تھا کہ آپ ﷺ نے جنازے پر چار تکبیروں سے نماز پڑھائی' حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں' عبداللہ بن عمرؓ نے نماز جنازہ چار تکبیروں سے پڑھائی۔ حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(مستدرک دارقطنی' مسند احمد)

مسجد میں جنازہ کا حکم:

☆: ''کسی میت کی نماز جنازہ ایسی مسجد میں نہ پڑھی جائے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہو۔''

نماز جنازہ' جنازہ گاہ میں یا مسجد سے باہر پڑھائی جائے۔ مسجد کے اندر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے روایت کیا ہے:

''جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی اُسے کوئی اجر نہیں ملتا۔''

اور ایک روایت میں ہے:

''اس کی کوئی نماز نہیں۔''

نماز جنازہ کو لے کر تیز چلنا:

☆: ''پھر جب اس کو اس کی چارپائی پر اٹھائیں تو اس کے چاروں پائے پکڑ لیں اور اسے لے کر تیزی سے چلیں لیکن دوڑیں نہیں۔''

جنازہ اٹھانے کے بعد اُس کی چارپائی کے چاروں پائے پکڑے جائیں اور تیزی سے قبرستان کی جانب لے جایا جائے لیکن دوڑنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

''جنازے کا پورا اجر تین باتوں سے ملتا ہے۔ اس کے پیچھے چلنا، اس کے چاروں پائے پکڑنا اور اس کی قبر پر مٹی ڈالنا۔''

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جنازے کو لے کر جلدی چلو۔ اگر نیک ہے تو تم اسے بہتر اجر تک پہنچاؤ گے اور اگر نہیں تو تم اپنی گردنوں سے بُرا بوجھ اُتارو گے۔''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، طحاوی اور مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جنازہ لے کر تیز چلنا چاہئے لیکن دوڑنا نہیں چاہئے۔''

میت کی تعظیم اور لحد:

☆: ''پھر جب اس کی قبر کے پاس پہنچ جائیں تو اٹھانے والوں کے کندھوں سے میت کو اتارنے سے قبل لوگوں کا بیٹھنا مکروہ ہے۔ میت کو قبلہ کی طرف سے اس میں اُتارا جائے۔ قبر کھودی جائے اور لحد بنائی جائے۔''

قبرستان پہنچنے کے بعد جب تک میت کو زمین پر نہ رکھ دیا جائے لوگ بیٹھیں نہیں۔ میت کو کندھوں سے اُتارنے سے پہلے اس لیے بیٹھنا مکروہ ہے کہ اس سے میت کی تعظیم وتکریم میں خلل پڑتا ہے۔ میت کو قبلے کی جانب سے قبر میں اُتارا جائے اور قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہا جائے۔ میت کا چہرہ قبلے کی طرف کر دیا جائے۔

قبر لحد کی طرز پر بنائی جائے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے:

اللحد لنا و الشق لغیرنا

''لحد ہمارے لیے اور شق دوسروں کے لیے ہے۔''

(سنن ترمذی) (سنن ابن ماجہ) (سنن نسائی)

لحد یہ ہے کہ قبر کے دائیں جانب ایک گڑھا بنایا جائے اور اس میں میت کو لٹایا جائے اور شق درمیان میں گڑھا بنانے کو کہتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کی قبر میں لحد بنائی گئی تھی۔''

(سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبروں میں لحد بنائی گئی تھی۔

(ابن ابی شیبہ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ:

☆: ''جب میت کو اس کی لحد میں اتارا جائے تو اُتارنے والا یہ الفاظ کہے: بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور میت کا چہرہ قبلہ کی طرف کرے اور گانٹھیں کھول دی جائیں۔''

بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہنے کے بارے میں امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

''کان النبی ﷺ اذا اُدخل المیت القبر قال بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ۔''

''جب میت قبر میں اُتار دی جاتی تو حضور ﷺ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھتے تھے۔''

قبر کچی اینٹوں سے بنائی جائے:

☆: ''اس لحد پر کچی اینٹیں رکھ دی جائیں اور پختہ اینٹیں اور لکڑی لگانا مکروہ ہے۔ البتہ سرکنڈے رکھنے میں کوئی حرج نہیں، پھر اس پر مٹی ڈال دی جائے اور قبر کو اونٹ کی کوہان کی طرح بنایا جائے اور اس کی سطح ہموار نہ رکھی جائے۔''

قبر میں کچی اینٹیں استعمال کرنے کا ثبوت حضور نبی کریم ﷺ کی قبر ہے کیونکہ آپ ﷺ کی قبر انور میں کچی اینٹیں استعمال کی گئی تھی۔ اس کے متعلق احادیث مستدرک، ابن حبان اور بیہقی میں موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں بھی کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں۔

نومولود کی نماز جنازہ:

☆: ''جس بچے نے ولادت کے وقت آواز نکالی اسے غسل بھی دیا جائے گا اس کا نام بھی رکھا جائے گا اور اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا لیکن اگر اس نے آواز نہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نکالی ہوتو اسے محض ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔"

بچے کی پیدائش کے بعد اگر اس کی رونے کی آواز سنائی دے تو اس کا نام بھی رکھا جائے اور غسل دے کر نماز جنازہ بھی ادا کی جائے۔ اگر اس کی کوئی آواز ہی نہیں نکلی تو پھر نہ غسل ہے نہ نماز جنازہ۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بچے کی ولادت کے وقت جب تک آواز نہ نکلی ہوتو وہ نہ تو وارث ہوتا ہے اور نہ ہی اُس کا کوئی وارث ہوتا ہے اور نہ اُس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔"

(سنن ترمذی)(سنن نسائی)(سنن ابن ماجہ)

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۲۱

شہید کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

شہید کے مسائل کا بیان

شہید کون لوگ ہوتے ہیں:

شہادت کا بلند ترین مرتبہ صرف اس مسلمان کے لیے مخصوص ہے جو اسلام اور کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے کفار اور مشرکین کے خلاف لڑائی کرتا ہوا اپنی جان کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دے۔ وہی حقیقی معنوں میں شہید کہلانے کا مستحق ہے۔ صحیح احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے ثواب کا کچھ حصہ اُن ایمان والوں کو بھی ملتا ہے جو مظلومیت کی حالت میں، حادثے کی صورت میں، وباء کی وجہ سے، پانی میں غرق ہونے کی وجہ سے یا درخت یا دیوار گرنے کی وجہ سے وفات پا جاتے ہیں۔

اس باب کے اہم مسائل:

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے:

1: شہید وہ ہے جسے مشرکوں نے قتل کیا ہو یا میدان جنگ میں پایا جائے اور اس کے جسم پر زخموں کے نشان ہوں یا جسے مسلمانوں نے ظلماً قتل کیا ہو لیکن اُس کے قتل کی وجہ سے دیت واجب نہ ہو یعنی وہ قتل خطا نہ ہو بلکہ واجب القصاص قتل ہو۔

2: ایسے شہید کو کفن دیا جائے گا، نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن اُسے نہلایا نہیں جائے گا۔

3: اگر کسی شخص کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اس پر غسل واجب تھا اور اُسے شہادت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نصیب ہوئی تو اُسے غسل دیا جائے گا۔

4: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حیض اور نفاس والی عورت اور بچے کو بھی نہلایا جائے گا۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جنبی اور بچے کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

5: شہید کے جسم پر لگا ہوا خون نہ دھویا جائے اور نہ ہی اُس کے بدن سے کپڑے اتارے جائیں گے۔ البتہ چمڑے کا کوٹ، صدری وغیرہ، موزے اور ہتھیار اگر اس پر ہوں تو اتار دیے جائیں۔

6: جوزخمی مرنے سے پیشتر کھاپی لے یا دوائی استعمال کرے یا ایک نماز کا وقت گزر جانے پر بھی زندہ اور ہوش وحواس میں رہے یا میدان جنگ سے زندہ اُٹھالیا جائے تو اُسے غسل دیا جائے۔

7: حد اور قصاص میں جس کو قتل کیا جائے اُسے غسل بھی دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔

8: باغی اور ڈاکو اگر قتل کیے جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب الشہید

''الشهيد من قتله المشركون اووجد فى المعركة وبه اثر الجراحة اوقتله المسلمون ظلماً ولم يجب بقتله دية فيكفن ويصلى عليه ولايغسل و اذا استشهدالجنب غسل وكذالك الحآئض والنفسآء عندابى حنيفة رحمة الله عليه وكذلك الصبى وقال ابويوسف رحمة الله عليه ومحمدرحمة الله عليه لا يغسلان ولايغسل عن الشهيد دمه ولاينزع عنه ثيابه وينزع عنه الفروو الحشو والخُفُّ والسلاح ومن ارتث غسل والارتثاث ان ياكل او يشرب اويداوى اويبقىٰ حيا حتى يمضى عليه وقت صلوٰة وهو يعقل اوينقل من المعركة حيًّا ومن قُتِلَ فى حَدٍّ اوقصاصٍ غسل وصلى عليه ومن قتل من البغاة اوقطاع الطريق لم يصل عليه۔''

''شہید وہ ہے جسے مشرکوں نے قتل کردیا ہو یا میدان جنگ میں زخموں کے ساتھ پایا گیا ہو یا اُسے مسلمانوں نے ظلماً قتل کردیا ہو اور اس کے قتل سے کسی پر دیت واجب نہ ہوئی ہو تو ایسے شخص کو کفن بھی پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی لیکن اُسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ اگر کوئی جنبی یا حائضہ عورت یا نفاس والی عورت شہید کردی جائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انہیں غسل دیا جائے گا اور یہی حال بچے کا ہے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنبی اور بچے دونوں کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ شہید سے نہ تو اس کا خون دھویا جائے گا اور نہ اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے اس کے کپڑے اتارے جائیں گے لیکن پوستین، صدری، موزے اور اسلحہ اتارے جائیں گے۔ جو کوئی دیر سے فوت ہو یعنی زخم کھانے کے بعد کھائے یا اس کا دوادارو کیا جائے یا بقائمی ہوش وحواس اس پر ایک نماز کا وقت گزر جائے یا میدان جنگ سے زندہ کسی اور جگہ منتقل کردیا گیا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا۔ جو کسی شرعی سزا میں یا قتل کے بدلے میں قتل کیا جائے اسے بھی غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اگر کوئی باغیوں یا ڈاکوؤں میں سے قتل کیا جائے (ڈاکے کے دوران تو) اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔''

مفردات:

وجد: پایا گیا۔

المعرکۃ: میدان جنگ۔

اثر: نشان۔ علامت۔

الجراحۃ: زخم۔

دیۃ: خون بہا۔ وہ روپیہ جو قاتل کی طرف سے مقتول کے وارثوں کو ادا کیا جاتا ہے۔

استشھد: شہید کیا گیا۔

الحائض: حیض والی عورت۔

النفساء: نفاس والی عورت۔ نفاس وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش کے بعد عورت کے جسم سے کم وبیش چالیس دن تک جاری رہتا ہے۔

لاینزع: نہ اُتارا جائے۔

الفرد: جانوروں کے چمڑے سے بنا ہوا کوٹ۔ پوستین۔

الحشو: صدری۔ جیکٹ۔

الخف: موزے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

السلاح: ہتھیار۔

یداوی: دوا کیا جائے۔

البغاۃ: باغی کی جمع۔

قطاع الطریق: ڈاکو۔ راہزن۔ قطاع قاطع کی جمع ہے۔ معنی ہے کاٹنے والا۔

الطریق: راستہ۔

مسائل و دلائل

شہید کی تجہیز و تکفین:

☆: ''شہید کو کفن دیا جائے گا۔''

شہید کو انہی کپڑوں میں کفن دیا جاتا ہے جو اس کے جسم پر ہوتے ہیں۔ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''فیکفن'' سے یہی مراد لیا ہے یعنی اُس کے کپڑوں میں ہی اُسے کفن دیا جائے۔ ہاں اگر کپڑے پھٹ چکے ہوں اور ستر پوشی کے قابل نہ ہوں تو پھر نیا کفن دینا جائز ہے۔

چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ایک نمدے کے کپڑے میں کفنایا گیا۔ نمدہ اس قدر چھوٹا تھا کہ پورا جسم اُس سے نہیں ڈھک سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر سر کو نمدے سے اور پاؤں کو گھاس سے ڈھانپا گیا۔

(الصحیح البخاری)(الصحیح المسلم)

شہید کا خون:

☆: ''شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ شہید سے نہ تو اس کا خون دھویا جائے گا اور نہ اس سے اس کے کپڑے اتارے جائیں گے۔''

شہید کو اس کے خون سمیت دفن کرنا چاہئے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اسی حالت میں پیش ہو۔ چنانچہ بخاری اور مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے شہداءِ اُحد کو اُن کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا تھا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

شہید کو غسل دینا:

☆: ''اگر کوئی جنبی یا حائضہ عورت یا نفاس والی عورت شہید کر دی جائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انہیں غسل دیا جائے گا اور یہی حال بچے کا ہے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنبی اور بچے دونوں کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ نہ اس سے اس کے کپڑے اتارے جائیں گے لیکن پوستین، صدری، موزے اور اسلحہ اتارے جائیں گے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر معلوم ہو جائے کہ شہید ہونے والے پر غسل واجب تھا تو اُسے غسل دینا چاہیے۔

چنانچہ غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والوں میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے متعلق اطلاع دی کہ انہیں فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ بعد میں اُن کی بیوی نے بتایا کہ وہ جنگ کے لیے منادی سنتے ہی فوج کے ساتھ روانہ ہو گئے تھے اور انہیں غسل جنابت کا موقع نہیں ملا تھا۔

(مستدرک حاکم (سنن بیہقی)

اس حدیث کی رو سے جنبی شہید کے غسل کا ثبوت ملتا ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا غسل دینا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی کرامت وخصوصیت تھی۔ یہ حکم عام آدمیوں کے لیے نہیں۔ اسی طرح بچے اور حیض ونفاس والی عورت کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان اختلاف ہے۔

زائد کپڑے جو شہید کے جسم پر ہوں یا ہتھیار جو حفاظت کے لیے تھے اب شہادت کے بعد چونکہ اُن کی ضرورت نہیں رہی لہٰذا اُتار لیے جائیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ارتثات کا مفہوم:

☆: ''جو کوئی دیر سے فوت ہو یعنی کھانے کے بعد زخم کھائے یا اس کا دوا دارو کیا جائے یا بقائی ہوش وحواس اس پر ایک نماز کا وقت گزر جائے یا میدان جنگ سے زندہ کسی اور جگہ منتقل کر دیا گیا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا۔''

من ارتث علی غسل: ارتثات کے معنی میدان جنگ سے زخمی حالت میں اُٹھائے جانے کے ہیں۔(المنجد)

جو شخص معرکے سے زندہ حالت میں لایا جائے، اس کا علاج کیا جائے یا کچھ کھا پی لے یا ایک نماز کا وقت گزر جائے اور وہ زندہ رہے اور اس کے ہوش وحواس بھی قائم رہیں تو اُسے غسل دیا جائے۔ یہی حکم اس شہید کا ہے جو زخمی حالت میں میدان جنگ سے منتقل کیا جائے اور اس کی وفات کچھ دیر بعد ہو۔

قصاص وحد کا مقتول:

☆: ''جو کسی شرعی سزا میں یا قتل کے بدلے میں قتل کیا جائے اسے بھی غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔'' حد اور قصاص میں قتل کیا جانے والا شخص چونکہ شہید نہیں لہذا اُسے غسل دیا جائے گا اور اُس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ پر جب حد جاری کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غسل دلوایا اور جنازہ بھی پڑھایا۔(فتح القدیر)

باغی اور ڈاکو کی نماز جنازہ نہیں:

☆: ''اگر کوئی باغیوں یا ڈاکوؤں میں سے قتل کیا جائے (ڈاکے کے دوران تو) اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔''

باغی اور ڈاکو اگر ڈاکہ اور بغاوت کے دوران ہلاک کیے جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ فتح القدیر میں ہے کہ ایک حدیثِ غریب سے یہی بات معلوم ہوئی ہے۔ (فتح القدیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 29)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باب : ۲۲

سجدۂ تلاوت کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابتدائیہ

سجدۂ تلاوت کے اہم فقہی مسائل

سجود تلاوت کا واجب ہونا:

ان سجود کو سجود القرآن اور سجود تلاوت بھی کہا جاتا ہے۔ ان میں نماز کے سجدہ کی تسبیح سبحان ربی الاعلیٰ ہی پڑھی جاتی ہے۔

حنفیوں کے ہاں یہ سجدے واجب ہیں کیونکہ ان کا ثبوت قوی دلائل سے ہے۔

قرآن مجید میں جو بھی سجدہ تلاوت والی آیت آئی ہے اس میں یا تو سجدے کا حکم دیا گیا ہے جیسے:

''فاسجدوا للہ واعبدوا''

یا اُن لوگوں کی مذمت کی گئی جو آیات قرآنیہ سنتے ہیں لیکن سربہ سجود نہیں ہوتے مثلاً:

''واذا قری علیھم القرآن لایسجدون''

بعض آیات میں سجدہ کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے جیسے:

''ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا''

اور کچھ آیات میں سجدہ کرنا انبیاء کا عمل بتایا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ ص میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ہے:

''وخر راکعا واناب'' (ص ۳۸)

ان میں سے ہر صورت سجدہ تلاوت کے وجوب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سجودِ تلاوت کی تعداد اور مواقع:

قرآن مجید میں سجود تلاوت کی کل تعداد 14 ہے۔احناف کے ہاں سورۂ حج میں صرف ایک سجدہ ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سجدے ہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سورۂ ص میں سجدے کے قائل نہیں اور احناف کے نزدیک اس سورت میں سجدہ ہے کیونکہ یہ سجدہ خود رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔

مواقع:

احناف کے نزدیک قرآن مجید میں سجود تلاوت کی تعداد 14 ہے۔جن کی تفصیل یہ ہے:

پہلا: سورۂ اعراف کے آخر میں۔

دوسرا: سورۃ رعد میں۔

تیسرا: سورۃ النحل میں۔

چوتھا: سورت بنی اسرائیل میں۔

پانچواں: سورت مریم میں۔

چھٹا: سورت حج کا پہلا سجدہ۔

ساتواں: سورۃ الفرقان میں۔

آٹھواں سورت النمل میں۔

نواں: سورۃ الم تنزیل میں۔

دسواں: سورۃ ص میں۔

گیارہواں: سورت حم سجدہ میں۔

بارہواں: سورت النجم میں۔

تیرہواں: سورت الانشقاق میں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

چودھواں: سورت العلق میں۔

سجود تلاوت کے احکام:

1: ان مقامات پر پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہے۔ چاہے سننے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔

2: جب امام آیت سجدہ تلاوت کرے تو امام مقتدی ایک ساتھ سجدہ کریں۔

3: اگر مقتدی سجدے کی آیت تلاوت کرے تو امام اور مقتدی پر سجدہ لازم نہیں۔

4: آیت سجدہ اگر ایسا شخص تلاوت کرے جو نماز میں شامل نہیں تو نماز میں سجدہ نہ کیا جائے بلکہ نماز کے بعد سجدہ ادا کیا جائے۔ اگر نماز ہی میں سجدہ کریں تو یہ کافی نہ ہوگا لیکن نماز بھی نہ ٹوٹے گی۔

5: اگر کوئی آدمی نماز سے باہر ''آیتِ سجدہ'' کی تلاوت کرے اور سجدہ نہ کرے پھر وہی آیت نماز میں پڑھے اور سجدہ کرلے تو دونوں تلاوتوں کے سجدے ادا ہوگئے۔

6: اگر نماز سے باہر آیتِ سجدہ پڑھی اور سجدہ بھی کرلیا پھر نماز میں داخل ہوکر وہی آیت تلاوت کی تو دوبارہ سجدہ کرنا ہوگا۔ پہلا سجدہ اس کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

7: جب کوئی شخص ایک ہی آیتِ سجدہ بار بار ایک ہی مجلس میں تلاوت کرے تو ایک ہی سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا۔

8: سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کی صورت یہ ہوگی کہ ہاتھ اُٹھائے بغیر صرف تکبیر کہہ کر سجدے میں چلا جائے پھر تکبیر کہہ کر سر اُٹھائے۔ نہ اس میں التحیات پڑھنا ہے نہ سلام پھیرنا۔

❀❀❀

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سجدۂ تلاوت کا بیان

''فی القرآن اربع عشرۃ سجدۃ فی اٰخر الاعراف وفی الرعد وفی النحل وفی بنی اسرائیل ومریم والاولیٰ فی الحج والفرقان والنمل والم تنزیل وص ؔ وحم السجدۃ والنجم والانشقاق والعلق والسجود واجب فی ھذہ المواضع علی التالی والسامع سوآء قصد سماع القراٰن اولم یقصدفاذاتلاالامام اٰیۃ السجدۃ سجدھا وسجدالماموم معہ فان تلاالماموم لم یلزم الامام ولاالماموم السجود وان سَمِعُوْ وھم فی الصلوٰۃ اٰیۃ السّجدۃ من رجل لیس معھم فی الصلوٰۃ لم یسجدوھا فی الصلوٰۃ وسجدوھا بعد الصلوٰۃ فان سجدوھا فی الصلوٰۃ لم تجزئھم ولم تفسد صلوٰتھم ومن تلااٰیۃ سجدۃٍ خارج الصلوٰۃ ولم یسجد ھا حتی دخل فی الصلوٰۃ فتلاھا وَ سجد اجزاتہ السجدۃ عن التلاوتین وان تلاھا فی غیرالصلوٰۃ فسجدھا ثم دخل فی الصلوٰۃ فتلاھا سجدھا ثانیاولم تجزئہ السجدۃ الاولیٰ ومن کرّرتلاوۃ سجدۃ واحدۃ فی مجلس واحداجزأتہ سجدۃ واحدۃ ومن ارادالسجود کبّرولم یرفع یدیہ وسجد ثم کبّر ورفع رأسہ ولاتشھد علیہ ولاسلام۔''

''قرآن حکیم میں چودہ سجدے ہیں۔ سورۃ اعراف کے آخر میں اور سورہ رعد میں اور النمل میں اور بنی اسرائیل اور سورہ مریم میں اور سورۃ حج کا پہلا سجدہ اور سورۃ فرقان میں اور سورہ نمل میں اور الم تنزیل اور سورۃ صٓ میں اور سورۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حم سجدہ میں اور سورۃ نجم میں اور سورۃ انشقاق اور سورۃ العلق میں۔ ان جگہوں پر سجدے کرنا تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر واجب ہے۔ خواہ وہ ارادۃً سنے یا سننے کا ارادہ نہ کرے۔ پس جب امام آیت سجدہ تلاوت کرے تو وہ بھی سجدہ کرے اور اس کے ساتھ مقتدی بھی سجدہ کرے۔ اگر مقتدی آیت سجدہ تلاوت کرے تو امام اور مقتدی دونوں کو سجدہ لازم نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگ نماز کے دوران کسی ایسے شخص سے آیت سجدہ سن لیں جو ان کے ساتھ نماز میں شامل نہیں تو وہ نماز کے دوران سجدۂ تلاوت نہ کریں بلکہ نماز کے بعد کرلیں۔ اگر انہوں نے نماز کے دوران سجدۂ تلاوت کرلیا تو یہ ان کو کفایت نہیں کرے گا (بلکہ بعد میں بھی کرنا ہی پڑے گا) لیکن اس کی وجہ سے ان کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ جس شخص نے نماز سے باہر آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ نہیں کیا حتی کہ نماز شروع کردی اور نماز میں بھی آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا اس کو یہی ایک سجدہ دونوں تلاوتوں کی جگہ کافی ہوگا۔ اگر اس نے نماز سے باہر آیتِ سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ کیا پھر نماز شروع کردی اور نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کی تو وہ دوبارہ سجدہ کرے، نماز سے پہلے والا سجدہ اس کے لیے کافی نہیں۔ جس شخص نے ایک ہی آیت سجدہ ایک ہی مجلس میں بار بار تلاوت کی تو اس کے لیے ایک ہی سجدہ کافی ہے۔ جو شخص سجدہ تلاوت کرنے لگے تو اللہ اکبر کہے لیکن ہاتھ نہ اُٹھائے۔ چنانچہ وہ سجدہ کرے پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اُٹھائے۔ اس پر نہ تشہد لازم ہے اور نہ ہی سلام پھیرنا۔''

مفردات:

التالی: پڑھنے والا۔ تلاوت کرنے والا۔

السامع: سننے والا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قصد: ارادہ کیا۔

الماموم: مقتدی۔

لم تجزئھم: نہ کافی ہوگا ان کو۔ نا جائز ہوگا ان کے لیے۔

خارج: باہر۔ یہ داخل کی ضد ہے۔

کرّر: دوبارہ کیا۔ بار بار کیا۔

مجلس: بیٹھک۔ بیٹھنے کی جگہ۔

مسائل ودلائل

سجدۂ تلاوت کے مواقع اور وجوب:

☆: ''قرآن حکیم میں چودہ سجدے ہیں۔ سورۃ اعراف کے آخر میں اور سورہ رعد میں اور النمل میں اور بنی اسرائیل اور سورہ مریم میں اور سورۃ حج کا پہلا سجدہ اور سورۃ فرقان میں اور سورہ نمل میں اور الم تنزیل اور سورۃ صٓ میں اور سورۃ حم سجدہ میں اور سورۃ نجم میں اور سورۃ انشقاق میں اور سورۃ العلق میں۔ ان جگہوں پر سجدے کرنا تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر واجب ہے۔ خواہ وہ ارادۃً سنے یا سننے کا ارادہ نہ کرے۔''

سورۂ حج میں پہلا سجدہ **الم تران اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض** پر ہے۔ یہ حنفیہ اور شافعیہ کے ہاں متفقہ سجدہ ہے۔ مگر اسی سورت کے آخر میں **یایھاالذین امنوارکعوا واسجدوا واعبدواربکم** کی آیت پر شافعیہ کے نزدیک سجدہ ہے، احناف کے نزدیک نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں صرف نماز پڑھنے کا حکم ہے سجدے کا نہیں۔ جس طرح کہ سورۂ بقرہ میں **وارکعوا مع الراکعین** میں جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی کا حکم ہے نہ کہ سجدے کا۔ اس آیت پر سجدۂ تلاوت متفقہ طور پر واجب نہیں۔ احناف کہتے ہیں یہی صورت سورۂ حج کے دوسرے سجدے میں بھی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب ابن آدم سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا دور بھاگ جاتا ہے۔ وہ کہتا جاتا ہے ''ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا تو اُس نے سجدہ کیا اور مجھے حکم ملا تو میں نے سجدہ نہ کیا پس میرے لیے جہنم ہے۔''

(الصحیح لمسلم) (جنت اللہ کی عظیم نعمت مع دخول جنت کے اسباب) (تفسیر تبیان القرآن، جلد نمبر 1)

اس حدیث میں ''امر ابن آدم'' کے الفاظ سے سجدۂ تلاوت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح شیطان کو سجدے کا جو حکم ہوا تھا وہ بھی وجوب کے لیے تھا جس سے انکار پر وہ کافر ہوگیا۔ تیسری وجہ یہ کہ شیطان کی مخالفت بھی مومنوں پر واجب ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت سنت مؤکدہ ہے۔ مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ ''ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے آیتِ سجدہ تلاوت کی لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے سجدہ نہ کیا۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ فوری طور پر ادا کرنا ضروری نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد میں سجدہ ادا فرما لیا ہو۔ بہر حال وجوب کے دلائل قوی ہیں۔

سجدۂ تلاوت سننے والے پر بھی واجب ہے۔ چاہے ارادے سے سنے یا بلا ارادہ سن لے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے:

''السجدة علی من سمعها۔''

''سجدہ اُس پر بھی واجب ہے جو اس کو سن لے۔''

نصب الرایہ میں امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اسی معنی کی غریب حدیث مرفوعا بھی نقل کی ہے۔ متعدد احادیث صحیحہ میں رسول اللہ ﷺ کی تلاوت پر مسلمانوں کا سجدہ کرنا ثابت ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سجدۂ تلاوت کا طریقہ:

☆: جو شخص سجدۂ تلاوت کرنے لگے تو اللہ اکبر کہے لیکن ہاتھ نہ اُٹھائے۔ وہ سجدہ کر دے پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اُٹھائے۔ اس پر نہ تشہد لازم ہے اور نہ ہی سلام۔"

سجدہ تلاوت کے لیے باوضو ہونا' ستر پوشی' قبلہ رُو ہونا اور نیت بھی ضروری ہے۔
فتح الباری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

لایسجد الرجل الا وھو طاھر۔

کوئی آدمی سجدہ نہ کرے مگر پاکیزہ ہو کر۔

بچے' مجنون' حیض ونفاس والی عورت پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں لیکن اگر کوئی شخص ان لوگوں سے سجدہ کی آیت سن لے تو اس پر سجدہ واجب ہوگا۔

ایک آیت سجدہ کی بار بار تلاوت:

☆: "جس شخص نے ایک ہی آیت سجدہ ایک ہی مجلس میں بار بار تلاوت کی تو اس کو ایک ہی سجدہ کافی ہے۔"

اگر سجدہ کی آیت بار بار تلاوت کی جائے اور مجلس ایک ہو یعنی ایک ہی جگہ پر تلاوت کی گئی ہو تو ایک ہی سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا کیونکہ قرآن مجید حفظ کرنے والوں اور معلمین کے لیے یہ بے حد مشکل اور تکلیف دہ بات ہوگی کہ ہر دفعہ دُہرانے پر سجدہ کریں۔

❁❁❁

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari